خطباتِ حرمین

حرمِ مکّی

1426ھ

سال نو، امیدیں، عزائم، دعائیں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبد الرحمن السدیس حفظہ اللہ
۲/۱/۱۴۲۶ھ، ۱۱/۲/۲۰۰۵ء

ثمراتِ تقویٰ:

اللہ کے بندو! میں اپنے آپ کو اور آپ سب کو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ جو شخص خیر کثیر چک، رزق وافر اور بلند و بالا مقام و مرتبہ پانا چاہے اس کے لئے ضروری ہے وہ اللہ سے ڈرتا رہے اور جس نے یہ کام کرلیا اس نے اس دنیا میں ہی عظمت و بزرگی حاصل کرلی اور آخرت میں اسے اللہ جنت مقام عطا کرے گا اور ریشمی لباس پہنائے گا۔ ارشاد الٰہی: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر وہ شخص کو دیکھنا چاہئے کہ اس نے کل (فردائے قیامت) کے لئے کیا (سامان عمل) بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو بے شک اللہ تمہارے اعمال سے خبردار ہے۔“ (الحشر:۱۸)

سال نو مبارک:

مسلمانو! اس جامع وصیت کے بعد ہم اپنی امت اسلامیہ کو ۱۴۲۶ھ کے سال نو کے آغاز اور اس کے آفتاب کے طلوع ہونے پر مبارک و تہنیت پیش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اس سال کو امت اسلامیہ کے لئے امن و امان اور سلامتی و اسلام کا سال بنادے اور ساری امت میں ان تمام اعمال کے سرانجام دینے کی توفیق کا سال بنادے جو اسے محبوب ہیں اور جن میں اس کی خوشنودی پنہاں ہے کیونکہ جب اس سے مدد طلب کی جائے تو وہ مدد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا ہے کہ وہ اس سال کو اسلام اور روئے زمین کے تمام مسلمانوں کے لئے فتح ونصرت کا سال بنادے اور تمام بنی نوع انسان کے لئے خیر وبھلائی، عدل وانصاف اور امن وسلامتی کو عام کردے، ہمارے حال کو ماضی سے بہتر بنادے اور امت اسلامیہ کو حادثات وفتن کے شر، مصائب و بلاؤں کی برائی اور تشدد و دہشت گردی کے واقعات سے محفوظ رکھے، وہ ذات پاک کارساز وکرم فرما اور صاحب فضل وعطا ہے۔

تہذیب و عالمگیریت اسلام:

مسلمانو! امت مسلمہ کے اس سال نو کے زیر سایہ اور مستقبل کے روشن حالات وبھرپور خوشحالی کے ساتھ ہی بعض موسمی مسائل بھی کھل کر سامنے آئیں گے جنکی طرف اشارہ کرنا اور ان کی یاد کروانا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے اور ان کے بارے میں بصیرت کا حصول بھی ضروری ہے شاید کہ اس سے فعال تحریک پیدا ہو اور امت کی ہمتوں میں اضافہ ہو اور اپنی ذات کی طرف رجوع کرنے کا عزم کرنے اپنے حسابات کی پڑتال کرنے، اپنے موقف تحدید کرنے اور اپنی روش کو سدھارنے کے عزائم کو جلا ملے تاکہ وہ اپنی عظمت رفتہ اور اپنے تاریخی عظیم مقام ومرتبہ کو دوبارہ حاصل کرسکے اور پھر سے اس عظیم تہذیب نافذ اور اپنی تنہا عالمگیریت حاصل کرسے جو اس کا ایک امتیاز تھی اور جسے اسی امت نے

روئے زمین کی تمام انسانیت اور سطحِ ارض پر بسنے والی تمام اقوام و امم میں متعارف کروایا تھا۔

سالِ نو کا آغاز:

برادرانِ ایمان! واضح ترین مسائل مراجعہ ومحاسبہ کرنے میں پوشیدہ ہیں، امت مسلمہ کا نئے سال کا استقبال کرنا بذاتِ خود ایک مسئلہ ہے جو کوئی کم اہمیت کا حامل نہیں ہے، اگرچہ بعض فریب خوردہ لوگوں کی نظروں میں یہ معمولی بات ہے کیونکہ وہ لمبی امیدیں لگائے بیٹھے ہیں اور اعمال صالحہ سرانجام دینے سے غفلت برت رہے ہیں، عمر کے مختلف مرحلوں، زمانے کے انقلابات اور واقفات وحوادث دہر میں عبرتیں، تازیانے پندونصائح اور یاد دہانیاں پائی جاتی ہیں، سمجھدار شخص ان میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے اور اپنے مواقف کا مراجعہ کرکے یہ دیکھتا ہے کہ وہ کہیں غفلت میں ہی نہ پڑا رہ جائے اور وہ دوسروں کے لئے عبرت کا سامان اور نصیحت کا ذریعہ بن جائے۔

موت کا قرب:

اگرچہ سال گزشتہ پر پردہ ڈال دیا گیا اور وہ اپنے حوادث و وقائع، آلام ومصائب اور امیدوں کے ساتھ رخصت ہوگیا ہے تاہم ہر گزری کو کبھی و دیس بھی لایا جاسکتا ہے سوائے عمر کے، یہ اعمال میں کمی اور موت کا قریب آجانا ہے۔کسی شاعر نے کہا ہے:

"ہم دنوں کے گزر جانے پر خوش ہوتے ہیں حالانکہ جو دن گزر جاتا ہے وہ ہمیں موقت کے قریب کرجاتا ہے۔تاہم ہر لمحہ و ہر لحظہ موت کی طرف چلتے جارہے ہیں اور ہماری زندگی کی بساط لپٹی اور دن کم ہوتے جارہے ہیں جبکہ یہ مرحلے ہی تو تھے جو کم ہو رہے ہیں۔"

قلت احساس:

ہم نے کتنے قدم اٹھائے ہیں اور کتنے اوقات گزار دیئے ہیں میں اور ہم نے کتنے مراحل طئے کئے ہیں لیکن اس کے باوجود انکے گزر جانے کا احساس بہت ہی کم ہے اور ہم مرور ایام مشہود سے بہت ہی کم نصیحت پاتے اور عبرت حاصل کرتے ہیں چاہے اس گرزے امانے میں مدت کتنی لمبی ہی کیوں نہ ہو اس کے دورانیے کتنے بڑے ہی کیوں نہ ہوں اور اس کے بعد حسرتیں یہ ڈیرہ کیوں نہ ڈالے رہیں۔

کتنے بچھڑ گئے ہیں:

احباب کرام! عمر کا یہ پہیہ اور وقت کی گاڑی بڑی تیزی کے ساتھ گزر جاتی اور یہ کسی غافل کے پاس کھڑی نہیں ہوتی اور نہ کسی بھولے ہوئے مدہوش شخص کی کوئی رعایت کرتی ہے اس کے لئے کوئی سہولت مہیا کرتی ہے۔اپنے گزشتہ سال میں ہم اپنے کتنے بھائیوں اور عزیز واقارب سفر آخرت کے لئے الوداع کیا ہے؟ ہم نے کتنے ہی عزیزوں اور پیاروں کو کھو دیا ہے؟ وہ ہم سے پہلے قبروں میں جا پہنچے ہیں اور ان آباد گھروں اور محلات کو چھوڑ گئے ہیں۔اے اللہ کے بندو! کب تک غفلت شعاری کو اپنائے رکھو گے؟ ہمارے دلوں پر یہ کونسا زنگ چڑھ چکا ہے؟ اور ہماری بصارتوں کے ساتھ میں بصیرتوں پر کس چیز کے پردے پڑ گئے ہیں؟

اہل عقل وتوفیق:

صاحب توفیق اور اہل عقل و دانش وہ ہے جو اپنے حالات کی اصلاح میں کوشاں رہے تاکہ اپنی امیدوں کے برآنے پر سعادت وخوشی پاسکے

اور سمجھدار و صاحب فراست وہ ہے جو اپنا محاسبہ کرتا رہے اور آخرت میں کام آنے والے اپنے اعمال صالحہ کے بیلنس کی پڑتال کرتا رہے اور یہ عقائدی و فکری اور سلوک کرداری گندگی پچتار ہے تاکہ وہ اہل سعادت والی خوشحال زندگی گزارے، آخرت میں اسے شہداء کا مقام و مرتبہ حاصل ہو اور اس صاحب جود و کرم اور اہل عطاء و انعام کی ذات گرامی کے لئے یہ کوئی مشکل امر نہیں ہے۔

امیدیں:

بردران اسلام! اگرچہ زمانہ اپنی گردش پوری کر چکا ہے اور ایک سال گزر گیا ہے لیکن نیا ہجری سال بھی ہمارا محبوب پر لطف مہمان ہے اور اہل شہر و دیہات کے لئے ذریعہ استغفار ہے اسی سے ہماری بہت ساری امیدیں وابستہ ہیں، انشراح صدر کا سامن ہے اور فال خیر و پر امیدی کے ساتھ ساتھ راحت و سکون ہے یہ ہمارے لئے گناہوں کو خیر باد کہنے کا موقع ہے لیکن افسوس یہ اس سال نو کی صبح آسقارا ہو گئی مگر ہماری امت اسلامیہ نے تا حال کوئی ایسا راستہ نہیں بنایا جس پر چل کر عزت و شوکت اور فوز و فلاح کی بلندیوں پر قدم رکھ سکے اور نہ ہی اس نے وہ مقام عظمت و عزت قائم کیا ہے جو ایسے طمع و لالچ بھر دلوں والے لوگوں اور غاصبانہ کوششوں میں مصروف افراد سے بچا سکے۔ ان تمام تر خطرات اور میں ہماری راند و قائد ہیں۔ اس امت کے خون توحید باری تعالیٰ کے ساتھ گردش کرتے ہیں اور اس کے دل ایمان کے ساتھ تقویت و ثروت پاتے ہیں۔

﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾

"اللہ اپنے نور (دین) کو پورا کر کے رہے گا اگرچہ یہ بات کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے۔" (الصف: ۸)

محاسبہ و اصلاح:

ہم اللہ سے پر امید ہیں کہ یہ ہجری سال نو کا موقع ہمارے لئے اپنے قول و عمل کی اصلاح اور اپنے حسابات کے مراجعہ و پڑتال کا وقت ثابت ہو اور یہ تصفیہ عمل اور محاسبہ نفس کا بہترین زمانہ ہے تاکہ امت کو اسی بات کا ادراک ہو سکے کہ امور کی تاسیس اور معاملات کا استحکام ایسے ہی قواعد و ضوابط کی تمہید اور ان کا اکمال و اتمام اسی بات کا مرہون منت ہے کہ ہم اپنے رب کی کتاب قرآن کریم کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھیں اور اسکے نبی ﷺ کی سنت پر مضبوطی کے ساتھ عمل پیرا رہیں اور کیوں نہ ہو کہ انہیں دونوں مصادر شریعت میں صبح کی سیری اور نور کی چمک ہے، انہی کے ذریعے جنت کی نعیم مقیم حاصل کی جا سکتی ہیں اور انہی کو چھوڑنے کا انجام شقاوت و بدبختی ہے، انہی کے ذریعے سے صحیح اعتقاد اور ہر طرح کی کجی و انحراف سے سلامت منہج مل سکتا ہے اور ان دونوں میں کسی قسم کا کوئی شک و شبہ بھی نہیں ہے، جس نے ان دونوں کو چھوڑ کر کسی دوسرے کے ذریعے عظمت و بزرگی اور علو و کمال حاصل کرنا چاہا ہے اس امر محال پر۔۔۔ ڈال لیا جس کا نتیجہ ناکامی کا وبال ہے اور اسے اللہ کے سوا کوئی ولی و دوست نہیں ملے گا۔

طرز سلف صالحین:

اے اہل ایمان! امت کے ضعف و کمزوری میں اس وقت تک تبدیلی نہیں آسکتی اور وہ قوت و طاقت اختیار نہیں کر سکتی اور نہ ہی اس کی

ذلت ورسوائی شان وشوکت میں بدل سکتی ہے جب تک کہ وہ اسی اعلیٰ طرز عمل کو اختیار نہ کرلے جو ہمارے سلف صالحین نے سابقہ زمانوں میں میں اپنے عمل سے رقم فرمایا ہے۔یعنی اسی دین کے حقائق ومحاسن کو ظاہر کریں جنکی بدولت نبی مصطفی ﷺ سعادت پائی اور انہی کی بدولت آپ ﷺ کے صحابہ اہل سعادت میں سے ہو گئے اور انہی کی برکت سے صدیوں تک دنیا سعادت وخوشحالی سے ہمکنار رہی اور اگر ہم بھی شریعت کے آئینے میں دیکھ کر اپنی سیاسی حالت کو سنوار لیں تو ہمارے حالات کی بھی اللہ تعالیٰ اصلاح فرمادے گا اور شریعت پر عمل میں تعاون کرنے والی اہم چیز یہ ہے کہ اپنے آپ معاشرے اور امت کے ساتھ اپنے قول وعمل ہر چیز میں پوری طرح صادق ہوں۔ارشاد الٰہی ہے:﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾

"اے ایمان والو!اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور صادق وسچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔" (التوبہ:۱۱۹)

امتوں کے عروج وترقی کا سب ان کے وہ اعمال صالحہ وصادقہ اور مخلصہ ہیں جو انکے نیک افراد سرانجام دیتے ہیں اور صادق وماہر لوگوں سے ان کی بنیاد رکھی ہے۔

تاریخ کا رخ موڑنے والے:

برادران عقیدہ! آج امت مسلمہ سال نو کے زیر سایہ جی رہی ہے جو کہ مصائب ومشکلات سے نکلنے کی امیدوں اور رکاوٹوں بحرانوں کو عبور کر جانے کی تمناؤں سے بھرپور ہے اور مختلف چیلنجوں کا سامنا کرنے اور مسائل سے نپٹنے کی توقعات لئے ہوتے ہے،آج اسی امت کو اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ وہ تاریخ کا گہرا مطالعہ کرے کیونکہ اس میں بہت سارا سامان عبرت موجود ہے مرقوم ہے،تاریخ اسلام کو پڑھ کر تو دیکھو تاکہ تمہیں پتہ چلے کہ بڑے بڑے واقعات اور عظیم حادثات تاریخ کا دھارا بدل دینے والے ثابت ہوئے اور صرف تاریخ اسلام ہی نہیں بدلہ انہوں نے پوری تاریخ انسانی کا رخ موڑ کر رکھ دیا،تاریخ پڑھیں تاکہ آپ کو اسی بات کا ادراک ہو کہ بہت بڑے بڑے واقعات ایسا موڑ ثابت ہوئے انہوں نے پوری انسانی تاریخ کا بہاؤ موڑ کر رکھ دیا تھا اے میری امت!اپنی باعظمت تاریخ پڑھ کر تو دیکھ تاکہ آپ کو پتہ چلے کہ اسکے مصادر وواقعات نے کس طرح حق عدل وانصاف اور امن وسلامتی کے قواعد وضع کئے اور انکے جڑیں گاڑ دیں؟اور اس تاریخ کے واقعات وحادثات نے کسی طرح چودہ سالوں سے زیادہ عرصہ پہلے تہذیبی ڈائیلاگ کی تخم ریزی کی جسکے دنیا آج مطالبے کررہی ہے؟

اسلام:حقوق انسانی کا ضامن:

اے حیران وپریشان بنی نوع انسان!ان موجودہ وضعی وظالمانہ احکام سے نکلنے کے لئے ہماری تہذیب اسلامی کی تاریخ پڑھ کر دیکھیں آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ اسلام نے کس طرح انسان کے حقوق کی ضمانت دی ہے !اس نے معاشرتی طبقات کو زائل کردیا عنصریت ونسلی تعصب کا خاتمہ کردیا،تمام تفریقوں اور امتیازات کو حرف غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیا اور انہیں ایسی وحدت میں پرودیا کہ جس کے سامنے تمام نسلی وعنصری تعلقات اور مادی روابط ورشتے ند پڑ جاتے ہیں بلکہ اس کے سامنے تمام جاہلی دعوے ہیچ ہو کر رہ جاتے ہیں۔

عقیدہ: بکھرے موتیوں کو پرونے والا:

برادران ایمان! یہ گہرا تاریخی ربط وتعلق اور قدیم تہذیبی نسبت اس بات کا یقینی پتہ دیتی ہے کہ صحیح اسلامی عقیدہ کے سوا دوسری کوئی چیز نہیں ہے جوان بکھرے موتیوں کو ایک لڑی میں پروسکے اور بکھرے شیرازے کو جوڑ سکے اور باہم مختلف الرائے لوگوں کو ایک نظم میں ڈھال سکے ارشادالٰہی ہے: ﴿إِنَّ هَـٰذِهِۦٓ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَٰحِدَةً وَأَنَا۠ رَبُّكُمْ فَٱعْبُدُونِ﴾

"یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں لہٰذا تم صرف میری ہی عبادت کرو۔" (الانبیاء:۹۲)

کیا اس دردناک تفرق وتمزق، اس رسواکن پسماندگی وتخلف، اس تاریک راستوں میں سرگرداں پھرنے اور تباہ کن، گمراہ کن غاروں میں بھٹکنے کے بعد بھی امت یہ درس حاصل کرسکے گی کہ اسلام کے سوا نجات کی کوئی راہ نہیں قرآن کریم کے سوا کوئی رہبر ورہنما اور امام وپیشوا نہیں اور نبی خیرالانام کی سنت وطریقہ کے سوا کوئی منہج وطرز زندگی کارگر نہیں ہے؟

ترک عقیدہ باعث شقاوت:

کیا امت اس بات کا یقین کرے گی کہ صحیح اسلامی عقیدے سے دست بردار ہو جانا شریعت کے بارے میں تساہل وسستی برتنا، امت کا اپنے دین کے قواعد واصولوں میں کوتاہی برتنا اور عمدہ اخلاق واقدار کے سلسلہ میں تقصیر کا ارتکاب کرنا ایسے افعال ہیں کہ انکا انجام معاشروں کی شقاوت بدحالی، تہذیبوں کی شکست وریخت، بندوں ہلاکت، ملکوں کی تباہی، بردباری کی راہ، تنزلی کا باعث اور نابودی کا نزول ہے، اس کے ہاتھ میں اس سے دشمنان اسلام واعداء دین کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں اور تباہی وبردباری سامنے آتی ہے۔

قدیم تہذیبی وراثت:

کیا اہل فکرونظر، اصحاب رائے وفلسفہ، ارباب حل وعقد اور اہل بست وکشاد اس بات کا ادراک کرلیں گے کہ سابقہ اور موجودہ چیلینجز، تہذیبی تصادم وآویزیں، ثقافتی عداوت اور فکری دشمنی یہ سب اغیار کی نظر میں دین اسلام کے قواعد واصولوں کو نشانہ بانے کے لئے اور ان تمام امور پر صرف اسی صورت میں فتح وغلبہ پایا جاسکتا ہے جب اپنی اس قدیم تہذیبی وراثت پر مضبوطی سے قائم رہیں گے جو کہ پوری بنی نوع اانسانی کے لئے خیر وبھلائی اور سلامتی بھیکرتی آرہی ہے اور ساری بشریت کے لئے امن وسعادت اور خوشحال بانٹتی آرہی ہے اور تشدد کی راہوں اور دہشت گردی کی ان کاروائیوں سے دوری پر رہیں گے جنہوں نے پورے عالم کی راتوں کی نیند حرام کررکھی ہے اور اس فکر سے صرف اسی وقت خلاصی پائی جاسکتی ہے جب اسلامی وانسانی اقدار کو بلند کیا جائے اور شکست خوردگی کے بغیر تہذیبی ڈائیلاگ کے اصول پر یقین رکھا جائے

کسی سے ڈکٹیشن نہیں:

تاریخ کا مطالعہ کروتا کہ آپ کو اس بات کا ادراک ہوکہ دوسرے کے ساتھ مذاکرہ ومکالمہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہمارے اندر سے پھوٹنے والے جذبہ اصلاح پر مبنی ہو اور اس میں ہماری رضامندی شامل ہو ہمیں کسی دوسرے کی طرف سے ڈکٹیشن نہ دی گئی ہو تب تمام دل محبت ومودت سے گریز ہونگے ان میں حنان وشفقت اور پاکی وصفائی موجزن ہوگی اور شرعی قواعد وعقلی رہنما اصول طے ہو جائیں گے اور فکری

وثقافتی،تربیتی اور بلاغی واشاعتی تحریک پھلے پھولے گی۔

ذرائع ابلاغ کی فکری یلغار:

اے امت اسلام!ان فتنوں میں سے جن کا دھواں آسمان امت پر پھیلا ہوا ہے اوراس سال نو کے آغاز سے ہی اس کے چھٹ جانے کی بھر پور توقع ہے وہ فتنہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ذرائع ابلاغ ووسائل نشر واشاعت کا وہ ظالمانہ حملہ اور انکا وہ سفا کانہ پروپیگنڈا ہے جوکہ اس غیر مسلم قوموں نے شروع کر رکھا ہے جن کے دل مسلمانوں کی خلاف مکروفریب سے ہنڈیا کی طرح ابل رہے ہیں اوران انکے اندر کالاوا ان کے قلموں سے پھوٹ رہا ہے اوراسے انکے ذرائع ابلاغ ومیڈیا اگل رہے ہیں اورانہیں اسلام کے معانی واخلاقیات کی واقفیت حاصل کرنے اوراس کے حقائق جاننے کی توفیق ہی نہیں مل سکی اورانہوں نے اسلام پرحملہ کردیا ہے اوردوسری طرف یہ غلو وتشدد پسند لوگوں اور تکفیری فکر کے مالک افراد کی جماعتیں اورتشدد وتباہی مچانے والے گروہوں کےلوگ ہیں۔

یہ دہشت گردی:

اے مسلم امہ!وہ خطرناک امورجن سے آج پوری دنیا دو چار ہے اورخیر وسلامتی کا چاہنے والا اس نئے سال میں اس کا منتظر ہے ان میں سے دہشت گردی کا یہ عالمی رجحان ہے جوکہ حقیقی طور پر دور حاضر کا جرم شمار کیا جاتا ہے،اپنی امت کے مسائل کی پیروی کرنے والوں نے ایک سعادت یہ بھی حاصل کرلی ہے جوکہ قابل ستائش ہے کہ سعودی حکومت نے حرمین شریفین والے اس ملک-اللہ اس کی حفاظت فرمائے۔میں "انسداد دہشت گردی کی عالمی کانفرنس" کا انعقاد کیا ہے اوراس سے کئی قرار دادیں پاس کیں اورکوئی امور کے نفاذ پر زور دیا گیا ہے جن کے نفاذ کے نتیجہ میں اس خطرناک عالمی دہشت گردی کا علاج ممکن ہے وہ دہشت گردی جوکہ زمانہ وجگہ اوردین ووطن کے تمام حدود کو پھلانگ گئی ہے۔یہ سب اس لئے بھی کیا گیا تاکہ امت کا نوجوان طبقہ منہج اعتدال ومیانہ روی کی طرف لوٹ آئے،اسلام کی وسعت ورواداری ظاہر ہوتو تمام بنی نوع انسان کے لئے اسلامی اقدار واخلاقیات اورعمدہ اسلامی عادات کھل کر سامنے آجائیں۔

تشدّد بے سود ذریعہ:

تشدد کبھی بھی کسی عظمت وبزرگی کے حصول کا ذریعہ نہیں رہا اس سے آج تک کوئی تہذیب تشکیل پاسکی نہ یہ حاصل شدہ ترقیوں کا تحفظ کرسکا اور نہ ہی یہ مکتساب وایجادات کو باقی قائم رکھنے میں مددگار بن سکا ہے بلکہ یہ ایک خطرناک جراثیم ہے اوریہ ایک ایسی تباہ کن جنگ ہے جو یہ خشک وترکو جلا کر خاکستر کردیتی ہے اس دہشت گردی کے بارے میں ممتاز علمی سائنس سنٹرز کے ذریعے سٹڈی کرنا اور سپیشلسٹ متساوی کمیٹیوں کے ذریعے اسکی جڑوں اور برگ وبار کا پتہ چلانا اس کے علاج میں مددگار ثابت ہوگا،کامیاب طریقے سے اس شر کے سوتے خشک کرنے کا ذریعہ بنے گا اورایسی مفید دواء کا کام کرے گا جو مفادات کے بہم پہنچانے اورمفاسد ونقصانات سے بچانے کا باعث ہو۔

انسداد دہشت گردی کانفرنس:

اس اعلیٰ تجویز سے دنیا کی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئی ہیں جس میں یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ انسداد دہشت گردی کے لئے ایک عالمی سطح کا مرکز قائم کیا

جائے اوراس کے علاج ومعالج کے لئےلوگوں کی رہنمائی کی ایک خصوصی مہم چلائی جائے،معاشرے کے تمام طبقات سے متعلقہ لوگوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کراس وباء کی بیخ کنی واستیصال کیاجائے ۔کیااس معاملہ میں مبتلا لوگ انہیں برانگیختہ کرنے والے اوران کی تخریب کاریوں پرسکوت اختیارکرنے والے اس وباء کی خطرناکی کومحسوس کریں گے؟اورصحیح وصواب کی طرف رجوع کریں گے؟اوررشدوہدایت کی طرف لوٹیں گے؟یہ رجوع کی قابل تعریف عمل اوریہ واپس لوٹنا ہی باعث رشدوہدایت فعل ہے ۔

ارباب انٹرنیٹ وسیٹلائٹ:

کیایہ لوگ تاریخ پڑھتے ہیں؟اورکیایہ شرعی سنن وقوانین اورناموس کائنات پرنظردوڑاتے ہیں؟کیا گدلے پانی میں شکارکھیلنے والے اپنی اس حرکت کرتوت سے باز آئیں گے جوکہ مٹی کومزید گیلا اوربیماری میں مزید شدت لانے کاسبب ہے؟اورکیاانٹرنیٹ،سیٹلائیٹ چینلزاوردوسری ٹیکنیکل اشیاء سے متعلقہ لوگ ان اسباب وبواعث اورمعاملے کوبھڑکانے اورجلتی پرتیل کا کام کرنے سے باز آئیں گے؟اورتشددوجراثیم پر ابھارنے والے تمام موادکونشرکرنے سے بازرہیں گے؟اورتمام لوگوں کو اللہ کی طرف رجوع کرنے کی وصیت وتاکید کریں گے؟اوران کا خاص وعام مظالم سے نکلنے کی ترغیب دلائیں گے؟تاکہ سب کے سب منہج اعتدال ومیانہ روی کے ساتھ اس سفینۂ نجات میں جمع ہوسکیں جس میں نہ غلوومبالغہ امیزی ہے اورنہ ہی جفاا گرایسا ہوگیا تودہشت گردی کا یہ سیاہ بادل چھٹ جائے گااورتمام مما لک وعوام برے انجام والے اموراورشروبرائی سے محفوظ وپرامن زندگی گزارسکیں گے ۔

دین وعقیدہ سے محبت:

اے امۃ الاسلام!جب امت کاسفینہ فتنوں کی موجوں سے ٹکراتا ہےتونجات کی کشتیاں (لائف بوٹس)اورسیفٹی والوزاس بات کے مرہون منت ہوتے ہیں کہ امت اپنے دین سے محبت کرے اوراسے مضبوطی سے اپنائے رکھےاوراپنے عقیدے سے گہراتعلق قائم رکھےاورجب کوئی غیرتمند شخص آج ہماری امت مسلمہ کی طرف منسوب نسل نو کے حالات پرگہری نظرڈالتا ہےاوردیکھتا ہے کہ وہ گلوبلائیزیشن کی عہدحاضرکی رووں کے سامنے اورجعلی وبے خداتہذیب کے مبادیات واصولوں کے سامنے شکست خوردہ اورگھٹنے ٹیک چکے ہیں اوران لوگوں اورہماری تاریخی واپنی طرزکی تنہا نسل سلف کے مابین موازنہ کرتا ہےتواسے ادراک ہوتا ہے کہ ہماری تاریخ کے کتنے ہی تابناک وضیاءبارواقعات اورہمارے سلف کی عطربیزسیرت وسوانح عزت وکرامت کاسبب تھے،خرچ کرنے ایثاروقربانی دینے اورفدائیت کی راہ تھے ۔آج جن مسائل کی طرف سب کی نگاہیں لگی ہوئی ہیں ان میں سے سب سے پہلے نمبرپرتمام عالم اسلام میں امن وامان کا قیام ہے،اورعام اسلامی مما لک کے ساتھ ساتھ بالخصوص وادی دجلہ وفرات ملک عراق،مبارک سرزمین فلسطین اورہروہ جگہ جہاں کے عوام ضعیف وکمزوراورمظلوم ہیں ان مما لک میں امن وامان اورسکون واستقرارکاقیام ہے،ان تاریک حالات میں جن میں کہ روشوں میں اختلاط آیا ہوا ہے ۔

کہاں دروس ہجرت اورکہاں یہ نعرے:

تاریخ کا قاری یہ تامل کرنے پرمجبورہے اوروہ لوگ پوچھتے ہیں کہ کہاں ہجرت رسول ﷺ سے حاصل شدہ دروس واسباق اورعبرتیں نصیحتیں

اور کہاں دور حاضر کے انسانیت کے نام پر جھوٹے وکھوکھلے نعرے، اس کی مزعوم جمہوریت، وڈیموکریسی اور اس کی موہوم آزادیاں؟ جو دعوے کرنے اور نعرے مارنے والوں کے لئے تو غنیمتیں لارہی ہیں اور دوسروں کے لئے تاوان وجرمانے یہ صرف اس لئے ہو رہا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا شورائی نظام ومنہج غائب ہے۔

تاریخ کے دروس اور ہجرت کی عبرتیں کہاں ہیں؟ جبکہ ہمارے انصار ومہاجرین بھائیوں کو گروہی سیاست اور دھڑتے بندیوں کے زخموں سے چور کر رکھا ہے اور محبت وگٹھ جوڑ کی بجائے ان میں عداوت ودشمنی اور خصومت وتنازعات گھر کر چکے ہیں، ان کے دل حسد وبغض اور کینے سے لبریز ہیں اور ضمیر ان بیماریوں کی آگ میں جھلس رہے ہیں حتی کہ رشتے ناطے سب ٹوٹ چکے ہیں اور اکثر معاشروں پر خاندانی اور اجتماعی شکست وریخت چھائی ہوئی ہے۔

ضرورت وطن واقتدار:

اللہ تعالیٰ آپ کی رعایت ونگرانی فرمائے تاریخ کا ذرا گہرائی نظر سے مطالعہ کریں تاکہ آپ کو پتہ چلے عقیدہ ورسالت کو وطن وحکومت اور اقتدار کی وسلطنت کی کتنی سخت ضرورت ہے تاکہ وہ اسکے ڈھانچے کی حمایت ودفاع کرے، خبردار! امت کی اصلاح کی طرف دعوت دینے والے لوگ اس بات کا بھرپور یقین کرلیں کہ جماعت وجمعیت کے بغیر کوئی عقیدہ واقتدار کام نہیں دے سکتے اور امام وحاکم کے بغیر کوئی جماعت و جمعیت قائم نہیں رہ سکتی اور کوئی امام اس وقت تک کچھ نہیں کرسکتا جب تک کہ اس کے عوام ورعایا اسکی سمع وطاعت کے جذبے۔۔۔نہ ہوں کہ تاکہ امت سے شر کے سائے، فتنوں کے بادل، قلق واضطراب کی روا اور مصائب ومشکلات کے اندھیرے دور کئے جاسکیں۔

مربی حضرات کا واجب:

تعلیم وتربیت کے میدان میں کام کرنے والے مربی حضرات پر واجب ہے کہ وہ بھی ہماری تاریخ کا مطالعہ بنظر غائر کریں تاکہ وہ دیکھ سکیں کہ ایک مسلمان کے گھر تربیت میں عقیدے کی نصرف اور قیادت وحکومت سے محبت واطاعت کی کتنا عمل دخل حاصل ہے؟ اور نہیں یہ پتہ چلے کہ مسلم نوجوان اور مسلمان عورت کا اس عقیدہ کی مدد ونصرت، اخلاقی قدروں اور اعلیٰ عادات کی ترویج میں کتنا زبردست رول تھا؟ اور انہیں اس بات کا علم ہوسکے کہ ہر طرح کی سعادت وخوشحالی، صلاح وبہتری، خیر وبھلائی اور نجاح وکامیابی صرف مبادیات واصول اور قواعد و ضوابط کو مضبوطی کے ساتھ اپنائے رکھنے میں مضمر وپنہاں ہے۔

وقائع ہجرت وسیرت کی چند جھلکیاں:

مسلمانو! یہ ہجرت نبوی کے واقعات میں ظاہر ہونے والے، تاریخی وقائع اور سیرت کے دروس وعبرتوں کی چند جھلکیاں ہیں جو امت مسلمہ کی خدمت میں اس کے سال نو کے آغاز کے موقع پر پیش کی جارہی ہیں اور یہ دور تاریخ امت کے خطرناک ادوار میں ہے اور جھلکیوں کو پیش کرنے کا اصل ہدف اور غرض وغایت یہ ہے کہ ان کی روشنی میں شائد امت اسلامی وانسانی تہذیبی پراجیکٹ پر کام کرنا شروع کردے اور یہ باتیں اس پراجیکٹ کا بنیادی پتھر ثابت ہوں اور یہ احوال امت کی اصلاح وبہتری اور امت کی ڈگر کے سنوارنے کا کام کرسکیں اور اسلام و

اہل اسلام کے کیئے جانے والے زہریلے پروپیگنڈے اور خوفناک یلغار جیسے مرض کا علاج شافی بن کر سکیں اور ان مہلک تیروں کا منہ موڑ سکیں جوکہ ہمارے دین و امت، ہمارے مسلم معاشروں اور ہمارے بلاد اسلامیہ کی طرف رخ کیئے ہوئے ہیں جنہیں اعداء اسلام و دشمنان دین ہمیشہ ہماری طرف پھینکتے ہی رہتے ہیں اور اس کے لیئے وہ امت کی کمزوریوں کا فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں اور اسکے بعض شر بے بہار جاہل افراد کی غلطیوں کو بہانہ بنا لیتے ہیں۔

محاسبۂ نفس و مراجعۂ حسابات:

آج جبکہ ہم نئے ہجری سال کا آغاز کر رہے ہیں ایسے میں ہمیں اس بات کی کتنی سخت ضرورت ہے کہ ہم غور و تامل کریں اور سنجیدگی کے ساتھ اپنے نفس کا محاسبہ اور اپنے حسابات کا مراجعہ و پڑتال کریں تاکہ ہم ہر اچیز سے استفادہ اٹھا سکیں جو ہماری امت کی روش کے لیئے تقویت کا باعث ہے تاکہ ہم نئے سال کی طرف اسی انداز سے بڑھیں کہ امت میں عزیمت روز افروں ہو اور اس کی ضو رفشانیاں بیش از بیش ہوں تاکہ وہ روشن آفاق وا کیئے جائیں جن سے انسانیت کو سعادت و خوشحالی حاصل ہو تاکہ وہ پھر اپنی قیادت و سیادت والا مقام و مرتبہ اور اس کرۂ ارض پر سطوت واقتدار حاصل کر سکے وہ کرۂ ارض کہ جس کے ساکنین واہ لیاں حق دراستی، عدل وانصاف، امن وسلامتی اور سکون واستقرار کے انتظار میں ہیں اور انہیں یہ چیزیں صرف اور صرف شریعت اسلامیہ کی تعلیمات اپنانے میں اسلام کے زیر سایہ ہی میسر آسکتی ہیں اور پر مستزاد اسلام کا تہذیبی ورثہ اسکی تاریخی وممتاز وراثت، گہرا اعقائدی تانا بانا، قدروں کا کبھی خشک نہ ہونے والا سر چشمہ اور اس کا زبردست اجتماعی نظم ونسق ہے اور امت کے دین اور اسکی قدروں کی خدمت کے لیئے دور حاضر کی تمام ایجادات اور ٹیکنالوجی سے بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ اس نئے ہجری سال کو اسلام اور مسلمانوں کے لیئے پوری نوع انسانی کے لیئے خیر و برکت، فتح ونصرت اور حکومت واقتدار کا سال بنا دے، اسے امن وامان اور عدل وانصاف کا سال کر دے اس کے دوران مسلمانوں میں اتفاق واتحاد پیدا ہو جائے، انکی صفوں میں وحدت آجائے، انکے مقامات مقدسہ نجس اقوام سے پاک وآزاد ہوں، انکے دشمنوں کے خلاف اللہ ان کی مدد ونصرت فرمائے، وہیں ذات الٰہی ایسی ہیے کہ جو سب سے زیادہ مکرم ہے کہ جس سے۔۔۔کیا جائے اور جس سے امیدیں ہی وابستہ کی جائیں۔

مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہا کریں جتنا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ زندگیاں بڑی تیزی کے ساتھ ختم ہوتی جارہی ہیں اور کسی کو بقاء نہیں ہے (سوائے اللہ کی ذات کے) اور سفر آخرت کے لیئے زاد کراہ لے لو اور بہتر زاد سفر آخرت اللہ کا تقویٰ ہے آپ احوال بہتر ہو جائیں گے اور قبولیت کی بلندیوں کو پالیں گے۔

سال نو کے آغاز پر ماہ محرم اور یوم عاشوراء کے روزے:

برادران کرام واحباب گرامی! اللہ آپ کی حمایت ورعایت اور نگرانی فرمائے، آپ آج کل ان ایام سے گزر رہے ہیں جوکہ اس نئے سال کے پہلے مہینے کے ابتدائی ایام ہیں جوکہ اللہ کے مہینے محرم کا آغاز ہے وہ مہینہ جوکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مہینوں سے زیادہ عظمت والا مہینہ ہے، اس کا مقام بہت ہی بڑا ہے اس کی حرمت بہت ہی قدیم زمانہ (عہد تخلیق کائنات) سے چلی آرہی ہے۔ اسی ماہ میں اللہ تعالیٰ نے حجرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون پر فتح ونصرت عطا فرمائی تھی اور انکی قوم کو اس کے لشکروں پر فتح بخشی تھی، اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے اس ماہ کے

روزے مشروع ومندوب فرمائے ہیں چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللهِ الْمُحَرَّمُ

"ماہ رمضان کے بعد افضل تین روزے ماہ محرم کے روزے ہیں کہ اللہ کا مہینہ ہے"۔[1]

خصوصاً یوم عاشوراء (۱۰ محرم) کا روزہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَوَجَدَ الْيَهُودَ صِيَامًا يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا هَذَا الْيَوْمُ الَّذِي تَصُومُونَهُ، فَقَالُوا: هَذَا يَوْمٌ عَظِيمٌ، أَنْجَى اللهُ فِيهِ مُوسَى وَقَوْمَهُ، وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهُ، فَصَامَهُ مُوسَى شُكْرًا، فَنَحْنُ نَصُومُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَنَحْنُ أَحَقُّ وَأَوْلَى بِمُوسَى مِنْكُمْ، فَصَامَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ.

چنانچہ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ (مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے) مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہودیوں کو یوم عاشوراء کا روزہ رکھتے دیکھا تو ان سے پوچھا: "یہ دن کیا ہے جس کا تم روزہ رکھتے ہو؟" انہوں نے کہا: یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو (دریائے نیل/ یا بحر قلزم میں) نجات دی تھی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا تھا۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بطور شکرانہ روزہ رکھا تھا اور ہم بھی اس کا روزہ رکھتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ہم موسیٰ علیہ السلام پر تم سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں"۔ تب خود نبی اکرم ﷺ نے روزہ رکھا اور (صحابہ کرام کو) روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔[2]

صحیح مسلم میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یوم عاشوراء کے روزے کے بارے میں فرمایا: وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ۔

"مجھے اللہ سے امید ہے کہ یہ گزشتہ پورے ایک سال کے گناہوں کو مٹا دیگا۔"[3]

اللہ اکبر! یہ کتنا بڑا مقام اور عظیم فضیلت ہے اور مولیٰ کریم کی رحمتوں کے جھونکوں میں سے ایک جھونکا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے اسی دن سے ایک دن پہلے بھی رروزہ رکھنے کا عزم کیا تا کہ اہل کتاب کی مخالفت ہو جائے چنانچہ اس عزم کا اظہار کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَإِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ إِنْ شَاءَ اللهُ صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ

"اگر میں آئندہ سال (ماہ محرم) تک زندہ رہا تو میں نو محرم کا روزہ بھی ضرور رکھوں گا۔"[4]

---

[1] صحیح مسلم:1163۔
[2] صحیح مسلم:1130۔
[3] صحیح مسلم:1162۔
[4] صحیح مسلم:1130۔

امام علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ” ماہ محرم کے یوم عاشوراء کے روزے کے تین مراتب ہیں: ان میں سے اکمل ترین مرتبہ یہ ہے کہ اس سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد بھی روزہ رکھا جائے اور دوسرا درجہ یہ ہے کہ اس سے ایک دن پہلے نو محرم کا روزہ بھی رکھ لیا جائے اور اسی کا پتہ اکثر احادیث دیتی ہیں اور سب سے آخری درجہ یہ ہے کہ صرف ایک ہی دن عاشوراء کا روزہ رکھا جائے“

اقتداء انبیاء علیہم السلام:

مسلمانو کو چاہیئے کہ وہ اللہ کے انبیاء (حضرت موسیٰ و حضرت محمد ﷺ) کی اقتداء کرتے ہوئے اس یوم عاشوراء کا روزہ رکھیں تا کہ اللہ سے اجر و ثواب پائیں اور یہ بھی چاہیئے کہ اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھ لیا کریں تا کہ اہل کتاب کی مخالفت ہو جائے اور نبی اکرم ﷺ کی طے شدہ سنت پر عمل کیا جائے۔ اور یہ روزہ اس شخص کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرنا چاہیئے اور اس سال کا افتتاح اعمال صالحہ میں سے افضل ترین عمل روزے سے کیا جائے جس میں اللہ تعالیٰ اجر و ثواب کی توقع کی جا سکتی ہے۔ حصول اجر و ثواب اور عمل صالح کے لئے آستینیں چڑھانے والے کہاں ہیں؟ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجھے اور آپ سب لوگوں کو ان میں سے بنائے۔

اللہ والو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور اپنے سال نو کا آغاز توبہ و استغفار، رجوع الی اللہ اور اعمال صالحہ پر دوام کے عزم سے کریں، شب و روز کے گزرتے چلے جانے سے عبرت حاصل کریں اور ماہ و سال بیتتے چلے جانے سے نصیحت حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ سے غفلت نہ برتیں اور نہ ہی روز آخرت و صایات اخروی سے غافل ہوں۔

حقیقی استقامت: خطرناک رکاوٹیں، معاونین

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ سعود الشریم حفظہ اللہ
۱۴۲۶/۱/۹ھ، ۲۰۰۵/۲/۱۸ء

ثبات واستقلال:

لوگو! بندے کا صدق وصفا اور اس کا توازن واستقرار اس کی اپنے دین کی طرف صحیح نسبت میں پوشیدہ ہوتا ہے اسی طرح یہ اس کے اپنے رب کی شریعت کے ساتھ تمسک ومضبوط تعلق اور اسے اپنے دانتوں کے ساتھ تھامے رکھنے میں پنہاں ہوتا ہے، وہ انحراف جیسی لرزشوں، شک وشبہ پیدا کرنے والے اماکن اور افراط وتفریط کی طرف مائل کرنے والے وقتی جذبات سے بہت دور ہوتا ہے۔ اس طرح کے توازن سے مسلمان آدمی یہ چاہتا ہے کہ وہ ایسی عمدہ زندگی گزارے جو دین پر حسن استقامت کے ساتھ پر ہو اور ان تمام آندھیوں اور طوفان کے مقابلے میں ثبات واستقلال والی ہو جو کہ وقتاً فوقتاً رونما ہوتے رہتے ہیں تا کہ ان کے ذریعے اللہ اچھے برے لوگوں میں امتیاز پیدا کرے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلَى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ أُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾

"تا کہ اللہ ناپاک کو پاک سے الگ کر دے اور ناپاک کو ایک دوسرے پر رکھ کر ایک ڈھیر بنا دے پھر اسے جہنم میں ڈال دے۔ یہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں۔" (انفال: ۳۷)

استقامت وثابت قدمی: موجودہ تغیرات وانقلابات کی بھیڑ میں ایک مومن صادق کیلئے خوانی کرنے اور عمل کی ترغیب دلانے والا ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾

"اور اپنے رب کی عبادت تب تک کرتے رہیں جب تک آئے آپ کو موت نہ آجائے"۔ (الحجر: ۹۹)

اور دوسرا ارشاد الٰہی یہ ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾

"بے شک وہ لوگ جنہوں یہ کہا کہ ہمارا رب تو اللہ ہے اور پھر وہ اس ثابت قدم (اہل استقامت بنے) رہے انہوں نہ تو (اس دنیا میں) کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ (آخرت میں) کوئی غم کھائیں گے۔" (الاحقاف: ۱۳)

عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، قُلْ لِي فِي الْإِسْلَامِ قَوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا بَعْدَكَ- وَفِي حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ: غَيْرَكَ- قَالَ: قُلْ: آمَنْتُ بِاللهِ فَاسْتَقِمْ

حضرت سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: "اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے اسلام (میں عمل) کے بارے میں کوئی ایسی بات فرمائیں کہ آپ کے بعد میں کسی دوسرے سے کوئی سوال نہ کروں؟ اس پر نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کہدو کہ میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر ثابت قدم رہو۔"[1] (صحیح مسلم)

---

[1] صحیح مسلم: 38۔

حقیقی استقامت:

اللہ آپ کی حفاظت فرمائے! اس جامع وصیت رسول ﷺ پر غور کر کے دیکھیں کہ یہ مسلمان کی کیا شناخت بیان کر رہی ہے جس پر ہی مسلمان کا جینا اور مرنا ضروری ہے اور وہ شناخت و آئیڈنٹی ہے حقیقی استقامت و ثابت قدمی جس میں کوئی کجی و انحراف اور بے راہ وروی نہ ہو وہ حقیقی استامت و ثابت قدمی جس میں دوسروں کے بے یارو مددگار چھوڑنا اور رجعت قہقری میں مبتلا ہونا ہرگز نہ ہو وہ حقیقی استقامت و ثابت قدمی جو اپنے تینوں ارکان اور مرکزی نقاط کی جامع ہو، اور وہ ہیں:

(۱) زبان کی استقامت و درستگی جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: وہ کہہ دو کہ میں اللہ پر ایمان لایا اس طرح (۲) قلب و جوارح یا دل اور (۳) اعضاء جسم کی استقامت بھی ہے جن کا تذکرہ ارشاد نبوی ﷺ کے اس کلمہ میں ہے: "پھر ثابت قدم رہو۔" اور یہ محض زبانی دعوے (اور زبانی جمع خرچ) حقیقتاً استقامت شمار نہیں ہوتے اسی طرح اعضاء جسم اور دل کی استقامت بھی اس وقت تک استقامت شمار نہیں ہوتی جب تک کہ ان پر زبان کی مہر تصدیق نہ ہوگی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے اس قول کو معیوب قرار دیا ہے جنہوں نے ایمان پر حقیقی استقامت کا زبانی دعویٰ کیا اور یہ سمجھ بیٹھے کہ وہ اپنے حقیقی مقام کی بجائے اس سے بہت ہی اعلیٰ مقام پر فائز ہو گئے ہیں چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَٰكِن قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ﴾

"اعراب (بدوؤں) نے کہا کہ ہم ایمان لائے، آپ کہہ دیں (اے نبی! کہ تم بھی ایمان نہیں لائے ہو بلکہ تم یہ کہو کہ اسلام لائے ہیں جبکہ (اصل) ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔" (الحجرات: ۱۴)

استقامت کی عظیم ترین قسم:

اللہ آپ کا نگہبان ہو! یہ بات خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ استقامت کی سب سے عظیم ترین قسم بندے کا توحید خالص پر استقامت و ثاب قدمی اختیار کرتا ہے اور اس سے مراد ہے اللہ کی معرفت حاصل کرنا، اس کی عبادت بجالانا اسکی جلالت شان کو تسلیم کرنا، اسی سے امیدیں وابستہ کرنا، اسی سے خوف کھانا، اسی کو پکارنا، اسی پر توکل و بھروسہ کرنا، اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور اس کی ذات پاک کے سوا کسی بھی دوسرے کی طرف التفات و توجہ نہ کرنا، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد الٰہی کے کلمات:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا﴾

"بے شک جن لوگوں نے کہا کہ تمہارا رب تو اللہ ہے پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے۔" (الاحقاف: ۱۳)

کی تفسیر یہ بیان کی ہے ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کے در کو چھوڑ کر ادھر ادھر نہ جھانکیں۔

استقامت اور خطرات:

لوگو! اللہ کے دین پر استقامت و پامردی اور ثابت قدمی اختیار کرنا بہت ہی عظیم الشان کام ہے جبکہ ساتھ ہی ساتھ یہ ہر طرف سے خطرات کے ساتھ ڈھکا ہوا ہے اس چاروں طرف فتنوں کی موجوں کا تلاطم ہے جو کہ اس استقامت اختیار کرنے والے شخص کو (جلا کر خاکستر کر دینے

کے لئے) خوب جوش دلاتی ہے اور اس کے دھلے دھبے ان فتنوں میں واقع ہونے کے لئے لاتی ہیں ۔ یہ امور استقامت وثابت قدمی اور ان پر مضبوطی سے قائم رہنے کو اتنا ہی مشکل بنا دیتی ہیں جس طرح کہ ہتھیلی میں آگ کے انگارے کو پکڑے رکھنا مشکل ہوتا ہے اسی لئے نبی اکرم ﷺ اس سے بکثرت اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے چنانچہ ترمذی میں نبی اکرم ﷺ کی یہ دعا وارد ہوئی ہے:

وَإِذَا أَرَدْتَ بِعِبَادِكَ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِي إِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُونٍ. (ترمذی)

"اے اللہ! جب تو لوگوں کو فتنے میں مبتلا کرنا چاہئے تو مجھے فتنے میں مبتلا کرنے سے پہلے ہی اپنی طرف اٹھالینا۔"[1]

ماحول کی اثر اندازی:

اللہ والو! وہ چیز جس میں کوئی شک وشبہ نہیں یہ ہے کہ بندے پر مسلسل فتنوں کا آنا اور اس کا بکثرت ان میں مبتلا ہوتے رہنا اور اس کے معاشرے اور بازار کا اس فتنے میں مبتلا ہونا اس کے دل میں خلل پیدا کردیتا ہے یا اسے کوتاہی وتقصیر میں مبتلا کردیتا ہے اور یہ ایک ایسی چیز ہے کہ جس سے نو کوئی مسلمان خالی ہے اور نہ خالی ہوسکتا ہے کہ اس کا ماحول اس پر اثر انداز ہوتا ہے اور جسے فتنوں کی سوزش وآگ نہ پہنچے گی اسے کم از کم فتنوں کا دھواں تو ضرور ہی پہنچے گا لیکن شارع حکیم نے مسلمانوں کو ایسا بھی بے دست وپا نہیں چھوڑا کہ اسے فتنے جیسے چاہیں گراتے اڑاتے پھریں اور اسے کوئی ایسی چیز نہ بتائی ہو جو اسے ان سے محفوظ رکھ سکتی ہے یا پھر خلل کو دور کرے اور اسے ختم کردے۔

استقامت واستغفار:

شارع حکیم نے اس استغفار کی طرف راہنمائی فرمائی ہے جسکا تقاضہ یہ ہے کہ توبہ نصوح کی جائے اور استقامت کی طرف رجوع کیا جائے تاکہ یہ چیز کم توڑ موجوں اور تباہ کن طوفانوں کے مقابلے میں اس کے لئے دلیری وحوصلہ کا باعث رہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ وَوَيْلٌ لِلْمُشْرِكِينَ﴾

"کہہ دیجئے (اے نبی!) کہ میں بھی تمہاری طرح ہی ایک بشر ہوں، میری طرف وحی اتاری جاتی ہے، تمہارا معبود صرف ایک ہے اس لئے تم اس کی طرف مستقیم ومتوجہ ہوجاؤ اور سے گناہوں کی مغفرت وبخشش مانگو اور مشرکوں کے لئے بڑی ہی ویل (خرابی) ہے۔" (حم السجدہ:٦)

اسی بناء پر نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا: اتَّقِ اللهَ حَيْثُمَا كُنْتَ، وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ.

"تم جہاں بھی رہو اللہ سے ڈرتے رہو، برائی ہوجانے کے بعد نیکی کرو جو کہ اسے مٹادے گی اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔"[2] (سنن ترمذی)

اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے:﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَلِكَ ذِكْرَى لِلذَّاكِرِينَ﴾

"بے شک نیکیاں برائیوں کو بہالے جاتی ہیں، یہ نصیحت ہے نصیحت پکڑنے والوں کے لئے۔" (ھود:١١٤)

---

[1] ترمذی:3233۔

[2] ترمذی:1987۔

استقامت مشکلات اور رکاوٹیں:

اللہ والو! ہم جس دین پر استقامت وثابت قدمی اختیار کرنے کی ترغیب دلاتے ہیں تو ہمیں اس بات کا بخوبی علم ہوتا ہے کہ یہ بہت مشکل کام ہے اس میں نفس کے ساتھ جہاد کرنا پڑے گا اور اس تک حقیقی انداز سے پہنچنے کی راہ میں بکثرت مشکلات اور رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں لیکن اس کے باوجود ہر مسلمان اور ہر معاشرہ اس بات کا پابند ہے کہ وہ استقامت وثبات کے حصول کی حسب استطاعت کوشش اور مقدور بھر تگ و دو کرتا رہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: اسْتَقِيمُوا وَلَنْ تُحْصُوا ، وَاعْلَمُوا أَنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَعْمَالِكُمُ الصَّلَاةَ ، وَلَا يُحَافِظُ عَلَى الْوُضُوءِ إِلَّا مُؤْمِنٌ

"استقامت اختیار کرنے میں کوشاں رہو اگرچہ یہ پوری طرح تم سے نہ ہو پائے گا اور یہ بات پیش نظر رکھو کہ تمہارے اعمال میں سے بہترین عمل نماز ہے اور وضوء پر پابندی صرف مومن ہی کرسکتا ہے۔"[1] (سنن ابن ماجہ، ومسند احمد)

جبکہ مسند احمد میں ہے: سَدِّدُوا وَقَارِبُوا۔

"سیدھے چلتے جاؤ اور میانہ روی اختیار کرو۔"

قول وعمل میں یکسانیت:

اللہ کے بندو! جس امر پر غور وخوص کرنا اور فہم وفراست سے کام لینا ضروری ہے وہ یہ ہے استقامت کی دعوت دینا یا اس کا دعوی کرنا لیکن خود درحقیقت اس کے بالکل تہی دست ہونا ایک بہت بڑا خلل اور غیر معمولی دراڑ ہے اور اپنے نفس کو جعلی کمال کے ذریعے رضامند ومدہوش کرنے کی آدمی کو ضرورت ہی نہیں پڑتی اور نہ ہی اس کی تصحیح واصلاح کی کیونکہ یہ جعلی کمال دراصل ایک ناقص ونامکمل چیز ہے۔ اصل کمال واعتدال تو یہ ہے کہ بندے کا قول وعمل باہم متفق اور اس کا ظاہر وباطن باہم یکساں ہوں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جن کی زندگی میں توازن واعتدال نہیں تھا اور عملی نفاذ پر انکا قول ودعویٰ غالب تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾

"کیا تم دوسرے لوگوں کے حکم دیتے ہو اور خود کو اپنے آپ کو بھول جاتے ہو جبکہ تم (اللہ کی) کتاب پڑھتے ہو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟

(البقرہ:۴۴)

قال أبو الدرداء: ويل لمن لم يعلم ولم يعمل مرّةً، وويل لمن علم ولم يعمل سبعين مرّةً.

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ویل وہلاکت ہے اس شخص کے لئے جسے علم نہ ہو اور اس نے ایک مرتبہ عمل نہ کیا اور ستر مرتبہ ویل وبربادی ہے اس شخص کے لئے جنہیں علم تو ہوا مگر اس نے عمل نہ کیا۔"[2]

قال الحسن البصري: "اعتبروا الناس بأعمالهم، ودعوا أقوالهم؛ فإنّ الله لم يدع قولًا إلا جعل عليه

---

[1] سنن ابن ماجہ: 278۔

[2] احیاء علوم الدین: 189۔

دليلًا من عمل يصدقه أو يكذبه، فإذا سمعت قولًا حسنًا فرويدًا بصاحبه؛ فإنْ وافق قوله عمله، فنعم ونعمة عين".

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "لوگوں کے ان کے اعمال کے اعتبار سے پہچانو۔ان کے اقوال کو چھوڑ دو۔اللہ نے کوئی ایسا قول نہیں چھوڑا سوائے اس کے کہ اس پر عمل دلیل نہ دی ہو جو اسکی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے اگر کوئی اچھی بات سنیں تو اس قول کے قول کو دیکھ لیں اگر اس کا وہ قول اس کے فعل کے عین مطابق ہے تو پھر یہ درست اور عین نعمت ہے۔"[1]

امام مالک نے ذکر فرمایا ہے کہ انہیں قاسم بن محمد رحمہ اللہ کے بارے میں یہ بات پہنچی ہے کہ انہوں نے فرمایا: أدركت الناس وما يعجبهم القول، إنما يعجبهم العمل۔

"میں نے ایسے لوگوں کو پایا ہے جنہیں محض زبانی دعوے اور جمع خرچ پسند نہیں بلکہ انہیں عمل پسند و محبوب ہے۔"

عیب و بری بات:

اللہ والو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور یہ بات خوب جان لو کہ بہت بڑا عیب اور سراسر بری بات ہے یہ ہے کہ بندے کا فعل اس کے قول کی تکذیب کرے یا اس کا حال یہ ہو کہ جو اس کے ظاہر قول کے مخالف ہو۔اللہ کی اطاعت پر استقامت و ثابت قدمی کے دعویدار کے لئے ضروری ہے کہ وہ واقع میں دھوکہ دہی کرنے اور گمراہ کرنے والا نہ ہو اور نہ وہ چھوٹا یار یا کار ہو نہ چور ہو، نہ ظالم اور دوسروں پر زیادتی کرنے والا ہو، نہ وہ اللہ کے کسی عزت والے کام کی بے حرمتی کرے، نہ عہد شکنی کرے اور نہ ہی اپنے رب کی شریعت کو پس پشت ڈالنے یا اسے کونے لگانے والا ہو۔ان بری عادات کے نتیجے میں قلق و اضطراب، ضعف اما نتداری، قتل و غارت کے عام ہونے، تخریب کاریوں کے پھیلنے، ہلاکتوں کے عام ہوجانے، حقوق سلب کرنے اور ذہن و نفس، مال و آبرو اور عقل پر زیادتیاں کرنے کا سلسلہ بہت پھیل جاتا ہے اور یہ المناک مصائب و بائیں اس وقت تک زائل نہیں ہونگی جب تک کہ اللہ کی طرف رجوع نہ کیا جائے، اس کی شریعت کو مضبوطی سے نہ تھاما جائے خلل و عیب والی جگہوں پر گہری نظر نہ ڈالی جائے اور اس کی ترمیم و اصلاح نہ کی جائے تا کہ ہم شور شرابہ اور غصہ و ملامت سے دور پر امن و خوشگوار زندگی گزار سکیں، ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ﴾

"مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک و شبہ میں مبتلا نہوئے اور اللہ کی راہ میں مال اور جان سے جہاد کیا یہی لوگ (ایمان کے) سچے ہیں۔" (الحجرات:۱۵)

دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

"اور یہ کہ میرا سیدھا راستہ یہی ہے تو تم اسی پر چلنا اور دوسرے ان باتوں کا اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تا کہ تم پرہیزگار بنو۔" (الانعام:۱۵۳)

---

[1] الموافقات: 1/ 73۔

معاونین استقامت:

لوگو! بندے کو اللہ کے دین پر استقامت وثابت قدمی اختیار کرنے میں مدد دینے والی چیزوں میں سے اللہ بکثرت اطاعت وعبادات بجالانا اور اعمال صالحہ سرانجام دینا ہے اوران اعمال پر اطاعت وعبادت میں سے افضل ترین عمل نفلی روزے رکھنا ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: مَا مِنْ عَبْدٍ يَصُومُ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللهِ، إِلَّا بَاعَدَ اللهُ بِذَلِكَ الْيَوْمِ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِينَ خَرِيفًا

"کوئی بندہ جو اللہ کی راہ میں ایک دن کا روزہ رکھے اللہ اسے جہنم سے ستر سالوں کی مسافت کے برابر دور کر دیتا ہے۔"[1] (بخاری ومسلم)

صیام ماہ محرم:

مسنون ومندوب روزوں میں سے ہی اللہ کے مہینے محرم کے روزے بھی ہیں جو کہ ماہ رمضان کے بعد سب سے افضل ترین روزے ہیں کیونکہ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وَأَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ صِيَامُ شَهْرِ اللهِ الْمُحَرَّمِ۔

"ماہ رمضان کے روزوں کے بعد افضل ترین روزے اس ماہ کے روزے ہیں جسے تم محرم کہتے ہو۔"[2] (صحیح مسلم)

اللہ والو! اس ماہ محرم کے روزوں میں سے بھی افضل تین روزہ یوم عاشوراء کا روزہ ہے جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ

"مجھے اللہ سے امید ہے کہ یہ روزہ سابقہ پورے ایک سال کے گناہ مٹا دے گا۔"[3] (صحیح مسلم)

جبکہ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: مَا عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَامَ يَوْمًا يَطْلُبُ فَضْلَهُ عَلَى الْأَيَّامِ إِلَّا هَذَا الْيَوْمَ۔

"میں نے کبھی نبی ﷺ کو اتنی کوشش کرکے دوسرے دنوں سے زیادہ فضیلت والا دن تلاش کرکے اس کا روزہ رکھتے نہیں دیکھا جتنی کہ آپ ماہ رمضان اور اس دن (یوم عاشوراء) کو تلاش کی کوشش کیا کیا کرتے تھے۔"[4] (بخاری ومسلم)

صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَئِنْ بَقِيتُ إِلَى قَابِلٍ، لَأَصُومَنَّ التَّاسِعَ

"اگر میں آئندہ سال ماہ محرم تک زندہ رہا تو میں نو محرم کا روزہ بھی ضرور رکھوں گا۔"[5] (صحیح مسلم)

لیکن اس کے آنے سے قبل ہی آپ ﷺ وفات پا گئے اور رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اللہ کے درود وسلام ہوں آپ ﷺ کی ذات گرامی پر۔

---

[1] صحیح مسلم: 1153۔
[2] صحیح مسلم: 1163۔
[3] صحیح مسلم: 1162۔
[4] صحیح مسلم: 1132۔
[5] صحیح مسلم: 1134۔

اختیار:

اللہ کے بندو! مسلمان کو اختیار ہے کہ وہ چاہئے تو صرف دس محرم کا روزہ رکھ لے یا چاہئے تو اس کے ساتھ ہی نو محرم کا روزہ بھی رکھ لے اور یہی افضل ہے یا بعض اہل علم کے بقول ۹-۱۰ محرم کے روزے رکھ لے اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس کے الفاظ مختلف فیہ ہیں اور یہ دخول محرم کے سلسلہ میں احتیاط کے پہلو پر مبنی ہے امام ابن سیرین اور اہل علم کی ایک جماعت کا قول ہے۔ جہاں تک محرم کی دس تاریخ کی جاننے کا معاملہ ہے تو یہ شریعت کے ایک متفق علیہ قاعدہ پر عمل سے ممکن ہے کہ اگر اس ماہ کا چاند نظر آجائے تو وہ اس ماہ کی ابتداء و دخول کی علامت ہے اور اگر اس ماہ کا چاند نظر نہ آئے تو ماہ رواں کے تیس دن پورے کر لیئے جائیں گے اور کسی قسم کے شکوک وشبہات میں پڑنے، جدال و مناظرات میں مبتلا ہونے اور فتاویٰ و استفسارات کے اختلاف میں سرگرداں ہونے کی کوئی ضرورت ہی نہی ہے اور یہ مسئلہ بالکل اور طئے ہے۔ والحمد للہ

اللہ تعالیٰ سب کو ان اقوال اعمال کی توفیق عطا فرمائے جو اسے پسند اور جن میں اس کی رضاء وخوشنودی ہے وہ سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

حفظ زبان، قلت کلام، ہر لفظ پر جوابدہی لایعنی امور سے گریز

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ اسامہ الخیاط حفظہ اللہ

۱۴۲۶/۱/۱۶ھ ۲۰۰۵/۲/۲۵ء

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اللہ کا تقویٰ اس دنیا کی زندگی میں بھی بہترین زاد راہ ہے اور یہی قیامت کے دن بھی بہترین توشۂ آخرت ثابت ہوگا وہ دن جسے کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ (88) إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾

"جس دن کہ مال واولاد کوئی نفع نہیں دینگے سوائے اس شخص کے (کوئی نہ بچ پائے گا) جو قلب سلیم کے ساتھ اللہ کے جناب میں حاضر ہوگا"

(الشعراء:۸۸-۸۹)

حسن اسلام:

مسلمانو! آدمی کا اپنے دین کی سلامتی، حسن اسلام اور صحت ایمان پر خصوصی توجہ دینا اس بات کی دلیل، روشن نشانی اور برہان شاید ہے کہ وہ شخص عقل سلیم کا مالک ہے اس کا منہج وطرز عمل درست ہے اور وہ اللہ سے کمال درجہ توفیق پائے ہوئے ہے۔

مقام دین:

اللہ والو! مسلمان کا دین ہی اس کا راہنما اور اسے اس دنیائی زندگی میں ہر طرح کی سعادت وخوشحالی تک پہنچانے والا قائد ہے اور یہ دین ہی ہے جو کہ اسے آخرت کی زندگی میں بھی فوز وفلاح سے سرخرو کرے گا کیونکہ اس میں بینات و دلائل اور ہدایت ہیں جنکی بدولت بندہ ضلالت و گمراہی سے محفوظ رہتا ہے شقاوت و بدحالی کی راہ سے بچتا ہے اور خسارہ ونقصان کے ساتھ ساتھ امیدوں پر پانی پھیرنے سے بھی بچتا رہتا ہے۔

جوامع الکلم میں جامع ادب ترک لایعنی:

نبی اکرم ﷺ جو کہ اپنی امت کو ہر طرح کی خیر وبھلائی پر مطلع کرنے کے بڑے ہی شائق اور امت کے لئے بڑے ہی نرم دل اور انتہائی مہربان تھے، آپ ﷺ نے اپنی امت کو ایک بہت ہی جامع ادب، انتہائی شریفانہ و باعزت خصلت ایک قابل تعریف عادت اور انتہائی کریمانہ اخلاقی صفت سکھلائی اور اس کی طرف رہنمائی فرمائی ہے جس سے آدمی کا اسلام عمدہ ہوجاتا ہے اور اسی کی بدولت انسان اپنی اصل غرض وغایت اور مطلوب ومقصود یعنی اللہ تعالیٰ کی رضاء وخوشنودی پانے میں کامیاب ہوجاتا ہے، اور وہ اس حدیث میں آیا ہے جو کہ سنن ترمذی وابن ماجہ اور صحیح ابن حبان میں حسن درجہ کی سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ۔

"آدمی کے حسن اسلام کی علامت یہ ہے کہ وہ لایعنی امور کو ترک کردے۔"[1] (ترمذی، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان باسناد حسن)

---

[1] ترمذی:2317۔

اس حدیث کے بارے میں امام وحافظ الحدیث علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”یہ حدیث انتہائی جامع کلام پر مشتمل ہے اس کے الفاظ گرچہ بہت تھوڑے سے ہی لیکن اپنے اندر یہ بکثرت جلیل القدر معانی سموئے ہوئے ہے، اور یہ ایسی بات ہے کہ نبی ﷺ سے قبل کسی نے نہیں کہی کیونکہ جس شخص کا اسلام عمدہ ہوگا وہ تمام لایعنی اقوال واعمال کو ترک کرنے کا تقاضہ کرتا ہے اور جب کوئی حسن اسلام والا ہوگا تو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ محرمات ومشتبہات، مکروہات اور بے فائدہ مباحات جیسے تمام لایعنی امورواشیاء کو ترک کردے اور یہ (آخرالذکر) وہ مقدار ہے جو کہ ضرورت سے زائد ہو۔“

درجۂ احسان وخلوص:

جب کسی کا اسلام کامل ہو اور وہ شخص اس خلوص واحسان کے درجے کو پہنچ چکا ہو تو اسے ان چیزوں سے کوئی سروکار ہی نہیں رہتا اور اس درجۂ خلوص واحسان کی حقیقت نبی اکرم ﷺ نے اس حدیث میں بیان فرمائی ہے جو کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ سے اسلام، ایمان اور احسان (وقیامت) کے بارے میں سوال کرتے ہیں، اس حدیث میں احسان کا مفہوم بیان کرتے ہوئے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنَّكَ إِنْ لَا تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ۔

”تم اللہ کی عبادت اس کیفیت سے ادا کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے دیکھ نہیں رہے تو (یہ ضرور ہو کہ) وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔“[1] (صحیح مسلم)

اس درجے کا تقاضا:

جس نے اللہ کی عبادت اس انداز سے کی کہ وہ اس کے دل ودماغ کے بالکل قریب ہے تو یہ عمل وعبادت اسے اللہ کا مقرب بنا دیتی ہے یا اس کا رب اس کے قریب ہو جاتا ہے تب اس کا اسلام بہت ہی عمدہ ہو جاتا ہے اور یہ چیز اس پر لازم کر دیتی ہے کہ وہ اسلام میں جتنی بھی لایعنی اشیاء وامور ہیں انہیں ترک کر دے اور ان چیزوں کو اپنائے جو کہ اس کے اہمیت رکھتی ہیں مثلاً صحت عقیدہ، کمال ایمان اور حسن عمدۂ عمل اور وہ صرف ان مباحات کو اختیار کرے جو کہ اس کے معاش کی ضرورت ہیں اور ان کے بغیر اس کی زندگی کا قائم رہنا ناممکن ہے۔

لایعنی اشیاء میں ضیاع وقت:

اس کے برعکس جس نے اپنے انتہائی قیمتی اوقات ان اشیاء کو جمع کرنے میں ضائع کر دیئے جو کہ اس کے لئے کوئی خاص ضروری نہیں، اس کی عقل ان امور سے ہٹ گئی جو کہ اس کے لئے فائدہ مند ہیں، اس کے مقام ومرتبہ کو بلند کرنے والے ہیں، اسے صحیح وباشرف مقاصد کی صحیح رسائی کرنے والے ہیں اور اسے معز زمنزل مہیا کرنے والے ہیں تو ایسا شخص کھلے نقصن اور واضح خسارے میں مبتلا ہو گیا، آدمی کا لایعنی امور میں مشغول ہو جانا ایسے ہی ہے جیسے کوئی ان علوم کی تحصیل شروع کر دے جن ی اس کے لئے کوئی اہمیت ہی نہیں اور ساتھ ہی اس کا

[1] صحیح مسلم: 9۔

معنیٰ یہ بھی ہوگا کہ اس نے ان لایعنی اشیاء کو پانے کے لئے ان سے بہت ہی زیادہ اہمیت والی چیزوں کو ترک کردیا جن میں سے کوئی اس کے قلب کی اصلاح کرنے والی تھی، کوئی اس کے نفس کا تزکیہ کرنے کا باعث تھی کوئی اس کے بھائیوں کے لئے مفید تھی اور کوئی اس کی قوم و وطن کی عظمت و شوکت کو بلند کرنے والی تھی۔

(۱) لغویات وفضول گوئی:

انہی لایعنی امور میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ آدمی فضول گوئی اور لغو کلامی سے اپنی زبان کا تحفظ نہ کرے اور نہ ہی اپنے آپ کو ان امور و اشیاء کی پیروی کرنے سے روکے جنکی کوئی اہمیت نہیں اور نہ وہ اس کے لئے فائدہ مند ہیں مثلا لوگوں کی خبریں سونگھتے پھرنا، انکے حالات و اموال اور انکے اخراجات کی تفاصیل جاننے کے درپے رہنا اور ان کی گنتی کرتے پھرنا، ان کے اقوال و اعمال کی کھوج لگانا جو کہ وہ اپنے گھروں میں اور اپنے اہل وعیال میں بیٹھ کر کرتے ہیں جبکہ ان سب امور کے پیچھے کوئی شرعی غرض بھی نہ ہو سوائے اس کے کہ وہ لایعنی طور پر ان کے مخفی امور اور انکے درپردہ مخصوص (پرائیویٹ) حالات جاننے کی ٹوہ میں رہتا ہے۔

(۲) غیر متعلقہ موضوع پر دخل در معقولات:

اللہ والو! لایعنی امور میں سے ہی یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اس موضوع پر گفتگو شروع کردے جسے وہ اچھی طرح بیان نہیں کرسکتا اور نہ ہی اسے اس میں اتقان و پختگی حاصل ہے اور نہ ہی وہ اس کے بارے کوئی اسپیشلسٹ ہے اور نہ ہی اس سے اس کا کوئی خاص تعلق یا اس میں کوئی تجربہ و مہارت ہے اور نہ ہی اس سے اس موضوع پر گفتگو کرنے یا اس میں رائے دینے کا اس سے مطالبہ کیا گیا ہے۔
یہ سب وہ محض دل لگی و وقت گزاری بلکہ وقت کو ضائع کرنے کے لئے کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ ایسا کرنے سے اسے مجلس میں سرکردگی مل جائے گی اور وہ لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بن جائے گا، ایسا شخص اس روش پر چل رہا ہوتا ہے اور کبھی کبھی ایسا لایعنی موضوع اسے ان امور میں دخل اندازی پر لگا دیتا ہے جن میں دخل اندازی روا نہیں جیسے فحاشی وشہوت پر مشتمل گفتگو، لوگوں کی درپردہ اشیاء کے اوصاف بیان کرنا، مومن بھولی بھالی بے قصور عورتوں پر بہتان طراز کرنا، بری باتوں کو پھیلانا افواہوں، جھوٹی باتوں، خود ساختہ خبروں کو پھیلانا وغیرہ ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ممکن ہے کہ تجزیے وتبصرے کرنے لگے، توقعات اور پیشین گوئیوں میں گھس جائے جو کہ اکثر اوقات محض ظن وگمان اور اوہام پر مبنی ہوتی ہیں، یہ سب وہ امور ہیں جن کی پیروی کرنا اور ان کے درپے ہونا صحیح نہیں نہ ان میں دخل اندازی روا ہے نہ انہیں دلیل کے طور پر پیش کرنا درست ہے، نہ ان سے فریب کھانا جائز ہے اور نہ ہی ان کے تقاضوں پر عمل پیرا ہونا دانشمندی ہے۔

ترک لایعنی میں معاون قلت وقت کا احساس:

خبردار! آدمی کے لئے ان لایعنی امور کے ترک کرنے میں تعاون کرنے والی چیزوں میں سے ایک تو یہ ہے کہ وہ اس بات کو ذہن میں رکھے کہ ہمارے اوقات سے واجبات کی تعداد زیادہ ہے اور ہماری عمر میں بہت ہی چھوٹی ہیں جیسا کہ رسول ہدایت ﷺ نے اس سلسلہ میں ہمیں اس حدیث میں بتایا ہے جو کہ سنن ترمذی ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی

ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: أَعْمَارُ أُمَّتِي مَا بَيْنَ السِّتِّينَ إِلَى السَّبْعِينَ، وَأَقَلُّهُمْ مَنْ يَجُوزُ ذَلِكَ۔
"میری امت کے افراد کی عمریں ساٹھ سے ستر سال تک کے درمیان میں اور بہت کم لوگ اس سے تجاوز کرتے ہیں۔"[1] (ترمذی، ابن ماجہ، مستدرک حاکم باسناد صحیح)

ایسی چھوٹی سی عمر تو لازمی کاموں کے لئے بھی پوری نہیں پڑتی جیسے کہ بعض اہل علم نے کہا ہے چہ جائیکہ یہ فضول و لایعنی امور کے لئے بھی اپنے اندر وسعت رکھے۔

میدان حشر میں جوابدہی:

بندہ اسی بات کا بھی جوابدہ ہے کہ اس نے اپنی عمر کن کاموں میں فنا کی؟ جیسا کہ جامع ترمذی میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ عُمُرِهِ فِيمَ أَفْنَاهُ، وَعَنْ عِلْمِهِ فِيمَ فَعَلَ، وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَ أَنْفَقَهُ، وَعَنْ جِسْمِهِ فِيمَ أَبْلَاهُ"
"کسی بندے کے پاؤں قیامت کے دن اپنی جگہ سے اس وقت تک ہلنے نہیں پائیں گے جب تک کہ اس سے اس کی عمر کے بارے میں سوال نہ پوچھ لیا جائے کہ اسے اس نے کن کن کاموں میں فنا کیا؟ اور اس کے علم کے بارے میں کہ اس نے اس پر خود کس حد تک عمل کیا؟ اور اس کے مال کے بارے میں کہ اسے اس نے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور اس کے جسم کے بارے میں کہ اسے اس نے کس کام میں لگا کر ختم کیا؟۔"[2] (جامع ترمذی باسناد صحیح)

ہر لفظ پر پہرہ:

بندہ اپنی زبان سے جو بھی لفظ نکالتا ہے وہ اس کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے جس پر کہ اسے اچھا یا برا بدلہ دیا جائیگا تا کہ اسے معلوم ہو کہ زبان سے نکلنے والے ہر کلمہ پر بندہ ذمہ دار ہے اور وہ اس کے بارے میں جوابدیدہ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ (17) مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾
"اور ہم ہی نے انسان کو پیدا کیا ہے اور جو خیالات اس کے دل میں گزرتے ہیں ہم انہیں جانتے ہیں اور ہم اس کی رگ جان (شہ رگ) سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں جب (وہ کوئی کام کرتا ہے تو) وہ لکھنے والے جو دائیں بائیں بیٹھے ہیں لکھ لیتے ہیں۔ کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی مگر ایک نگہبان اس کے پاس (لکھنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ (ق:۱۶-۱۸)

علامہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے: اس آیت کا ظاہر معنی یہ ہے کہ فرشتہ بندے کی زبان سے نکلنے والی ہر بات لکھتا ہے اور اسی بات کی اللہ کے اس ارشاد کے ان الفاظ کے عموم سے بھی تائید ہوتی ہے جن میں ہے:

---

[1] ترمذی: 3550۔
[2] ترمذی: 2417۔

"کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی۔۔۔"

کیونکہ ارشاد الٰہی کے یہ کلمات چھوٹی بڑی ہر بات کو شامل ہیں۔

الفاظ و کلمات کی اہمیت:

موطا امام مالک، مسند امام احمد، سنن ترمذی و نسائی اور ابن ماجہ میں صحیح سند سے علقمہ لیثی رحمہ اللہ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللهِ، مَا يَظُنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ، فَيَكْتُبُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ بِهَا رِضْوَانَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللهِ، مَا يَظُنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ، فَيَكْتُبُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ بِهَا سَخَطَهُ إِلَى يَوْمِ يَلْقَاهُ.

قَالَ عَلْقَمَةُ: فَانْظُرْ، وَيْحَكَ مَاذَا تَقُولُ، وَمَاذَا تَكَلَّمُ بِهِ، فَرُبَّ كَلَامٍ قَدْ مَنَعَنِي أَنْ أَتَكَلَّمَ بِهِ مَا سَمِعْتُ مِنْ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ۔

"بندہ اللہ کی رضاء و خوشنودی والا ایسا کلمہ اپنی زبان سے نکالتا ہے اور اسے اس بات کا گمان بھی نہیں ہوتا کہ وہ اتنا بلند مقام حاصل کرلے گا جتنا کہ وہ حاصل کرلیتا ہے، اس کلمہ کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کے لئے ملاقات کے دن روز قیامت) تک اپنی رضاء و خوشنودی لکھ دیتا ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی و غصے والا کلمہ اپنی زبان سے نکالتا ہے اور اسے اس بات کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا کہ یہ کلمے اسے کہاں تک پہنچا دے گا۔ اس کلمے کی پاداش میں اللہ اس کے لئے ملاقات کے دن (قیامت) تک اپنی ناراضگی لکھ دیتا ہے۔" علقمہ لیثی رحمہ اللہ کہا کرتے تھے: کتنی ہی باتیں رہیں ہیں کہ میں کہنا چاہتا ہوں مگر مجھے حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث رسول ﷺ اور اس میں وارد وعید و شدید نے ان سے روک رکھا ہے۔"[1] (موطا امام مالک، مسند احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ باسناد صحیح)

مذموم خصلت:

کسی مجلس کی سربراہی حاصل کرنا، مرد محفل بننا اور لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بننے کی تگ و دو کرنا ایک قابل مذمت مقصد اور ذلیل خصلت ہے، جو خصلت ہے، جو شخص اس عادت سے آزمایا اور اس میں مبتلا کر دیا گیا اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان کے غصے و ناراضگی کے سوا اس کا کوئی پھل نہ پائے گا لہٰذا اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور لایعنی اقوال و اعمال کی ترک کرنے میں اللہ کے نیک بندوں (عباد الرحمن) میں سے بھی چنندہ و برگزیدہ بندوں کی اقتداء و پیروی کرو، ایسا کرنے سے آپ فلاح پانے اور جنات نعیم کو حاصل کرنے والے بن جائیں گے جن کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُولَئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾

"یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور یہی عقل والے ہیں۔" (الزمر: ۱۸)

[1] ابن ماجہ: 3969۔

زبان پر کنٹرول:

اللہ کے بندو!

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا:

"دو بندے سے اللہ کے منہ موڑ لینے کی علامت یہ ہے کہ وہ اسے ایسے کاموں میں مشغول کر دے جو کہ اس کے لئے لایعنی (بے فائدہ) ہیں۔"

لہذا ہر وہ عاقل و دانشمند شخص جو اللہ کی ملاقات اور قیامت کے دن کی سرخروئی کا طالب ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی حالت دینی و اخلاقی کی نگرانی و محاسبہ نفس کرتا رہے، اپنی زبان پر کنٹرول رکھے اپنے وقت پر نگاہ رکھے اور بصیرت سے کام لے اور اپنی گفتگو کو بھی عمل کا درجہ دے، جو شخص اپنی گفتگو کو عمل کا درجہ دے لے گا وہ ضروری و اہم امور کے سوا بہت کم گفتگو کرے گا۔

علامہ ابن رجب رحمہ اللہ کے نزدیک لایعنی اور اشیاء خصوصا لایعنی گفتگو کے ترک کرنے سے مراد اکثر اوقات پر ہوتی ہے کہ لغو وفضول گفتگو سے اپنی زبان کو محفوظ رکھا جائے، کسی کے لئے لایعنی گفتگو کا یہی نقصان کافی ہے کہ یہ اسے ان بکثرت خیر و بھلائی والے امور سے روک دیتی ہے کہ جنہیں سرانجام دینے سے اس کا مقام و مرتبہ بلند ہو جاتا، اس کی قدر و منزلت بڑھ جاتی، اس کی عزت و منزلت سر چند ہو جاتی، اس کی زندگی خوشگوار ہو جاتی اور اس کا انجام و آخرت سنور جاتی۔

اللہ والو! خبردار ہو! اور اللہ کا تقویٰ (ڈر) اختیار کرو اور ہر وہ کام کرنے کی بھرپور کوشش کرو جو آپ کے لئے دنیا و آخرت پر دو جہان میں ہی مفید ہو۔

عفت وعصمت یا پاکدامنی وپارسائی

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن محمد آل طالب حفظہ اللہ
۱۴۲۶/۱/۲۳ھ، ۲۰۰۵/۳/۴ء

جنت یا جہنم:

مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کریں اور اس بات کا علم ویقین رکھیں آپ کو اسی طرف لوٹ کر جانا ہے، آپ کو آپ کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، ان کا عمل حساب وکتاب ہوگا اور جنت یا جہنم کی طرف جانا اور ان میں سے کسی ایک کا ٹھکانہ بننا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا (70) يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سیدھی سچی بات کیا کرو، وہ (اللہ) تمہارے اعمال کو درست کر دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و پیروی کی وہ بہت بڑی مراد و کامیابی پا گیا۔ (الاحزاب: ۷۰-۷۱)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ (15) آخِذِينَ مَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَلِكَ مُحْسِنِينَ﴾

"بے شک متقی لوگ جنتوں اور چشموں میں (عیش کر رہے) ہونگے اور جو جو (نعمتیں) ان کا رب انہیں دیتا ہوگا، انہیں لے رہے ہونگے بے شک وہ اس پہلے نیکیاں کرتے تھے۔ (الذاریات: ۱۵-۱۶)

عفت و پاکدامنی شیوۂ پیغمبری:

اللہ کے بندو! کسی کھانے والے نے حلال پاکیزہ کھانے جیسا کھانا نہ کھایا ہوگا اور شرم وحیاء اور عفت و پاکدامنی سے بہتر کوئی چادر نہیں اوڑھی ہوگی، مسلمانو! عفت و پاکدامنی انبیاء کرام علیھم السلام کی نشانی، علماء کا زیور اور اللہ کے بندوں نیز نیک وصالح لوگوں کا تاج ہے، عفاف (حرام سے باز رہنا بے تاج سلطانی و بادشاہی ہے یہ مال کے بغیر ہی ایک تونگری ہے بغیر پکڑ دھکڑ دکھلائے ایک قوت ہے۔ ایک کریمانہ اخلاق اور شریفانہ عادت ہے، یہ عفاف و پاکدامی معزز گھرانوں اور پاک وشرلوگوں کی نشانی ہے یہ قوی ونیک تربیت و پرورش دلیل ہے۔

یہ عفت و پاکدامنی قیامت کے دن رب ذو الجلال کے عرش کے سایہ کو پانے کا موجب وسبب ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے جس میں (سات آدمیوں میں سے ایک کا ذکر کرتے ہوئے نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ: سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ، فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللهَ۔

ایک وہ آدمی ہے جسے کسی بڑے منصب وخاندان والی حسین وجمیل عورت نے (بدکاری کی) دعوت دی مگر اس نے (انکار کرتے ہوئے کہہ دیا: "میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔"[1] (صحیح بخاری)

---

[1] صحیح بخاری:660۔

قبولیت دعاء اور خطرات سے نجات:

حرام سے بچنا اور عفت و پاکدامنی اختیار کرنا دعاؤں کی قبولیت اور خطرات سے نجات کا باعث ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے جس میں مذکور ہے کہ تین آدمی غار میں داخل ہوئے تو (بارش کے زور سے) پہاڑی چٹان کے گرنے سے اس کا منہ بند ہوگیا تھا، عفت و پاکدامنی نبی بشر کی جبلت وفطرت میں شامل ہے اور یہ اصحاب عقل و دانش لوگوں اور فطرت سلیمہ کے مالک افراد کی طبیعت کا حصہ ہے۔

عفت کیا ہے؟ ثمرات عفت:

اے ایمان والو! عفت و پاکدامنی سے مراد ہر اس چیز سے باز رہنا ہے جو نہ تو حلال ہو اور نہ ہی باعث حسن و جمال اپنے نفس کے کو حرام شہوتوں سے روکنا اور اسے صرف حلال کا پابند کرنے کے ساتھ ساتھ اس پر قناعت کرنا اور رضامند رہنا ہے۔ یہ ایک پاکیزہ اخلاق و عادت ہے جو کہ ایمان کے باغیچوں میں جنم لیتی ہے اور حیاء و تقویٰ کے پانی سے سیرات ہوتی ہے۔ یہ گھٹیا شہوتوں سے پرا پنے نفس کو بالا رکھنا اور غیر لائق امور و افعال سے بلند رہنا ہے بلکہ اسی خلق و عادت سے دوسری تمام شریف عادات و اطوار اور عمدہ خصلتیں فیضیات ہوتی ہیں، صاحب عفت و عصمت اور پاکباز شخص لالچی و ڈرپوک ہوتا ہے، نہ ہی وہ جزع و فزع کرنے گھبرا اٹھنے اور چیخنے چلانے کو اپناتا ہے اور نہ ہی وہ داد و پیش کے ساتھ روکنے والا بخیل و کنجوس ہوتا ہے جیسا کہ (سورۃ المعارج: ۱۹-۲۱) میں عفیفت و پاکدامن لوگوں تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ﴾

"اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔" (المعارج: ۲۹)

اور پھر تھوڑا آگے چل کر فرمایا ہے: ﴿أُولَئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُكْرَمُونَ﴾

یہی لوگ جنتوں مین عزت و اکرام سے ہونگے۔" (المعارج: ۳۵)

عفت و عصمت اور پاکدامنی و پاکبازی کا بدلہ یہ جنت اور عزت و کرامت ہے کیونکہ پاکدامن شخص اللہ کے نزدیک بڑا ہی عزت والا معزز و مکرم ہے اس نے دنیا میں اپنے نفس کو گھٹیا حرکات و فحش افعال سے بچا کر اسے عزت دی تو اللہ تعالیٰ نے آخرت میں اسے اعلیٰ مقام و بلند درجات اور عمدہ نوازشوں کے ساتھ عزت بخشی اور وہ جنتوں کا مستحق قرار پایا کیونکہ یہ میراث پاک لوگوں کے لئے ہی ہے جیسا کہ سورۃ المومنون میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿أُولَئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ (10) الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾

"یہی لوگ ہیں ہی تو وارث ہیں جو کہ جنت الفردوس کی (میراث یا) وراثت پائیں گے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔" (المومنون: ۱۰-۱۱)

یہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں میراث جنت الفردوس کی بشارت دی ہے جبکہ اسی سورۃ المومنون کی شروع میں ہی انہیں فوز و فلاح کی بشارت دی گئی ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جب اہل جنت کا ذکر فرمایا تو انہیں میں سے ایک کے بارے میں فرمایا: وَأَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلَاثَةٌ: وَمِنهُم عَفِيفٌ مُتَعَفِّفٌ

"ان میں سے ہی ایک پاکدامن و پاکباز بھی ہے۔"[1]

منصب و جمال اور عفت و کمال:

جب واقعات وقصص کی بات ہوتو ان میں سے سب سے اچھا (احسن القصص) حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ ہے جوکہ انتہائی معزز ومکرم انسان حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے اور خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے (الکریم بن الکریم بن الکریم) تھے۔ جنہوں نے انتہائی عفت و پارسائی والا موقف اختیار فرمایا اور وہ بھی ان حالات میں جن میں بڑے بڑوں کے عزائم ٹوٹ کر بکھر جائیں چہ جائیکہ وہ نوجوان ہوجوکہ اپنے اہل خانہ سے دور اور غریب الدیار و اجنبی ہو، ان حالات کے ووقائع کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ﴾

"اور جس گھر میں وہ (یوسف علیہ السلام) رہتے تھے اس نے انہیں اپنی طرف مائل کرنا چاہا اور دروازے بند کرکے انہیں کہنے لگی کہ جلدی آؤ۔ انہوں نے کہا کہ اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔ وہ (تمہارے میاں) تو میرے آقا ہیں۔ انہوں نے مجھے اچھی طرح سے رکھا ہوا ہے (میں یہ ظلم نہیں کرسکتا) بے شک ظالم لوگ فلاح نہیں پائیں گے۔ (یوسف:۲۳)

"واللہ" ایک عظیم کلمہ ہے (اللہ اپنی پناہ میں رکھے) اور یہ بہت ہی مشکل موقع پر کہا گیا جہاں کہ کوئی بہت بڑے ایمان والا ہی ایسا کہہ اور کرسکتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اس صاحب منصب و جمال شہزادی کے وعدہ، وعیدوں، جیل کی سزاؤں اور دھمکیوں میں سے کسی چیز کو بھی خاطر میں نہ لائے اور اس مصیبت و آزمائش سے باحفاظت پار نکل گئے اور آزمائش میں اسی کامیابی کا نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں (مصر کی) بادشاہی سے نوازا اور انہیں خوابوں کی تعبیر کا علم عطا کیا اور ان سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ اللہ کے مخلص بندوں میں سے تھے۔

احسن القصص میں نصائح وعبر:

حضرت یوسف علیہ السلام کے اس قصہ میں بہت ہی سامان عبرت اور کئی نصیحت پائی جاتی ہیں جن میں سے ہی ایک یہ ہے کہ عفت و پاکدامنی کا ثمرہ ونتیجہ غناء وتونگری، نورقلب، عقل و بصیرت، ضیاء ایمانی علم وحکمت، فہم وفراست اور توفیق خیر ہے اور یہ سب اس لئے کہ عفت وعصمت اور پاکدامنی و پاکبازی کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کو اپنے تمام افعال کا نگران ماننا اور علانیہ و پوشیدہ ہر شکل میں اس سے خوف کھاتا ہے اور جو شخص اپنے قلب وضمیر میں اپنے رب کا نگہبان ونگران مان لے اللہ اس کے اعضاء جسم کے افعال وحرکات میں اسے حرام وناجائز امور سے بچالیتا ہے اور اسے اپنی رضاء وخوشنودی سے نواز دیتا ہے۔ ﴿رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ﴾

"اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے اور یہ اس لئے ہے جو اپنے رب سے ڈر گیا۔" (البینۃ:۸)

دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ﴾

"اور جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈر گیا اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔ (الرحمٰن:۴۶)

[1] صحیح مسلم:2865۔

﴿ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى (40) فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى ﴾

”اور جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈر گیا اور اس نے اپنے نفس کو خواہشات (کی تسکین) سے روک لینا اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔(النازعات:۴۰-۴۱)

عفت مآب عورتوں پر تہمت کی سزا:

مسلمانو! اسلام نے چونکہ عفت و عصمت اور طہارت و پاکیزگی اخلاق و کردار کے پہلو کا بہت ہی زیادہ اہتمام کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کی بہت تعریف کی ہے اور فرمایا ہے: ﴿ فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ ﴾

” جو نیک عورتیں ہیں وہ (اپنے شوہروں کی) فرمانبرداری کرتی ہیں اور انکی عدم موجودگی میں بھی یہ حفاظت الٰہی (مال و عصمت کی) نگہداشت و خبر دار کرتی ہیں۔(النساء:۳۴)

اس لئے اللہ تعالیٰ نے مومن کی عصمت و آبرو کی سخت حمایت و حفاظت فرمائی ہے اور انکی شہرت و نیک نامی کا تحفظ فرمایا ہے کیونکہ وہ اللہ کے نزدیک بڑی معزز و مکرم اور حرمت و شرافت والی ہیں چنانچہ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (23) يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (24) يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ (25) الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ أُولَئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴾

” جو لوگ پرہیزگار و پاکدامن اور برے کاموں سے بے خبر و بھولی بھالی عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت (دونوں میں لعنت ہے اور انہیں سخت عذاب ہوگا جس دن (بروز قیامت) کہ انکی زبانیں، ہاتھ اور پاؤں سب ان کے اعمال و افعال کی گواہی دیں گے اسی دن اللہ انہیں (ان کے اعمال کا) پورا پورا (اور) ٹھیک بدلہ دے گا اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ برحق (اور حق کو) ظاہر کرنے والا ہے۔ خبیث و ناپاک عورتیں خبیث و ناپاک مردوں کے لئے اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لئے اور طیب و پاک عورتیں طیب و پاک مردوں کے لئے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے۔ یہ (پاکباز لوگ) ان (بدگویوں) کی باتوں سے بری ہیں اور انکے لئے مغفرت و بخشش اور نیک و پاک رزق ہے۔“(النور:۲۳-۲۶)

اسی پر بس نہیں بلکہ عفیفہ و پاکدامن عورت کی عصمت و آبرو پر ناحق تہمت لگانے والے شخص پر حد (سزا) واجب ہو جاتی ہے وہ شخص مقام عدالت سے گر جاتا ہے (اس کی گواہی قبول نہیں رہتی) اور اس پر فسق کا عیب کا دھبہ لگ جاتا ہے، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴾

”اور جو لوگ پرہیزگار و پاکدامن عورتوں پر بدکاری کا الزام لگائیں اور اس پر چار گواہ پیش نہ کریں وانہیں اسی کوڑے مارو اور کبھی انکی شہادت

قبول نہ کرو اور یہی فاسق و بدکار ہیں۔" (النور:۴)

پاکیزہ معاشرے کا تصور اسلام:

آپ آپ کا نگہبان ہو! آپ ان آیات پر ذرہ دوبارہ غور کرکے دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ معصوم و پاکدامن عورتوں کو کیسے غافل و بھولی بھالی عورتیں قرار دیا ہے، ان کا یہ وصف انتہائی برمحل اور لطف و باریک ہے اور قابل تعریب وستائش بھی اور یہ وصف ایک بری معاشرے کا تصور پیش کرتا ہے اور اس میں اس پاکیزہ گھر کا ماحول پیش کیا گیا ہے جس میں یہ دوشیزگان انتہائی عفت و پردے میں پرورش پاتی ہیں جو کہ اخلاقی کرداروں اور گناہوں سے کوسوں دور ہوتی ہیں قرآن انہیں سفلی طبائع کی گندگیوں سے بری و دور اور گھٹیا عادات و اطوار شے قطعانا آشنا بھولی بھالی عورتوں کے روپ میں پیش کر رہا ہے۔

بکاؤ قلموں اور گھٹیا فلموں کا کرداد:

اب ذرہ اس چیز پر بھی غور کر کے دیکھ لیں کہ بازار میں پڑی بکاؤ قلمیں اور گھٹیا اخلاق فلمیں کس طرح ایک دوسرے کا تعاون کر رہی ہیں تاکہ وہ اس بھولے بھالے حجاب و پردے کو چاک کردیں اور پردوں کا چاک کرنے کے لئے وہ سب ایک دوسرے سے سبقت لے جانے اور بازی مارنے میں کوشاں ہیں اور اپنی تمام تر جدو جہد اس بات پر صرف کر رہے ہیں کہ بچوں کی آنکھوں کے سامنے وہ کچھ لایا جائے جس سے بڑے شرم وحیاء محسوس کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سچ ہی فرمایا ہے: ﴿ وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا ﴾

"اللہ تو چاہتا ہے کہ تم پر مہربانی کرے اور جو لوگ اپنی خواہشات کی پیروی وغلامی کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھے راستے سے بھٹک کر دور جا نکلو۔" (النساء:۲۷)

عفت - اسلام کا عظیم مقصد:

مسلمانو! عزتوں آبروؤں کا تحفظ، نفوس کا تزکیہ، طبائع کی تطہیر اور عفت و طہارت اور پاکیزگی و پاکدامنی کو پروان چڑھانے کے بارے میں گفتگو کرنا اور اسے موضوع بحث بنانا کوئی جذباتی نعرے نہیں ہیں یا محض اخلاقی کمالات پر کلام کرنا نہیں بلکہ یہ تو معاشرے کے باہمی ارتباط کی بنیاد اور اس کی بقاء کا اساسی پتھر ہے اور اس کے سات ہی یہ شرع حنیف کے عظیم مقاصد میں سے ایک مقصد اور غرض و غایت ہے۔

عفت و توحید اور زنا و شرک:

دیکھیں تو سہی کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح عفت و پارسائی اور امن و امان کو اپنی توحید کے ساتھ ایک ہی آیت میں یکجا کر دیا ہے اور دوسری طرف قتل و خونریزی اور بدکاری و آبروریزی کو شرک کے ساتھ ملا دیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ

يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا﴾

”اور جولوگ الٰہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود (باطل) کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے کسی برحق کے سوا قتل کرنا حرام کررکھا ہے اور نہ وہ زنا و بدکاری کرتے ہیں، اور جس نے یہ کام کئے وہ سخت گناہ میں مبتلا ہوگا، قیامت کے دن اسے دگنا عذاب ہوگا ذلت و خواری سے وہ ہمیشہ اس میں رہے گا۔“ (الفرقان:٦٨-٦٩)

لہٰذا یہ ایسا معاملہ نہیں کہ جس میں لا پرواہی برتی جائے یا اس کے بارے میں بھاؤ تاؤ کیا جائے۔

یہ واجب ہے کہ معاشرے کی تاسیس وتشکیل بیدار ضمیروں، شریفانہ عادات و اطوار اور سخت تحفظ کی بنیادوں پر کی جائے اور اس میں حکومتی ادارے وقوتیں اور رائے عامہ وعوام سبھی شامل ہوں۔

اسی طرح جذبات وجنسی تعلقات کو ان حدود شرعیہ کے نظم وضبط کے لانے سے جو کہ اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہیں اور سی درماندگی کے نتیجہ میں شہوت رانی کو حیوانی انداز میں ہی چھوڑ دینا کہ جسے کوئی چاہئے اس کی تسکین کرے یہ فطرت و اخلاق کا سقوط و انحطاط ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کی شریعت سے سرکشی و بغاوت ہے۔

فحاشی کی دنیوی سزا:

آج اک دور جنس پرستی کھلی شہوت رانی کا دور ہے اور یہ اخلاق وشرافت کی قدروں کے اعتبار سے تہی دست ہو چکا ہے اس کا نتیجہ یہ سامنے آچکا ہے کہ آج دنیا وبائی امراض (ایڈز وغیرہ) میں مبتلا ہر کر چلا۔۔۔کر رہی ہے معاشرتی و اجتماعی طور پر اسی میں اختلافات پیدا ہو چکے ہیں خاندانی نظام میں شکست وریخت آگئی ہے اور اخلاقی انحطاط رونماں ہو چکا ہے، عورتیں اور بچے جنسی وانسانی تجارت وآبروریزی کے ہزاروں واقعات سے شکوہ کناں ہیں اور یہ جنسی تجارت آج اسلحہ اور منشیات کی تجارت کا نام دیا جا رہا ہے وہ حرمت وآزادی اور امن وامان کہا ہے؟ اور اخلاق واقدار کے بحران میں نیز اس لاقانونیت وانارکی اور آوارگی میں استقرار وسکوں کہاں ہے؟

حقیقی حریت وآزادی:

حقیقی حریت وآزادی وہ ہے جسکی بنیاد اسلام نے رکھی ہے جس میں معاشرے کے تمام افراد اپنی زندگیوں اور آبرون کے معاملہ میں امن و سکون محسوس کرتے ہیں وہ زمین میں پوری حریت اور امن واطمینان کے ساتھ نقل وحرکت کر سکتے ہیں معاشرے میں ثقاہت واعتماد کی فضا، اطمینان وسکون کا ماحول اور حسن ظن کے جذبات پھیلتے ہیں اور لوگ اپنے معاشی امور اور ان معاملات کو سر انجام دینے میں مشغول ہوجاتے ہیں جن میں ان کے دین ودنیا کا فائدہ ہوتا ہے اور یہ تب ہوتا ہے جب معاشرے کے مرد وزن سبھی اور اس کی تمام نسلیں عفت و عصمت، حشمت وغیرت، ورع وتقویٰ اور احکام الٰہی کے التزام و پابندی پر تربیت پائیں، شکوک وشبہات کی شہ رگ کٹ جائے، خیانت کا خاتمہ ہو اور خوف ناپید ہو تب جاکے کہا جاسکتا ہے کہ یہ امن واستقرار، سکون واطمنان اور حریت وآزادی ہے اور اسی پر امن ماحول کا اثر تھا کہ عہد اسلام کے شروع زمانوں میں عورت کو مسجد میں نماز ادا کرنے میں کوئی ممانعت درپیش نہیں تھی نہ عساکر اسلامیہ کے ساتھ اسے مرہم پٹی کرنے (اور زخمیوں کو پانی پلانے جیسے امور میں) شرکت کی راہ میں کوئی رکاوٹ تھی اور نہ ہی علم ورزق کے حصول کے سلسلہ میں اسے کسی

مشکل کا سامنا کرنا پڑتا تھا اور احکام اسلام میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جو اسے اس کے یا دوسروں کے مفادات سے روکے بلکہ مکمل تحفظ کھلی ضمانت تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ﴾

”انہیں امر (پردہ) ان کے لئے موجب شناخت (وامتیاز) ہوگا تو کوئی انہیں اذیت نہیں پہنچائے گا۔(الاحزاب:۵۹)

جب ایک پاکدامن عورت اور ایک پاکباز مرد کسی پاکیزہ ماحول میں بالکل انہی احکام کی پابندی کرتے ہوئے حرکت کریں گے اور تمام شکوک وشبہات سے دور رہیں گے تو کوئی جراثیم اس معاشرے میں داخل نہیں ہو پائے گا۔

اخلاقی امن کے ضامن اسلامی اصول وقواعد:

مسلمانو! انہی بلند مقاصد کو پانے کے لئے شریعت اسلامیہ ان تمام قواعد اصولوں کو لائی جو اس حریت وآزادی اور اخلاقی امن وسکون کے ضامن ہیں بلکہ نبی اکرم ﷺ نے عقبہ اولیٰ کی رات انصار کے نقیبوں سے اس بات کی بیعت لی تھی کہ وہ توحید کو اپنائیں گے اور زناکاری کو کلیہ ترک کردیں گے جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے پتہ چلتا ہے اور سورۃ الممتحنہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ آپ مومن عورتوں سے توحید الٰہی اور عفت وپاکدامنی اپنانے کی بیعت لیں۔

ضروری اخلاقی آداب:

کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں کسی کے گھر میں داخل ہونے، پردے، اظہار زینت وکشف اعضاء، عورت کے سفر وخلوت، مرد کے اپنے گھر لوٹنے، عورت کے خود اپنے اور اپنے شوہر کے رشتہ داروں سے تعلقات کی حدود وآداب وارد ہوئے ہیں، والدین اور اولاد کے حقوق مذکور ہیں دوسروں کی بات سننے اور ان سے حسن ظن رکھنے کے احکام پائے جاتے ہیں لوگوں کے گھروں کے درپردہ امور پر اطلاع پانے اور ان کے عیوب ڈھونڈنے سے منع کیا گیا ہے اور ان تمام امور کے بارے میں احکام وآداب پوری تفصیل کے ساتھ موجود ہیں جن کا التزام وپابندی تمام اہل خانہ کو بھی انہی کی تربیت دیں اور یہ سب اس لئے ہے کہ شریعت اسلامیہ کے عظیم مقاصد میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ وہ ایک ایسا پاکیزہ معاشرہ قائم کرے جو اعلیٰ اخلاق کا نمونہ ہو عفت وعصمت اور حشمت ووقار اس کا شعار ہوں۔

نظر بازی کی قباحتیں:

شر کا سب سے بڑا دروازہ اور شیطان کا پہلا راستہ چونکہ نظر بازی اور اختلاط مرد وزن ہے اسی لئے حجاب وپردہ اور خواتین کے گھروں میں ٹکی رہنے کے احکام آئے ہیں اور مرد وزن ہر دو کو ہی اپنی اپنی نگاہیں جھکا کر رکھنے کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ[30] وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ﴾

”مومن مردوں کا سے کہہ دیں (اے نبی!) کہ وہ اپنی نگاہوں کو جھکا کر رکھیں طہارت وپاکیزگی ہے اللہ ان کے تمام کاموں کی خوب خبر رکھنے والا ہے اور مومن عورتوں سے بھی کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہیں جھکا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔“(النور:۳۰-۳۱)

مردوزن کے آداب گفتگو:

بلکہ کسی مرد و اور اجنبی وغیر محرم عورت کے مابین گفتگو تک کے بارے میں ہدایت وتعلیم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا﴾

"اگر تم تقویٰ والی رہنا چاہتی ہوتو (کسی اجنبی شخص سے) نرم نرم لہجے میں باتیں نہ کروتا کہ وہ شخص جس کے دل میں کسی طرح کا مرض ہے وہ کوئی طمع وامید نہ لگا سکے اور دستور کے مطابق بات کیا کرو۔" (الاحزاب:۳۲)

اور یہ احکام شیطان کے دروازے بس بند کرنے کا ذریعہ ہیں جیسا کہ ارشاد ہے:﴿فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ﴾

"اور جب تم ان (ازواج النبی ﷺ) سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو یہ تمہارے اور ان کے دلوں کے لئے بہت پاکیزگی کی بات ہے۔" (الاحزاب:۵۳)

تحفظ عصمت کے احکام:

مسلمانو! اسلام میں وہ تمام احکام موجود ہیں جو عفت وعصمت کی اس باڑ کا تحفظ کرتے ہیں اور اسلام نے ہر اس کام کو حرام کر دیا جو اس باڑ کو توڑنے یا اس میں فساد وخرابی پیدا کرنے والا ہے، ہر مسلمان کو اس باڑ کے مخالف فعل جیسے بے پردگی واختلاط مردوزن، بے حجاب میل جول کی دعوتوں کے حرام ہونے کا علم ہے ان کا تعلق کام کاج کی جگہوں، جامعات وتعلیمی اداروں، اسمبلیوں اور کانفرنسوں میں سے چاہے کسی بھی کیوں نہ ہوتا کہ کوئی حیاء کی دیوار نہ توڑے اور نہ ہی عفت وحشمت اور وقار کی چادر اتار پھینکے۔

حقیقی اسباب زوال وادبار:

اہل عقل ودانش جانتے ہیں کہ ترقی وتنزلی یا عروج اور زوال وادبار کے کچھ اسباب وعوامل ہیں اور پردے حشمت ووقار، اخلاقی اقدار، پابندی شریعت، عفت وعصمت اور طہارت وپاکیزگی پر برسنا اور انہیں زوال وادبار اور تنزلی وپسماندگی کے اسباب وعوامل شمار کرنا ایک کھلا ہوا دھوکہ ہے جو کسی صاحب بصیرت شخص سے پوشیدہ نہیں ہے۔ پاکیزہ زندگی کو اعلیٰ عزائم کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ ذلت ورسوائی والی زندگی کی طرف کے راستے تو بہت ہی آسان ہوتے ہیں۔ جن گھروں پر عفت وعصمت اور حشمت ووقات کے سائے ہیں وہ پوری عزت وکرامت سے جیتے ہیں۔

اسے برعکس جو گھر فحاشی ومنکرات سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں وہ ذلت ورسوائی سے ہی پروان چڑھتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ نے خود اپنے آپ کو اور اہل وعیال کو جہنم کو جہنم کی آگ سے بچانے کا حکم فرما رکھا ہے وہ آگ کہ جسکا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں اور نبی اکرم ﷺ نے بھی یہ خبر دے رکھی ہے کہ ہر ذمہ دار شخص اپنے زبردست لوگوں کے بارے میں جوابدہ لئے تو پھر ہر مسلمان پر واجب ہے وہ اپنے نفس کو ان بلاؤں سے بچانے کے لئے اللہ کی خاطر غور کرے جن بلاؤں کو ذرائع ابلاغ اور وسائل نشر واشاعت سامنے لا رہے ہیں جو کہ شرف فضیلت کا گلا

گھوٹنے گھٹیا پن کو عام کرنے اور غیر کا خاتمہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں، کسی مسلمان کے لئے یہ تباہ کن اشیاء کیسے گوارا ہوسکتی ہیں؟ حیاء داری کہا ہے؟ مروت کیا ہوئی؟ ان گھروں سے تحفظ کہا گیا جو کہتیا رہی نسل نو کے لئے فتنہ وفساد کی فضائیں تیار کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں اور وہ نوجوانوں کے لئے انہیں منکرات پر برانگیختہ کرنے کے لئے مختلف اشیاء سامنے لاتے چلے جارہے ہیں اور وہ انہیں فحاشی اور گناہ کی طرف کھینچے لئے جاتے نہیں؟ اگرچہ جنسی شہوت بھی غذاء اور کھانے کی ضرورت جیسی ہی چیز ہے کہ معدے کو ایک مرتبہ بھر دینے سے ایک وقت تک کے لئے وہ اس کی طلبی سے رک جاتا ہے لیکن جو لوگ یہ خواہش رکھتے ہیں کہ وہ ایمان والے لوگوں میں فحاشی پھیلا دیں وہ اس طلب سے کسی وقت بھی باز نہیں رہتے بلکہ انہوں نے تمام فضاؤں کو ہر طرح کی شہوت کو ابھارنے والی اور لوگوں کو اس کی طرف کھینچنے والی چیزوں سے بھر دیا ہے اور شہوتوں کا ابھارنے اور جنسی جذبات کو انگیخت کرنے والے اور انکی آپ کو بھڑکانے والے وہ رنگارنگ اور نت نئے ذرائع اختیار کررہے ہیں جنہیں دیکھ کر شیطان بھی دنگ رہ گیا ہے۔

ذرائع ابلاغ کی ذمہ داری:

مسلمان معاشروں کے سفینہ کو تباہ کرنے کے درپے ان فتنوں کی متتلاطم موجوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی ذمہ داری اور امانت کی ادائیگی کا فریضہ مزید اہمیت اختیار کرجاتا ہے تاکہ وہ معاشروں کی پاکیزگی اور انکی زندگی طہارت کا تحفظ کرسکیں اور مسلمان چونکہ اللہ کے فضل سے آج تک بھی اہل زمین سے ممتاز حیثیت کے مالک ہیں اور ذرائع ابلاغ اور وسائل نشرو اشاعت کو جو عظیم مقام حاصل ہوچکا ہے اس سے کوئی بھی انکار نہیں کرتا کہ انہیں امتوں، معاشروں اور ریاستوں کی راہنمائی کرنا ہے۔ انکے مفاہیم وتصورات کو صحیح رنگ دیتا ہے اور ان کے سلوک و کردار کو سنوارنا ہے لیکن جب شہوتیں سرکش ہوجائیں اور نیتوں میں اختلاط پیدا ہوجائے تو حالات بگڑ جاتے ہیں ان میں قلق و اضطراب پیدا ہوجاتا ہے اور ان پر عذاب کا آنا یقینی بن جاتا ہے اور اگر امت کی باگیں اس کے کندھوں پر ڈال دی جائیں اور لوگوں کو اپنی اپنی شہوتوں کی تسکین کے لئے کھلا چھوڑ دیا جائے کہ وہ بداخلاقیاں کرتے پھریں اللہ کی مقرر کردہ حدود کو پھلانگتے پھریں، انہیں کوئی روکنے سو گنے والا نہ ہو نہ ہی وہ کسی نظم وضبط کے تابع رہیں اور نہ ہی انہیں کسی پکڑ کا خوف اور سزا کا ڈر رہے تو امت ضائع ہوجاتی ہے اور یہ اللہ کی سنتوں اور نظام میں سے ایک سنت وقانون ہے کہ جب ظلم عام ہوجائے اور اسے روکنے والا کوئی نہ رہے تو اللہ کا قانون ہے کہ وہ انہیں تباہ کردیتا ہے اور اس میں کسی کی پرواہ نہیں کرتا، ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّنْ أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ﴾

"جو زمین میں خرابی کرنے سے روکتے ہاں (ایسے) تھوڑے سے (تھے) جنہیں ہم نے ان میں سے نجات و مخلصی بخشی۔" (ھود: ۱۱۶)

لائق تشکر و امتنان:

اس سلسلہ میں ضروری ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے ادارے، امن وامان قائم کرنے والے لوگوں اور انکے پیچھے انکا تعاون کرنے والے احکام وامراء کا شکریہ ادا کیا جائے، انکا عزت کے ساتھ نام لیا جائے اور ان کے لئے دعائیں کی جائیں، اور یہ سب نا کے لئے بھی ہو جو کہ مطبوعات اور کتب ونشرو پر کڑی نگاہیں رکھے ہوئے ہیں اور قابل اعتراض مواد سے انہیں پاک کرتے رہتے ہیں اور عالمی انٹرنیٹ کی فحاشی پھیلانے والی سائٹوں کی راہ روکنے میں مصروف ہیں یہی وہ لوگ اس طوفان بدتمیزی کی راہیں روکے ہوئے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ

اندوزی تحفظ، ذاتی تربیت اور علانیہ و پوشیدہ ہر حالت میں اللہ کو نگراں ماننے کا جذبہ پیدا کرنا ہر کسی کی ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَى بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ﴾

"اور آپ کا رب ایسا نہیں ہے کہ وہ بستیوں کو جبکہ وہاں کے باشندے نیکو کار و مصلح راہوں از اراہ ظلم تباہ کر دے۔" (هود: ۱۱۷)

تکمیل تسکین کا حق:

مسلمانو! جنسی خواہش انسان کے خون میں شامل ہے اور خود اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم و علم اور حکمت سے پیدا کیا ہے اور اپنی مخلوق کو اس سے آمانا چاہا ہے اور اسے انسانی بقاء کا ذریعہ بنایا ہے اور وہ اس چیز کو جو اس کے لئے بہتر ہے خود اس سے بھی زیادہ جانتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾

"بھلا جس نے پیدا کیا وہ بے خبر ہے؟ وہ تو پوشیدہ باتوں کو جاننے والا اور (ہر چیز سے) آگاہ ہے۔" (الملک: ۱۴)

اسلام نے اس انسانی ضرورت کو بھی نظر انداز نہیں کیا اور نہ ہی ا اسے بے لگام و سرکشی کرنے والا چھوڑ دیا ہے بلکہ اس کے لئے ایک پرامن ساحل بنایا ہے کہ وہ اس کے سمندر کے اندر اندر تیرتی رہے، اس کے پانی سے طہارت و پاکیزگی کا بندھن یہ ایسا رشتہ وصفت ہے جو کہ انسان کی معرفت میں آنے والی وہ سب سے شرپن صفت ہے جس خاندان تشکیل پاتا ہے، اولاد تربیت سے بہرہ ور ہوتی ہے الفت و محبت، رحم و کرم اور سکون نفس پھیلتے ہیں اور یہ سب ایک پاک صاف فضاء میں رو پذیر ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ جذبات میں نظم و ضبط بھی بحال رہتا ہے اور انہیں ان کے اس صحیح مقام کی طرف رہنمائی ملتی ہے جو کہ پیداواری ہے بجائے اس کے کہ وہ ضائع ہو جائیں اور عبث لا یعنی ہو کر رہ جائیں بلکہ فساد کا سبب بن جائیں اور ہر مسلمان کو اس بات کا حکم ہے کہ وہ اس درجہ تک ضرور پہنچے تا کہ وہ شادی کے ذریعے شہوت کی تسکین کر کے اپنے آپ کو فحاشی و گناہ سے محفوظ رکر سکے، ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّى يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾

"اور جنہیں شادی بیاہ کا مقدور نہ ہو وہ پاکدامنی کو اختیار کئے رہیں یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے، یہ اس کی غنی کر دے۔" (النور: ۳۳)

جبکہ صحیح بخاری و مسلم کی ایک متفق علیہ حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ؛ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ۔

"اے نوجوانو! تم میں سے جو شخص (مادی جنس) استطاعت رکھے اسے چاہئے وہ شادی کرے کیونکہ یہ اس کے لئے نگاہیں نیچی رکھنے اور شرمگاہ کو محفوظ و پاکباز رکھنے کا ذریعہ ہے اور جو شخص شادی کرنے کے لئے (مادی) استطاعت نہ رکھے اسے چاہئے کہ وہ روزہ رکھا کرے، یہ اس کی شہوت کا زور توڑ دیں گے۔"[1] (متفق علیہ)

اور یہ اس لئے کہ روزہ ہاں انسان میں داخلے کی شیطان کی راہوں کو تنگ کر دیتا ہے وہیں یہ انسان میں اللہ کا تقویٰ، خشیت الٰہی اور اسے اپنے ہر چھوٹے بڑے فعل کا نگراں ماننے کا جذبہ پیدا کرتا ہے اور یہ چیزیں عفت و عصمت پر آمادہ کرنے والی اور اصولی اشیاء ہیں عباد

[1] صحیح بخاری: 5065۔

الرحمن (اللہ والوں) کی دعاؤں میں سے ہی ایک یہ دعا بھی ہے:﴿رَبَّنَا هَبۡ لَنَا مِنۡ أَزۡوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعۡيُنٍ وَاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِينَ إِمَامًا﴾

"اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اوراولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطافرما اورہمیں پرہیزگاروں کاامام بنا۔" (الفرقان:۷۴)

اپنی عفت وعصمت کاتحفظ صرف شادی سے پہلے ہی نہیں بلکہ شادی کے بعدبھی ضروری ہے کہ اس پاکدامنی کومزید بڑھایا جائے اورسی غرض کے لئے عورت کواس بات کاحکم دیاگیاہے کہ وہ اپنے شوہر سے خوب جی بھر کر پیار کرتے اس سے ازدوجی تعلقات عمدہ رکھے اوراس کے سواکسی کووہ ناجائزنگاہ سے ہرگز نہ دیکھے تاکہ اس کاشوہر بھی اس کے سواکسی دوسرے کی طرف جھانکے اسی طرح شوہر کوبھی حکم دیاہے کہ وہ اپنی بیوی کی خواہشات کوحسن گفتگو حسن معاشرت وتعلقات اوردل رکھنے کے انداز سے پورا کرے شیطان کی تمام راہیں بند کرنے اہل وعیال پر سربراہی کی امانت کی ذمہ داری بحسن وخوبی ادا کرنے اورزندگی کے تمام امورمیں اللہ کے حکم کونافذ کرنے کے ذریعے اس کادل جیت لے

مومن کی قیدوبند:

مومن اس دنیامیں ایک قیدی کی طرح اوروہ ہروقت اپنی گردن کوآزاد کروانے کی سعی میں لگارہتاہے اوراللہ سے ملاقات تک وہ اپنے نفس کی شرارتوں سے پرامن نہیں ہوتااوروہ اس بات کوبخوبی جانتاہے کہ اس پراس کی سماعت وبصارت، زبان اورتمام اعضاء جسم کے بارے میں مواخذہ ہوگاالبتہ حسب استطاعت: وَمَنۡ يَسۡتَعۡفِفۡ يُعِفَّهُ اللهُ۔

"جو پاکدامنی کی کوشش کرے گااللہ اسے پاکدامن رکھے گا۔"[۱]

اورحدیث میں ہے: احۡفَظِ اللهَ يَحۡفَظۡكَ۔

"تم اللہ (کے احکام) کی حفاظت کرواللہ تمہاری حفاظت کرے گا۔"[۲]

یعنی وہ تمہارے، دین، اہل وعیال سب کی حفاظت فرمائے گااورجوشخص اللہ کے نزدیک عزت وتکریم والاہوگیاوہ اسے کبھی ذلیل نہیں کرے گااورنہ ہی اسے کسی بھی طرح کے برے حالات سے دوچار کرے گا۔

ہم اپنے اورآپ سب کے لئے اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم سب کوہدایت وتقویٰ، عفت وعصمت اورتونگری وبے نیازی سے مالا مال کرے۔

---

[۱] صحیح بخاری:1469۔

[۲] ترمذی:2516۔

حقیقی حب الوطنی

خوشحالی و آبادکاری و بعض دیگر امور کے اسباب

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبد الرحمن السدیس حفظہ اللہ
۱/۲/۱۴۲۶ھ،۱۱/۳/۲۰۰۵ء

ایک جامع وصیت:

اللہ کے بندو! میں خود اپنی ذات کو اور آپ حضرات کو اللہ عزوجل کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت وتاکید کرتا ہوں۔ یہ میرے اور آپ سب کے لئے ایک جامع وصیت ہے اور ہر عقل و دانش کے لئے وعظ و نصیحت اور مفید و بیدار کرنے والی ہے میں آپ سب کو اس سے فائدہ اٹھانے کی تاکید کرتا اور ترغیب دلاتا ہے یہ اوقات حیات تیز دھار اور کا۔۔تلواریں ہیں اور موتیں وہ تیر ہیں جو کہ ہر لمحہ برس رہے ہیں ارشاد الہی ہے :﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

”اے ایمان والو! اللہ سے اتنا ڈرتے رہا کرو جتنا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت آئے تو صرف مسلمان ہونے کی حالت میں ہی آئے۔“(آل عمران:۱۰۲)

وطن کی ضرورت واہمیت:

ایمان والو! دنیا جس میں کہ انتہائی پریشان کن حالات چل رہے ہیں اور اس زمانہ میں جسے ابلتے ہوئے حالات کا سامنا ہے جنہیں کہ آندھیاں ڈانواں ڈول کررہی ہیں، ان حالات و اوقات میں انسان کو اپنے بنیادی قواعد وضوابط اور امتیازات پر ثابت قدم رہنے کے ساتھ ساتھ اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ انہیں ایک پرامن شیلٹر حاصل ہو جو ان کے ثوابت وقواعد حمایت وتحفظ کرے اور انہیں ایک نیک ماحول و معاشرہ کی بھی حاجت ہے جو اصولوں اور مبادیات کی حفاظت کرسکے، کیا کوئی مسافر و بے خانماں اباد شخص قدرتی وسائل میں تعمیر وترقی اور حاصل شدہ اشیاء میں اضافے کرسکتا ہے؟ چہ جائیکہ وہ عظمتیں حاصل کرے اور تہذیبوں کی نیو رکھے۔

بقول شاعر:

”کوئی بھی مسافر چاہے وہ کتنا ہی سخت جان کیوں نہ ہو آخر کاوہ سفر اسے اکتا کر اپنے وطن کر یاد کرنے لگتا ہے“

تہذیبی ترقی میں وطن وحب وطن کا کردار:

برادران اسلام! امتوں اور معاشروں کی تاریخ پر غور وخوض کرنے اور مختلف ممالک کے عوام اور تہذیبوں پر فکر وتامل کرنے والا شخص اس حقیقت کو بآسانی پا جاتا ہے کہ انہوں نے دنیا میں اپنی تہذیبوں کا سکہ منوایا تو اپے ملکوں اور ترقی یافتہ قومی ڈھانچوں کے ذریعے جن میں کچھ مبادیات و اصول کا فرما تھے اور ایسی سرزمین و ممالک میں انہیں متعارف کروایا جہاں سے وہ اخلاقی قدریں ثوابت و اصول رونما ہوئے تھے کیونکہ کسی شخص کی کوئی قدر و قیمت چہ جائیکہ کسی تہذیب کا مقام و مرتبہ ہو جب تک کہ اس کو ملک و وطن نہ جو کہ اسے ٹھکانہ وسہارا

دے اپنے ممالک کی طرف کھچاؤ کا مادہ ودیعت کیا گیا ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ:

”کسی بے وطن کے شوق ومحبت میں اپنی انگلیوں کے پورے کاٹتا اور افسوس کرتا رہتا ہے۔“

پرندوں اور جانوروں کی حبّ وطنی:

انسان تو انسان پرندے بھی اپنے گھونسلے کی محبت میں مبتلا ان کی طرف کھچے چلے آتے ہیں اور بے زبان جانور چوپائے بھی اپنی فطرت و جبلت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنے اپنے باڑوں کا تحفظ کرتے ہیں یہ اللہ کی ذات پاک ہی ہے کہ: ﴿قَالَ رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَى﴾

”جس نے ہر چیز کو اس کی شکل وصورت بخشی اور پھر اسے اس راہ (ہدایت و پہچان کے مادے) سے نوازا۔“ (طٰہٰ:۵۰)

حبّ وطن: ایک فطری امر اور شریعت کا اہتمام:

مسلمانو! یہ ایک فطری امر وعمل ہے اور شریعت اسلامیہ نے اس مرکو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ اس کا اہتمام کیا ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اس پر محافظت و التزام کر دیا ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ مَا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِنْهُمْ﴾

”اور اگر ہم انہیں حکم دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کر ڈالو یا اپنے گھروں کو چھوڑ کر نکل جاؤ تو ان میں سے تھوڑے لوگ ہی ایسا کرتے۔“ (النساء:۶۶)

اللہ تعالیٰ نے ملکوں سے نکالنے (ملک بدر و بے گھر کرنے) کو قتل کے برابر قرار دیا ہے اور معنی ومفہوم مخالف یہ ہوا کہ اپنے گھروں اور ملکوں میں باقی رہنا حیات وزندگی کے قائم مقام ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا﴾

”ہم اللہ کی راہ میں کیوں نہ لڑیں گے جبکہ ہم وطن سے باہر (ملک بدر) اور بال بچوں سے دور کر دیئے گئے ہیں۔“ (البقرۃ:۲۴۶) دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَلَوْلَا أَنْ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا﴾

”اور اگر اللہ نے ان کے بارے میں جلا وطن کرنا نہ لکھ رکھا ہوتا تو انہیں دنیا میں بھی عذاب دے دیتا۔“ (الحشر:۳)

نبی ﷺ کی حب الوطنی:

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قتل کو جلاوطنی وملک بدری کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا ہے اسی طرح ہی نبی اکرم ﷺ نے بھی اپنے وطن عزیز ملک مکرمہ اسے اپنی محبت کا اس وقت اعلان فرمادیا۔

إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْحَمْرَاءِ قَالَ لَهُ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى رَاحِلَتِهِ وَاقِفٌ بِالْحَزْوَرَةِ، يَقُولُ: وَاللَّهِ إِنَّكِ لَخَيْرُ أَرْضِ اللَّهِ، وَأَحَبُّ أَرْضِ اللَّهِ إِلَى اللَّهِ، وَلَوْلَا أَنِّي أُخْرِجْتُ مِنْكِ مَا خَرَجْتُ۔

جبکہ آپ ﷺ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر رہے تھے اور مکہ مکرمہ کو چھوڑ رہے تھے آپ نے مقام حزواء پر کھڑے ہو کر فرمایا:

"اللہ کی قسم! (اے مکہ) تو اللہ کے نزدیک سب سے محبوب ترین مقام ہے اور میرے نزدیک بھی دنیا کی سب سے پیاری جگہ ہے۔ اگر مجھے تجھ سے نکال نہ دیا جاتا تو میں کبھی بھی نہ نکلتا۔"[1] (کتب سنن و مسند احمد)

(۱) ملکی آبادکاری وحب الوطنی:

ایسے ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی ایک اثر میں وارد ہوا ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا: "اگر یہ حب وطن نہ ہوتی تو ملک برباد ہو جاتے"۔

اور یہ بھی کہا جایا کرتا تھا: "حب وطن کے نتیجہ میں یہ تمام ممالک شادو آباد ہیں۔

اور کسی حکیم نے کہا ہے: "بیمار آدمی اپنے ملک کی بادِ نسیم سے یوں راحت پاتا ہے جیسے کہ قحط زدہ زمین بارش کی نمی سے شادابی پاتی ہے۔" اور ایک معروف ضرب المثل ہے: "حب الوطنی ایمان کا حصہ ہے۔" (حب الوطن من الایمان)

ایسے ہی ایک دوسری ضرب المثل میں کہا گیا ہے: "دو نعمتیں ایسی ہیں جو غیر معروف اور ہماری لاپرواہی کا شکار ہیں: اپنے ملکوں میں پایا جانے والا امن و امان اور جسموں کو حاصل شدہ صحت و عافیت"۔

یہ ضرب الامثال تو ہیں لیکن یاد رہے کہ انہیں حدیث کہتے ہوئے نبی ﷺ کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "میں نے جو دنیا کو ترک کر رکھا ہے تو اس میں مجھے کسی دوسری چیز اتنی تکلیف نہیں پہنچی جتنی کہ ملک چھوڑنے پر اس کے فراق سے ہوئی ہے۔"

شاعر کہتا ہے:

"اگر تم اپنے وطن سے محبت رکھتے ہو تو اسے اس شخص جیسا گرمجوشی والا کہو جو کبھی وطن میں اقامت و سکونت اختیار کرنے کا خواہشمند تھا۔"

حب الوطنی اور بعض دانشور:

اسی سلسلہ میں بعض دانشوروں نے کیا ہی خوب کہا ہے "تم پر سب سے زیادہ حق اس ملک ہے جسکی بیٹی نے تجھے دودھ پلایا۔" یہ بھی کہا گیا ہے:" اپنے اس ملک کی حفاظت کرو جس نے تمہیں سرزمین کی غذاء مہیا کی اور جس نے تمہاری رضاعت و شیر خوارگی کا اہتمام کیا۔ اس چراگاہ ملک کی نگہبانی کرو جس کے صحن (سرزمین) نے تجھے ٹھکانہ دیا اور جس کی جان نوازسواؤں نے تمہیں راحت بخشی۔

ایسے ہی یہ بھی کہاوت ہے:

"وہ لوگوں کے اہل رشد و ہدایت اور صاحب عقل و دانش ہونے کی علامت یہ ہے کہ انکے دل اپنے اوطان کا اشتیاق رکھنے والے اور اپنی جنم بھومی و مقام ولادت سے محبت کرنے والے ہوں۔

حکماء و دانشوروں میں سے کسی سے کہا گیا: "عنبطہ" رشک وحسن چال کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا: کفایت شعاری اختیار کرنا، اپنے وطنوں کی

---

[1] ابن ماجہ: 3108۔

طرف پلٹ آیا اور اپنے بھائیوں کے ساتھ مجلس کرنا، اس سے پوچھا گیا: "ذلت" بدحالی کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: اپنے وطن سے دوری اور ملک درملک نقل مکانی کرتے پھرنا اور ہر آزاد مرد کے خون کی افزائش می اس کے وطن کا گہرا ہا تھ اور اس کا اس پر قرض واجب الادا ہوتا ہے۔"

ہمارا وطن: بلد حرمین شریفین:

جب ہر ملک ووطن کا یہ مقام ومرتبہ اور ہر شخص کی زندگی میں اس کی اتنی اہمیت ہے تو پھر اس ملک ووطن کے مقام ومرتبہ اور اہمیت وحقوق کے بارے میں کیا خیال ہے جو کہ روئے زمین کے تمام مما لک کی پیشانی کا ٹکہ وماہتاب جبین ہے، تمام ملکوں کی جڑ اور اساس و بنیاد ہے اور زمان ومکان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے جو کہ بلد توحید وعقیدہ ہے سنت ورسالت کا گہوارہ ہے، نزول قرآن کی جگہ اور مرکز وماوائے ایمان ہے، حرمین شریفین والی سرزمین ہے اور قبلۂ ثقلین (انس وجن) ہے کسی شاعر نے کہا ہے:

"یہاں اس شہر مکہ مکرمہ میں اللہ کی آیتیں نازل ہوئیں، یہیں تمام نبیوں کے سردار ہمارے رسول مکرم ﷺ نے تربیت و پرورش پائی۔"

اس شہر میں صحابہ کرام نے زندگیاں بسر کیں اور نہوں نے ہمارے لئے وہ دائمی عظمتیں قائم کیں جنہیں کبھی زوال آنے والا نہیں ہے، میرا بھی یہ وطن ہے اور میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ اس کا کسی بھی قیمت پر کسی سے سودا نہیں کرونگا اور نہ ہی زمانہ بھر کبھی کسی غیر کو اس کا مالک بننے دونگا۔ میں اس ملک اور اس کے باسیوں کو دیکھتا ہوں کہ گویا ایک بہت ہی قیمتی موتیں کا ہار ہے جو کسی بدظنی سے حاصل نہیں کیا جاسکتا اس ملک کی سرزمین میں بڑی عزتین اور کرامتیں ہیں اور یہ کارناموں میں بہت ہی قدیم ومعروف ہے اور اس میں عظمتو کے خزانے پائے جاتے ہیں دواماموں (صاحب سیف وسلطان صاحب قلم وعرفان) نے اس کے لئے راستہ مقرر کای اس ملک کا جھنڈا گمراہیوں کو مٹائے چلا جارہا ہے۔ اور اسکی تلوار فتنوں کو بیخ وبن سے اکھیڑنے میں مصروف ہے۔"

یہ وطن پرستی اور ملکی وعلاقائی تعصب نہیں:

تاہم کسی محب وطن (اسے تحفظ وتوفیق حاصل رہے) کے لئے روا نہیں کہ وہ کسی بدظنی میں مبتلا ہو اور حب وطن کے مسئلہ میں اپنے فہم کو مقصد شریعت سے دور نہ لے جائے اور اسے عقیدہ و دین کے کھاتے میں ڈالنے کی بجائے محض ارض وطن کی مٹی کے تعصب پر محمول نہ کرے اور نہ ہی ان لوازمات کا بوجھ ڈالے جو کہ تعصب کی نظر سے لازم نہیں آتے۔ نہ جاہلانہ نعروں میں سے شمار کرے اور نہ ہی اسے اس عقیدہ اسلامیہ کی عالمی اخوت و بھائی چارگی کی تحقیر پر محمول کرے وہ اخوت جو تمام جغرافیائی حدود اور علاقائی نظریات بہت ہی بلند و بالا ہے۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔

اور نہ ہی اس مسئلہ اور دوسرے اسلامی مسائل میں کسی منافاۃ کو راہ پانے دے، کیا مسجد اقصی کو دور سمجھ کر اس مسئلہ کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے؟ کیا سدا بہار فلسطین کو بھلایا جاسکتا ہے؟ نہ ہی ہم اپنے قدس مقدس کو دل سے نکال سکتے ہیں اور نہ ہی ہم وادی دجلہ وفرات والے ملک عراق کو بھولے ہیں اور نہ ہی کسی دوسرے ملک ومسئلہ کو اللہ کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ بقول شاعر حقیقت تو یہ ہے کہ:

"جس نے ملک میں بھی اللہ کا نام لیا جاتا ہے میں اس ملک کے کونے کونے اور چپے چپے کو اپنے ہیں ملکوں کا حصہ سمجھتا ہوں، شریعت سے جو

کچھ ثابت ہے اس دن تنگ نہ ہوں اور مجھے راستے کے روڑوں سے معاف رکھیں اور اگر آپ کے فہم نے آپ کو کسی دور کے کھڈے میں اٹھا پھینکا ہے تو پھر افسوس ہے اصلی بات کو کہ آپ سمجھے ہیں نہیں۔"

(۲) ملکی تعمیر وترقی اور آبادکاری وخوشحالی کا دوسرا مگر بہترین نسخہ: نفاذ شریعت:

اے امت اسلامیہ! آج جبکہ امت مسلمہ کو چاروں طرف سے فتنوں نے گھیرا ہوا ہے مصائب ومشکلات اس کا ناطقہ سر بگریبان کر رکھا ہے ان حالات میں مسلم امہ کو اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ وہ ان حالات کی خطرناکی کو سمجھے جن سے اس ممالک گزر رہے ہیں اور ان حالات کو ان ممالک کی تعمیر وترقی، اقتدائی اور آبادکاری کی چارہ سازی اور اسباب وعوامل کو اپنانے کے مواقع پر محمول کرے اور امت مسلمہ و بلاد اسلامیہ کی نرمی و ہلاکت کے اسباب سے خبردار ہے اور اللہ آپ کا نگہبان ہو۔

ملکوں کی تعمیر وآبادکاری کا اس سے بہتر طریقہ دوسرا کوئی نہیں کہ ان میں صحیح سلفی واسلامی عقیدے کا پھریرا لہرانے لگے اور ان کی سرزمین پر اللہ کا قانون اور وہاں کے باشندوں پر اللہ کی شریعت نافذ ہو تعمیر وترقی اور آبادکاری کے اسی نسخہ کا پتہ دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ﴾

"اور اگر ان بستیوں (ممالک) کے لوگ ایمان لے آتے اور تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کر لیتے تو ہم ان پر زمین وآسمان کی برکات (کے دروازے) کھول دیتے۔" (الاعراف:۹۶)

(۳) ملکی تعمیر وخوشحالی کے چند دیگر ذرائع:

ایسے ہی ملکوں کی آبادکاری وخوشحالی کا تیسرا ذریعہ یہ ہے کہ حکام وعوام اور حکمران ورعایا کے مابین مضبوط وگہرے تعلقات ہوں

(۴) دعوت وتبلیغ کے ادارے خوب مضبوط اور

(۵) محکمۂ احتساب اور اس کے رکنان کا مقام ومرتبہ بلند و بالا ہو۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾

"یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں ملک میں اقتدار وشہرت دیں تو وہ نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔" (الحج:۴۱)

(۶) اخلاقی اقدار اور نیک وصالح اعمال کا علم بلند کرنا۔

(۷) شرعی مخالفات اور دینی اعتبار سے رذائل وگھٹیا افعال کا گلا گھونٹنا بھی زمین کی آبادکاری اور بنی نوع انسان کی خوشحالی کا ذریعہ ہے کیونکہ گناہ اور نافرمانیاں بھی راتوں کی نیند اور دن کا سکون برباد کر دیتی ہیں اور ملکوں کی تباہی کا باعث بنتی ہیں۔

(۸) ملکوں کے عوام وافراد میں اتحاد واتفاق پیدا کرنا۔

(۹) ان کے دلوں میں اپنے اپنے ملک کے ساتھ حقیقی تعلق اور ربط وضبط کا داعیہ نکھارنا۔

(۱۰) اور امت کے سفینے کو سنبھال کر رکھنا بھی آبادکاری و خوشحالی کا باعث ہے تاکہ وہ سفینہ کہیں اس کشمکش میں ڈوب نہ جائے کہ کوئی تو اسے تشدد و تخریب کاری کی طرف کھینچ رہا ہو کچھ دوسرے لوگ اپنے ہی ملک کے دشمنوں کو اپنا قبلہ مان بیٹھیں اور انکی تہذیب وثقافت اور عادات و اطوار کو یوں اپنے اندر انڈیل لیں جیسے جانور کسی چیز میں منہ ڈال کر اس سے گٹاگٹ پانی پیتے ہیں اسی کے حق میں اپنی اقلام کو رواں کر دیتے ہیں اور ذرائع ابلاغ و وسائل نشر و اشاعت میں وہ شکست خوردہ فکر و پھیلانا شروع کر دیتے ہیں جو کہ ملک کے قواعد وثوریت، اصولوں اور امتیازات پر طعن کا رنگ لئے ہوئے ہوتی ہے۔

وہ اپنے ملک وقوم کے قواعد و اصول اور امتیازات میں طعن کے ساتھ ساتھ ہی اس کے خصائص کو بھلا دیتے ہیں اور اس شعور کو محسوس نہیں کرتے جو کہ انکے گوشت پوست اور روئیں روئیں میں ملا ہوا ہوتا ہے اور اسی شکست خوردہ فکر کے ساتھ اس کی امیدیں وابستہ ہوتی ہیں اسی طرح کے حالات میں وہ حقیقی حب الوطنی اور نیک وطنیت پسندی ضائع ہو جاتی ہے جسے اپنے ملک و معاشرہ اور قوم کے لئے ہر باغیریت شخص چاہتا ہے۔

حقیقی حب الوطنی:

یہ بھی یاد رہے کہ حقیقی حب الوطنی اور نیک وطنیت پسندی صرف چیز کلمات کا نام نہیں جنہیں دہرایا جائے اور نہ ہی یہ چند نعروں کا ہی نام ہے جنہیں فضاؤں میں بلند کر دیا جائے بلکہ حب الوطنی و وطنیت پسندی تو اپنے ملک وقوم کے لئے اخلاص و اثر پذیری اور ایجابی کردار کا نام ہے یہ تو اس شفافیت و مصداقیت کا دوسرا نام ہے جو طرح طرح کے رنگوں میں رنگے جانے کو قبول ہی نہ کرے نہ سلبی پہلوؤں پر رضامند ہو اور قبول کرے۔ نہ جھوٹ و دروغ گوئیوں اور افواہوں پر کان دھرلے اور نہ ہی گالی گلوچ اور جھوٹے دعوؤں کی طرف متوجہ ہوں اور نہ ہی کسی قسم کی سودے بازی کریں۔

میزان کتاب وسنت:

برادران عقیدہ! جب نت نئے تغیرات انقلابات کا پہیہ تیزی سے گھومتا ہے اور امت اپنے اصول وقواعد اور تغیرات کے مابین سے گزر رہی ہو تو ہماری شریعت میں جو کہ کسی قسم کی علیحدگی پسندی و گوشہ نشینی اور جمود و انقطاع کو ہرگز پسند نہیں کرتی یہ واجب ہے کہ ہم ان تغیرات و انقلابات اور ایجادات جدیدہ کے سلسلہ میں میزان کتاب وسنت کو ہاتھ میں لیں اس پر انہیں تولیں اور ان سے حسن تعامل کا مظاہرہ کریں آپ کا رویہ ایجابی ومثبت ہونا چاہیئے، شرعی قواعد وضوابط اور مقاصد عامہ کی روشنی میں تہذیبی انتقال پر خوب اچھی طرح سے چھان پھٹک کرلیں اور اس ملت کے عظیم مقاصد اور اس امت کے مصالح ومفادات کو حاصل کریں تاکہ بحرانوں کا مرحلہ طے ہو اور چیلنجز کی وسعتوں کا علم اور پھر انکا مقابلہ کرسکیں۔

ضرورت امن وامان:

آپ نے مفادات حاصل کرنے ہیں اور مفاسد کو دور ہٹانا ہے اور پانچ بنیادی ضروریات: دین، جان، عقل، مال اور آبرو کا تحفظ کرنا ہے تو یہ

سب اس ک وقت تک ہرگز ممکن ہی نہیں جب تک کہ ہمارے ملکوں میں امن وامان کا دور دورہ نہ ہوگا۔

ہمارے وطن کے حقوق:

مسلمانو! ہمارے وطنوں کا ہم پر یہ حق ہے کہ ہم اس کے مفادات کو بہم پہنچانے کے لئے کوشاں رہیں اور اسکے مفاسد ونقصانات کو اسی سے دور ہٹانے کے داعی بنیں، اس کے امن واستقرار کی بحالی اور ترقی وخوشحالی کے حامی ومددگار بنیں اور اسکی تمام جغرافیائی حدود کا تحفظ کرتے ہوئے اسکی وحدت کا پاسبان بنیں اور جب بھی کوئی داعی اصلاح ہمیں دعوت دے یا تہذیبی ترقی وعروج کی طرف جھانکے اور رجعت قہقری کا شکار ہوئے بغیر اُ کے ساتھ شامل ہو جائیں اور اس سلسلہ میں شرعی قواعد واصولوں کو پیش نگاہ رکھیں جو کہ ملکی معاملات کا نظم ونسق صحیح کرنے اور بندوں کے معاشی معاملات ۔۔۔مفادات کو صحیح طریقے سے پھیلانے کے لئے شریعت نے عطا کئے ہیں اور وہ قواعد نظام و مصطفی ﷺ کے قانون شوریٰ کا عین جزء ہیں اور یہ شورائی نظام دور حاضر کے جمہوری نظام سے صدیوں پہلے نبی اکرم ﷺ نے دنیا میں متعارف کروادیا تھا۔

اصلاح معاشرہ کے از مقاصد بعثت:

ملک ومعاشرے کی اصلاح بعثت انبیاء علیہم السلام کی حکمتوں میں سے ایک حکمت ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہم السلام کی زبان سے کہلوایا ہے:﴿أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ﴾

”میں تو حسب استطاعت صرف اصلاح ہی چاہتا ہوں۔“(ھود:۸۸)

اور وہ لوگ جو لائق اعتبار اصلاح کا بیڑہ اٹھائے ہوئے ہیں اور انکے ہاتھ میں علم اصلاح ہے وہ امت کے ساتھ نیکی اور اس پر احسان کرنے والے ہیں جو کہ امت ۔۔۔قوت کے کھلے میدانوں میں لا رہے ہیں اور تحریک اصلاح تو صرف وہی چلاسکتا ہے جو بڑی ہمت والا اور بڑا ہی صاحب عزیمت ہو، اور اگر اپنی ذاتی اصلاح کر چکے اور اپنے عیوب ونقائص کو درست کرلا اور ضمیر کو بیدار کرلیا تو یہ اصلاح بہت بڑی غنیمت ہوگی اور اگر نرمی وآہستگی اور تدریجی انداز کے ساتھ اور حکمت و دانائی اور مصلحت کو پیش نظر رکھ کر اس اصلاح کے سائے پوری امت پر پھیلا دیئے تو یہ رفعتوں اور بلندیوں کی سیڑھی ثابت ہوگی۔

اصلاح ومنہج:

جب خواہشات نفس میں سرکشی پائی جاتی ہے اور حواس واحساسات مختلف ہوتے اور ان میں غرور وتکبر پایا جاتا ہے تو پھر ضروری ہے کہ مصلح کی اصلاح قابل اعتبار، اس کا منہج صاف ستھرا اور اس کی آراء مستقیم ودرست ہوں کیونکہ اس مسئلہ میں صرف حسن نیت اور حب خیر ہی کافی نہیں اگر چہ یہ دونوں بھی قابل تعریف ولائق ستائش چیزیں ہیں لیکن کم علمی، مصالح ومفاسد اور ثوابت ومتغیرات میں قصور ترجیح کی موجودگی میں صرف مذکورہ محبت خیر وحسن نیت کافی نہ ہونگی اور اسی سے تو اصلاح کی آستینوں کے پنجے ادھڑ جائیں گے اور انکے ٹکڑے بکھر جائیں گے۔ چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَى بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ﴾

”اور آپ کا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو جبکہ وہاں کے باسی ونیکوکار(مصلحین) ہوں انہیں از راہ ظلم تباہ کردے۔“(ھود:۱۱۷)

یہاں اصلاح کے اس مزعوم پہلو سے خبردار اور بچ کر رہنے کی تاکید کی گئی ہے جس کی سواری پر لوگ بعض جو کہ شریعت پر اضافے کرنے والے، مبہم جو لوگوں کو بھڑکانے والی تجاویز کے مالک جو کہ شرعی خلاف ورزیوں پر مشتمل ہیں اور سستی شہرت کمانے اور اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں یا نگاہوں کا مرکز بنانے کی خواہشمند ہیں وہ سوار ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں منافقین کی قوم کے بارے میں جنکا خیر و اصلاح میں کوئی حصہ نہیں اس پہلو کو بڑے واضح انداز سے بیان فرمادیا ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ (11) أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ﴾

"اور جب ان سے کہا جائے کہ زمین میں فساد و بگاڑ پیدا نہ کرو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح ہی کرے خواہاں ہیں خبردار! یہی تو فساد بپا کرنے والے ہیں لیکن وہ شعور نہیں رکھتے۔" (البقرۃ:۱۱-۱۲)

مرکزی ارکان وقواعد اصلاح:

(۱) اخلاص:

برادران ایمان! اللہ آپ کی حفاظت فرمائے اصلاح کے مرکزی نقاط وارکان اور اس کے بنیادی قواعد وضوابط میں سے اخلاص للہ اور اسے اپنے ہر چھوٹے بڑے فعل کا نگراں ماننا ہے، اخلاص کے ساتھ خیر و بھلائی اور نجات وخلاصی کی راہیں متعین کی جاسکتی ہیں اور ان لوگوں سے اجتناب و دوری رکھی جائے جن کے اخلاص للہ کا کوئی اعتبار و بھروسہ نہیں نہ ہی وہ اپنے اعمال واحوال اور عام امور وتصرفات میں شریعت کی موافقت ومطابقت کی پرواہ کرتے ہیں۔

(۲) امانت ومسؤلیت:

اصلاح کے بنیادی ارکان اور اس کے قواعد وضوابط میں سے ہی ایک اس بات کا مکمل یقین بھی ہے کہ اصلاح کے محتاج مقامات پر اصلاح کا عمل جاری کرنا سب سے پہلے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے ہماری ذمہ داری اور ایک امانت ہے جسکا ادا کرنا ضروری ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے بعد پھر معاشرے کے سامنے بھی ہماری جوابدہی ہے کیا ہمیں اس بات کا شعور نہیں اور یہ چیز یاد نہیں کہ یہ عمل ان جوابدہوں، امانتوں ذمہ داریوں میں سے ہے جنکی شان وعظمت اللہ تعالیٰ نے خوب بڑھائی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ﴾

"بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو مناصب و ذمہ داریوں کو انکے اہل لوگوں کے سپرد کردو اور جب تم لوگوں کے مابین فیصلہ کرو تو عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔" (النساء:۵۸)

کیا اس کے بعد محض ذاتی لالچ وطمع، مادی مفادات، شخصی مصلحتوں کسی اپنی خاص غرض مال دنیا ہر اصلاح کے دعوے کرنا روا ہوتا ہے یا زیب دیتا ہے؟

تو سو اللہ سے خیانت اپنے اولیاء امور وحکام سے بدعہدی اور پورے معاشرے کے ساتھ خیانت وبے وفائی کی شکلوں میں سے ہے جبکہ اللہ

تعالیٰ نے فرمارکھا ہے:﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾
"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی خیانت نہ کرو اور نہ ہی اپنی امانتوں میں خیانت کرو اور تم (ان باتوں) کو جانتے ہو۔" (الانفال: ۲۷)

یہاں اس بات کی طرف اشارہ کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اصلاح کے دعویداروں کے صدق وسچائی کا مقیاس وکسوٹی انکی اپنے دین و امانتداری میں کفایت واہلیت ہے اور امام الحرمین جوینی رحمہ اللہ نے کہا ہے: "جس شخص پر سبزی کی گٹھی کے سلسلہ میں اعتماد نہ کیا جاسکتا ہو وہ شخص کسی امانت (عہدہ ومنصب) کا اہل کیسے ہوسکتا ہے؟"

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

"جو شخص اللہ کا خوف وتقویٰ نہیں رکھتا اسکی فریب کاریوں پر امن نہیں رہا جاسکتا اور جو شخص (برائیوں سے) اپنا بچاؤ نہیں کرسکتا، اس کے فضائل اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچاسکتے ہیں۔

(۳) نظام شوریٰ (صلاح مشورہ):

اصلاح کے اہم و بنیادی قواعد اور اساسی ارکان میں سے ہی صلاح مشورہ کرنا بھی ہے کہ پہلے عدالت و دینداری والے اہل علم و رائے اور اصحاب حکمت و دانائی کے ساتھ مشورہ کرلیا جائے سچی نیتوں والے، راجح پہلو وجانب والے افراد، نفع بخش علوم ومعارف والے، عقل رشید وفہم سدید، پاکباز، قلب وزبان اور ہاتھوں کی نظافت وصفائی، صحیح العقیدہ، سلیم المنہج، اخلاق کریمانہ اور اسلوب قویم کے مالک لوگوں سے صلاح مشورہ کرلیا جائے اور پھر کوئی قدم اٹھایا جائے اور خواہشات نفس کی پیروی وغلامی کرنے اور ذاتی جذبات ورغبتوں کے پیچھے بھگٹٹ بھاگے چلے جانے سے گریز کیا جائے تاکہ معاشرے میں نقائص کے داخلے سے محفوظ رکھا جاسکے اور اسلئے بھی کہ اس میں کسی بھی قسم کا کوئی خلل وعیب واقع نہ ہونے پائے کیونکہ یہ فعل کسی بھی مسلمان کے شایان شان نہیں ہے۔ اور نہ کسی کے لئے یہ روا ہے کہ وہ اخلاقیات اسلامیہ اور اس معاشرے کے ثوابت وقواعد پرکس دوسری چیز کو ترجیح دے کہ جن پر محافظت کرنا طے ہے اور نہ ہی افراد معاشرہ ایسا فریب دینا جائز ہے کہ جس کے نتیجے میں کوئی مسلمان پھسل کر اس کے بنائے ہوئے گڑھے میں گرجائے، وہ معاشرہ جس میں کوئی پیدا ہو پلے بڑھے اور پرورش پائے اور اس کی شیرخوارگی کا سارا انتظام اسی میں ہوا ہو کیا اس شخص پر اس کے ماحول ومعاشرہ کا حق یہ ہے کہ اس کے حقیر لوگوں کا ایک گروہ نادان نوجوان کا ٹولہ اپنے ہی معاشرے کے حقوق کی ادائیگی میں افراط وتفریط کا ارتکاب کرے اور فساد انگیزی خاینت کرتے ہوئے اپنے ہی معاشرہ کے سرپر تلوار کھینچ کے اور ہاتھ میں ڈھال لے کر اس پر حملہ آور ہوجائے؟ نہ یہ کچ کرپائے اور نہ ہی وہ کچھ کرگزرے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی بے شمار احسانات والا ہے اور اس کا ارشاد ہے:﴿وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ﴾
"اور اللہ جانتا ہے کہ مفسد (فساد بپا کرنے والا) کون اور مصلح (اصلاح کرنے والا) کون؟" (البقرۃ:۲۲۰)

دوسری جگہ ارشاد الٰہی ہے:﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ﴾
"بے شک اللہ تعالیٰ مفسدین (شریروں) کے کام نہیں سنوارا کرتا۔" (یونس:۸۱)

آپ کو آپ کے رب کی قسم ہے مجھے بتائیں تو سہی کہ جسے کوئی گھر پناہ دے اور وہ اس کے احسان کا انکار کر دے بلکہ الٹا بھیس بدل کر اسے نقصان پہنچانے کے درپے ہو تو کیا ہوگا؟

وہ کہاوت سچ ہے کہ: "جنون و دیوانگی کے بھی کئی رنگ اور متعدد اقسام ہیں۔"

قابل توجہ امور:

برادران مکرم! جس بات پر توجہ دینا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ذرائع ابلاغ (میڈیا) کی یلغار و خود غرضانہ جملوں اور زعم خود رہیں اور بلا دلیل محض طعن و تشنیع خود ساختہ تہمت طرازیوں اپنی ہی کاشتہ پرداشتہ الزام تراشیوں سے بچ کر رہیں اور اپنے معاشرے کی رموز پر نہ برس اٹھیں اور معاشرے کی۔۔۔ولوگ ہیں جوکہ امت کے صالحین میں اور کامیاب لوگوں پر طعن و تشنیع نہ کریں اور نہ ہی نیک و پاکباز لوگوں کی قدر و قیمت کم کرنے کے درپے ہوں اور انہیں لوگوں کی نظروں میں گرانے کی کوشش ہرگز نہ کریں اور نہ ہی بلاوجہ و ناحق انکے مقام کو مخدوش حالات سے دوچار کر دیں۔نہ میں مسلمانوں میں باہم دنگا و فساد پیدا کریں اور نہ ہی ماحول میں کھچاؤ، بھڑکاؤ اور جوش پیدا کریں، نہ فتنوں کے اسباب کو ہوا دیں اور نہ ہی تفرقہ بازی و باہمی بغض ونفرت پھیلائیں نہ نسلی وقبائلی تعصبات کے نعرے بلند کریں نہ جماعت سازی و دھڑے بندی کی راہ کھولیں، نہ اختلافات وتنازعات کا بیج بوئیں اور نہ ہی اجتماع اور اتفاق واتحاد کے مواقع سے دور رہیں۔

اور جو شخص ان کاموں میں سے کسی کا ارتکاب کرے گا اس کا دین و مروت دونوں ہی خطرے میں مبتلا ہو جائیں گے۔اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔ کیونکہ اس نے اصول دین میں سے ایک اصل بنیاد میں رد و قدح کی جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے: "جماعت کے ساتھ جڑے ملے رہنا اور اتحاد و اتفاق قائم رکھنا اصول دین میں سے ہے۔"

بعض قواعد شریعت:

شریعت اسلامیہ کے مقررہ قاعدوں میں سے ایک قاعدہ یہ ہے کہ "مفاسد و نقصانات کو دور اور انہیں کم کیا جائے"

اور مصالح و مفادات کو بہم پہنچایا اور انہیں مکمل کیا جائے۔"

جہاں دونوں کی طرف ہی مصلحت و مفاد ہو تو وہاں اعلیٰ درجے کی مصلحت و مفاد کو اختیار کیا جائے۔"

اور جہاں دو رمفاسد میں سے کسی ایک کا بہرصورت ارتکاب مجبوری بن جائے گا وہاں چھوٹے درجے فساد و بگاڑ کو اختیار کیا جائے۔"

اور "جن دو ہی چیزوں پر عمل پیرا ہونے میں نقصان ہی ہو ان میں سے کم نقصان دہ کو سرانجام دے دیا جائے۔"

اور "جس چیز کے بغیر کسی واجب کی ادائیگی و تکمیل نہ ہوتی ہو وہ چیز کا کام بھی واجب کا درجہ اختیار کر جاتا ہے۔"

تعاون باہمی و احترام متبادل:

آج ہم بر و نیکی اور تقویٰ و پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کی خود اپنانے کے کتنے محتاج ہیں، اسی طرح ہی نئے پیش آمدہ مسائل میں تعاون باہمی بھی ہے اصلاح کی راہوں میں اعلیٰ اخلاقیات کے ساتھ چلنے اور مسلم معاشرے کے آداب کو بھی حب مشترک اور

مودت متبادل عیوب ونقائص شمار کئے جائیں نہ کسی کے ساتھ تحقیر آمیز رویہ اختیار کیا جائے نہ کسی کا مذاق اڑایا جائے اور نہ کسی کی کوتاہی کی تشہیر کی جائے اور توفیق اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

خیر و بھلائی اور رضا بالقضاء:

کوئی بندہ یہ نہیں جانتا کہ خیر و بھلائی کہاں پوشیدہ ہے وہ عمل خیر اور خیر عمل (بھلائی کے کام اور کام کی بھلائی) کے مابین پائی جاتی ہے۔ یہ انہیں چیز ہے جس کے لئے آراء اور سینوں میں وسعت ہونی چاہئے اور عقول کو اس ہضم و قبول کر لینا ہی شر و برائیوں سے بنانے کا موجب بن سکتا ہے۔ مسلمان اس چیز پر راضی ہو جاتا ہے جو اس کی قسمت میں اللہ نے رکھی ہو اور وہ اللہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر لیتا ہے اگر چہ لوگوں کو اس کے برعکس ہی مناسب لگ رہا ہو۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِي غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِينِهِ۔

"دو بھوکے بھیڑیئے جنہیں بکریوں کے باڑے میں چھوڑ دیا جائے وہ انہیں اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتے جتنا نقصان بندے کے دین کو مال و دولت اور جاہ و منصب کا لالچ پہنچاتا ہے۔"[1] (کتب سنن و مسند احمد)

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یہ ایک عظیم مثال ہے جو نبی اکرم ﷺ نے دی ہے اور سمجھایا ہے کہ مسلمان کے دین کو نقصان پہنچانے والی چیز اس دنیا میں اس کا حصول مال و دولت اور منصب و جاہ کا لالچ و طمع ہے۔"

سستی شہرت اور نگاہوں کا مرکز بننے کا شوق:

وہ لوگ جو سستی شہرت پانے اور لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بننے کا گھٹیا شوق میں بزعم خود اصلاح کا نام سے پروانوں کے آگ میں گرنے کی طرح میدان میں گرے چلے آرہے ہیں انہیں یہ بات اپنے ذہنوں میں نقش کر لینی چاہئے کہ تمہارا یہ رویہ بظاہر تو تمہارے لئے غنیمتیں لانے کا باعث ہوگا مگر انجام کار یہ سزا و جرمانوں کا موجب بنے گا، اسی شہرت پسندی اور لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بنے کا خواہشات کا یہی انجام کیا کم ہے کہ یہ دل شکستگی کا باعث اور کمر توڑ روحانی بیماریاں ہیں اور آپ لوگوں کے رنگز (فری سٹائیل کے رسیوں سے گرے ہوئے میدانوں) میں عجیب عجیب امور واشکار ملاحظہ کریں گے۔

مثبت و تعمیری کردار:

اللہ والو! ہمیں اللہ نے ڈرنا چاہئے اور مثبت و تعمیری کردار اپنانا چاہئے اور اپنے مسلم ممالک کی تعمیر و ترقی اور آبادکاری خوشحالی کی سر توڑ کوشش کرنی چاہئے اور اس کے لئے خود اپنے آپ کو سنوارنے سدھارنے کے ساتھ ہی دوسروں کی اصلاح کی راہ اختیار کرنی چاہئے، اللہ کی قسم! عمل و سربلندی کے میدان تو یہ ہیں اور داد (اللہ کی دی ہوئی) صلاحیتوں کو بروئے کار لانے اور نگر بلند وکھلانے کے مواقع تو یہ ہیں۔

[1] ترمذی: 2376۔

دلدادگان نقد وجرح:

جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو صرف نقد وجرح کے دالدادگان ہیں اشاروں کنایوں اور واضح الفاظ میں اپنے کارناموں کی تشہیر کا شوق رکھتے ہیں دوسروں کے عیوب کو تلاش کرنا (عیب جوئی) انکا محبوب مشغلہ ہے، برائیوں کی رائیوں کے پہاڑ بنائے جاتے ہیں اور دوسروں کے لئے رسوا کن بات ہاتھ لگ جائے تو اسے نشر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔لوگوں کی کوتاہیوں کو پکڑنے کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں اور معمولی معمولی باتوں کو خوب بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں۔ان لوگوں کے ان افعال کو اگر چہ شیطان نے ان کے سامنے خوب مزین کر کے پیش کیا ہے اور اسے امت کی نصح وخیر خواہی کا رنگ دے کر اور اصلاح احوال کے دھوکے کی ٹٹی بنایا ہے لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ ہر فارغ و بے کار (بے روزگار) شخص کا کل سرمایہ یہی ہے جو کہ ساری ساری رات انٹرنیٹ پر نظر سوزی کرتے ہیں۔سٹیلائیٹ چینلز کی بد بو کر گرد جمع رہتے ہیں اور نائیٹ کلبوں کی وسیع ٹیکنالوجی کی مہلک بو سونگھتے ہیں یہاں تک کہ انکے ان مشغلوں نے انہیں اس لائق نہی نہیں چھوڑا کہ وہ جدو جہد کر سکیں اور عزیمت کا مظاہرہ اور اس سے تمسک وتعلق پیدا کرلیں ورنہ ان لوگوں میں سے کون ہے جو مقابلے کے لئے تیار ہے وہ سامنے آئے اور کون ہے جو اس دوڑ میں سبقت لے جانا چاہتا ہے وہ میدان میں اتر آئے۔

اللہ تعالیٰ حکام وعوام کو راست روزی سے نوازے اصلاح وترقی کی مساعی کو کوششوں میں برکت فرمائے، ہمارے اس ملک اور تمام مما لک اسلامیہ کو اشرار کے شر اور فاجر وفاسق لوگوں کے مکر وفریب سے محفوظ رکھے اور شب وروز میں نازل ہونے والے تمام فتنوں سے اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے اور سب کو اپنے حال اور انجام کی اصلاح ودستگی کی توفیق عطا فرمائے وہ بڑا ہی جود وکرم اور افضل وانعام کرنے والا ہے۔

باطل وجاہلانہ عقائد کا ردّ:

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور یہ بات خوب سمجھ لو کہ سب سے سچی بات اللہ کی کتاب قرآن کریم ہے اور بہترین طریقہ حضرت محمد ﷺ کی سنت ہے اور سب سے بدترین امور وہ ہیں جو دین میں نئے ایجاد کئے گئے ہوں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

برادران گرامی! زندگی کی اصل چمک دمک جمال دین کی بدولت ہے اور جمالیات دین کا انحصار عقیدہ کے حسن وصحت پر ہے۔اور یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقائد جاہلیت کو باطل قرار دے دیا ہے اور انہی باطل عقائد میں سے ہی بعض لوگوں کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ بعض ماہ وسال اور کچھ شب وروز ایسے ہیں کہ وہ اپنے ساتھ کچھ منافع وفوائد لاتے ہیں اور نقاصانات وامراض کو وہ دور کرتے ہیں جیسا کہ عوام میں سے بعض اس ماہ صفر کے بارے میں ایسا اعتقاد رکھتے ہیں، اسلام آیا گو اس نے ایسے جاہلانہ عقیدے کو باطل قرار دے دیا اور پرندے اڑا کر بدفالی لینے اور کسی کو منحوس سمجھنے کے مظاہر پر خاتمہ کر دیا اور لوگوں کے سامنے حسن فال اور خوش آئند نتائج اخذ کرنے کے دروازے کھول دیئے تاکہ وہ اپنے کاموں میں جٹے رہیں اور انکی امیدیں برآئیں۔

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ : ذُكِرَتِ الطِّيَرَةُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : أَحْسَنُهَا الْفَأْلُ ، وَلَا تَرُدُّ مُسْلِمًا ، فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ فَلْيَقُلِ : اللَّهُمَّ لَا يَأْتِي بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ ، وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ إِلَّا أَنْتَ ،

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے سنن ابی داؤد میں مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے پرندہ اڑا کر فال لینے کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "ان میں سے سب سے بہترین چیز (کسی چیز سے) حسن فال لینا ہے مگر وہ بھی سی مسلمان کو (کسی کام سے) نہ روکے۔ تم میں سے اگر کوئی کسی ایسی چیز کو دیکھے جو اسے ناپسند ہو تو اسے چاہئے کہ یہ کہے: (اللھم لا یاتی بالحسنات الا انت و لا یدفع السیئات الا انت ولا حول ولا قوۃ الا باللہ)

"اے اللہ خیر و بھلائی (نیکیاں) تو ہی لاتا ہے اور شر و برائی بھی تیری ہی قضاء و قدر سے رونما ہوتی ہے اور نیکی کرنے یا برائی سے بچنے کی تیرے سوا کسی کو طاقت نہیں ہے۔"[1] (ابو داؤد)

بدفالی و توہمات:

اے اہل اسلام! اپنے عقیدہ کے بارے میں خبردار رہیں یہ حقیقتاً ایک عجیب ہی بات ہے کہ بعض لوگوں کی عقول کے ساتھ اوہام و خیالات کھلواڑ کرتے ہیں اور وہ بعض مہینوں اور بعض سالوں میں پرندوں کو اڑا کر یا کسی بھی طرح بدفالی لینے کے سامنے ہتھیار ڈال دیتے ہیں اور بعض بیماریوں کو ان کے ساتھ خاص کر دیتے ہیں حالانکہ درحقیقت یہ چیز محض پریشاں سے خواب و خیال ہونے کے سوا کچھ نہیں اللہ تعالیٰ نے حجت و دلیل واضح طور پر بیان کر رکھی ہے۔

چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿قُل لَّن يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾

"کہہ دیں (اے نبی!) کہ ہمیں کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی بجز اس کے جو اللہ کے ہمارے لئے لکھ دی ہو وہی ہمارا مولا کارساز ہے اور مومنوں کو اللہ ہی پر توکل بھروسہ کرنا چاہئے۔" (التوبہ:۵۱)

[1] ابو داؤد:3919۔

جمال ورعنائی یا حسن وزیبائی اورفن

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن حمید حفظہ اللہ

۱۴۲۶/۲/۸ھ ۲۰۰۵/۳/۱۸ھ

لوگو! میں اپنے آپ کو اور آپ سب کو اللہ کا تقویٰ اختیار کی تلقین وتاکید کرتا ہوں اللہ آپ رحم فرمائے اللہ سے ڈرتے رہا کریں۔

فریب دنیا اور کامیابی:

تعجب ہے اس شخص پر جو اسی دنیا اور اس کے انقلابات کو دیکھ سمجھ لے اور پھر بھی اس سے فریب کھا جائے کیا وہ خیر وشر اور نافع وضار میں فرق نہیں کرسکتا؟ لوگوں کے دل انہیں گھمانے والی ذات باری تعالیٰ کی طرف رجوع کیوں نہیں کرتے اور وقت کو نیک اعمال میں صرف کرنے کو غنیمت کیوں نہیں سمجھتے اور دلوں کی بیماریوں سے صحت وعافیت کیوں نہیں پاتے اور امانت کی حفاظت کیوں نہیں کرتے اپنی ہمتوں کو خیر وبھلائی کے کاموں کی طرف حرکت دیں اور اپنے عزائم کو جدوجہد پر آمادہ کریں اور فقراء ونا داروں اور مساکین ومحتاجوں کی ضروریات کو اپنے مفادات ترجیح دیں کیوں کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَىۡءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيۡمٌ﴾

"تم اس وقت تک نیکی وثواب ہرگز نہیں پاسکتے جب تک کہ اپنی محبوب وپسندیدہ چیز سے خرچ نہ کروگے۔" (آل عمران: ۹۲)

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَمَنۡ يُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ﴾

"جو اپنے نفس کے بخل سے بچ گئے وہی فلاح وکامیابی پانے والے ہیں"۔ (الحشر: ۹)

دین فطرت وبشریت:

مسلمانو! اسلام دین فطرت ہے اس سے ہر زمانے میں اصلا اور ہر جگہ تعمیر ممکن ہے، یہ دین عقیدہ وشریعت، دین تہذیب وتربیت امن سلوک وکردار، دین حق وجمال اور دین وارثت ومعاصرت ہے، یہ زندگی کے تمام معاملات کو سلجھاتا ہے یہ کسی بھی زمانے میں توقف نہیں کرتا بلکہ اس میں جدت پیدا ہوتی رہتی ہے تاکہ یہ ہر زمانے کے حالات کو سدھارے اور ہر معاملہ میں فتوی وفیصلہ دے۔ یہی وجہ ہے اسلام ایسا دین نہیں کہ وہ بشری نفوس کی خواہشات وجذبات سے چشم پوشی کرے یا اس کی جبلت وفطرت کے مختلف حالات مثلاً اہتمام واقبال ادبار وفرار، جدوجہد وسستی وکاہلی کدوکاوش کے لئے نشاط وتازگی پژمردگی، انشراح صدر اور تنگدلی کو مدنظر رکھا نہ رکھے۔

نیت صحیح تو ہر کام عبادت:

اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا اور انکے خصائص وطبیعتیں بنائیں اور زندگی وکائنات میں چاہا بنا کر پھیلا دیا اور اس کائنات کی ہر چیز کو انسا کے لئے مسخر وزبردست کردیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو معلوم ہے کہ یہ بشر ہیں ان کے دلوں میں کچھ شوق ہیں ان کے نفوس کے کچھ حظوظ ومطالبات ہیں اور ان کی انسانی طبیعت ہیں لہذا اسلامی احکام واوامر ایسے نہیں کہ وہ ان کے سارے کام کو ہی ذکر الٰہی بنا دیتے۔ انکی تمام تر خاموش گھڑیوں کو فکر و

تدبر کردینے انکی سوچ بچار کو عبرت بنادینے کا مطالبہ کرتے ہوں لیکن اللہ نے انہیں اس بات کی قدرت بخشی ہے کہ اگر وہ قرب الٰہی کی نیت اور خلوص دل سے یہ کام سرانجام دیں اور کام بھی صحیح ہوں تو ان کے وہ تمام اعمال ہی ذکر الٰہی، فکر و تدبر، عبادات اور عبرت بن جائیں۔

بات فطرت اور اسلامی آداب:

دین اسلام نے ان تمام اشیاء کر برقرار رکھا جنہیں فطرت انسانی چاہتی اور جنکا مطالبہ کرتی ہے مثلاً سرور فرحت، کھیل کود، ہنسی مذاق اور شوق و جمال وغیرہ لیکن ان تمام چیزوں کو ان بلند اسلامی آداب کی بڑ کا پابند کر دیا ہے کہ اگر ان آداب کا خیال رکھا جائے تو ان مطالبات سے کمال درجہ استفادہ اور غایت درجہ تفریح طبع کی جاسکتی ہے جبکہ ان آداب کی بدولت ہی بدگوئی و حرام کاری، ظلم و زیادتی، بغض و نفرت اور مبادیات و اخلاق کی تباہی سے دور رہ کر بھی مذکورہ فطری امور سے لطف انداز ہوا جاسکتا ہے۔

جمال فطرت سے استفادہ و لطف اندوزگی:

اللہ نے ہمارے لئے کیا کیا چیزیں پیدا کی ہیں اور ہمیں کن کن عطاؤں سے نواز رکھا ہمارے لئے کیا کیا کچھ مسخر و زیردست کر رکھا ہے اور ہمارے لئے اپنے نفوس میں اپنی زمین میں اور اپنے آسمان میں کیا کیا قوانین و شرائع مقرر فرمائے ہیں اور ہمارے گرد و پیش کی ہر چیز ہی ہماری دسترس میں کر دی ہے اور اللہ نے فائدہ مند چیزوں اور مناظر قدرت سے استفادہ کرنے اور لطف انداز ہونے کے دونوں پہلوؤں کو جمع کرتے ہوئے ہمیں ان کی اجازت مرحمت فرمائی ہے، قرآن پڑھ کر دیکھ لیں۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ (5) وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ (6) وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَى بَلَدٍ لَمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ (7) وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾

"اور چارپایوں کو بھی اسی (اللہ) نے پیدا کیا ان میں تمہارے لئے سردیوں میں) گرمی کا سامان (اون) اور بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو اور جب شام کو انہیں (جنگل سے) لاتے ہو اور جب صبح کو (جنگل کی طرف چرانے) لے جاتے ہو تو ان سے تمہاری عزت و شان (جمال) ہے اور (دور دراز) شہروں میں جہاں تم زحمت شاقہ کے بغیر نہیں پہنچ سکتے وہ تمہارے بوجھ اٹھا کر لے جاتے ہیں بے شک ہمارا رب نہایت شفقت والا مہربان ہے، اور اسی نے گھوڑے کچھر اور گدھے پیدا کئے تاکہ تم ان پر سوار ہو اور (وہ تمہارے لئے زینت و رونق (بھی ہیں) اور وہ (دیگر چیزیں بھی) پیدا کرتا ہے جنکی تمہیں خبر نہیں ہے۔" (النحل: ۵-۸)

دوسری جگہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿أَمَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا بِهِ حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ﴾

"بھلا کسی نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور (کس نے) تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا (ہم نے) پھر ہم ہی نے اسے سرسبز و خوبصورت باغ اگائے۔" (النمل: ٦٠)

ایک تیسرے مقام پر فرمایا: ﴿وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ﴾"

"اور ہم ہی نے آسمان میں برج بنائے اور دیکھنے والوں کے لئے اسے سجادیا"۔(الحجر:١٦)

اور پکے ہوئے پھلوں کو دیکھیں اور فکر و تامل اور غور و تدبر کریں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿أَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوجٍ﴾

"کیا وہ آسمان کی طرف نہیں دیکھتے کہ ہم نے اسے کس طرح بنایا اور اسے کیسے مزین کیا اور اسمیں کہیں ایک شگاف نہیں۔"(ق:٦)

ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿انْظُرُوا إِلَى ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ﴾

"(ان چیزوں کے پھل لانے کے وقت) ان کے پھلوں پر اور (پکتے وقت) ان کے پکنے پر نظر ڈالو۔"(الانعام:٩٩)

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:﴿وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَهَا طَلْعٌ نَضِيدٌ﴾

"اور لمبی لمبی کھجوریں جنکے خوشے تہہ بہ تہہ ہوتے ہیں۔"(ق:١٠)

ایک اور جگہ پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ (17) وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ (18) وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ (19) وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ﴾

"کیا یہ لوگ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے (عجیب) پیدا کئے گئے ہیں اور آسمان کی طرف کہ کیسا بلند کیا گیا ہے اور پہاڑوں کی طرف کہ کس طرح کھڑے کئے گئے ہیں اور زمین کی طرف کی کس طرح بچھائی گئی ہے۔"(الغاشیہ:١٧-٢٠)

اختیار زینت و جمال کا حکم:

یہ نظر اور تفکر و تدبر ایمان و فائدہ جمال و زینت کے جامع ہیں بلکہ بنی آدم کو زینت کے اختیار کرنے کا اور خصوصا اوقات عبادت کے لئے خوب بننے سنورنے کا ڈائرکٹ حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿يَابَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾

"اے بنی آدم ہر نماز کے وقت اپنے آپ کو خوب مزیین کیا کرو۔"(الاعراف:٣١)

ستر پوشی میں حسن و جمال اور رعنائی:

اللہ کے بندو! اس باب میں مزید فکر و تامل اور تفصیل جاننے کے لئے دیکھیں کہ بنی آدم کی دو چیزیں شرمگاہ ہیں اور وہ دونوں ہی ستر و پردہ کی ضرورت مند ہیں بلکہ انکے ستر میں بھی انتہائی جمال اور خوبصورتی پائی جاتی ہے۔

(ا) جسم کا ستر:

دونوں مقامات ستر میں سے ایک تو جسمانی شرمگاہ ہے اور اس کا ستر دو لباسوں سے ہوتا ہے ایک لباس پردہ ہے اور دوسرے لباس زینت سے اور ان دونوں کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿يَابَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَى ذَلِكَ خَيْرٌ ذَلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ﴾

"اے بنی آدم! ہم نے تمہارے لئے لباس نازل کیا جس سے تم اپنی شرمگاہ کو چھپاتے ہو اور (اپنے بدن کو) زینت و رعنائی دیتے ہو اور (جو

) پرہیز گاری کا لباس (ہے) وہ سب سے اچھا ہے۔" (الاعراف:۲۶)

پہلا لباس شرمگاہ کو چھپاتا اور ستر و پردہ کا باعث بنتا ہے اور دوسرا زیب و زینت اور حسن و رعنائی کا موجب ہے اہل علم نے لکھا ہے کہ حسن و رعنائی تعبیر کے لئے ریش (پرندے کے پر) کو اختیار کیا گیا کیونکہ تمام مخلوقات کی پوشاکوں میں سے حسین و جمیل پوشاک پرندوں کے پر ہیں جو کہ اپنے دیدہ زیب و دلکش انگوں سے نرمی و باریکی اور جاذبیت میں اپنا ثانی نہیں رکھتا اور انہوں نے لکھا ہے کہ پرندوں کا پر انسانوں کے بالوں، بھیڑ بکریوں کی اون اور اونٹ کے بالوں سے بھی نرم و نازک ہوتا ہے۔

اگرچہ ان چیزوں میں بھی جمال و زیبائش موجود ہے جو کہ کسی پر مخفی نہیں ہے۔

(۲) نفس کا ستر:

انسان دوسری شرمگاہ یا مقام ستر نفس کا ستر ہے جسے اخلاق جمیلہ، حسن عبادت اور اطاعت الٰہی کے پردے سے ڈھانپا جاتا ہے اور اسی پردہ و پوشاک یا ستر و لباس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَلِبَاسُ التَّقْوَى ذَلِكَ خَيْرٌ﴾

"اور (جو) تقویٰ و پرہیز گاری کا لباس (ہے) وہ سب سے اچھا ہے۔" (الاعراف:۲۶)

میں ہی نہیں ہوتا بلکہ اخلا میں بھی جمال پایا جاتا ہے اسی طرح صبر جمیل، صفح جمیل (معافی) اور ہجر جمیل (فراق) جسے اخلاقی امور صفات میں بھی جمال کا وجود معروف ہے۔

جمال اور اسلام:

(ا) جمال تعبیر:

برادران و احباب کرام! اگر دور حاضر کی اصطلاح ایک ذوق جمال اور صنعت جمال کو فن کا نام دیا گیا ہے تو یہ جمال دین اسلام اور اس کی اسلامی تہذیب میں صرف ذوق کے لئے نہیں بلکہ یہ عظیم مقاصد کے لئے مستعمل ہے، جمال تعبیر یا حسن تعبیر ہر طرح کے فنون کی وسیع ترین قسم اور لوگوں کی زندگی میں سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والی چیز ہے۔ اسی طرح انکے باہمی معاملات، خطاب و اسلوب امر و نہی، دعوت و راہنمائی اور تعلیم و تربیت کے سب میدانو میں کتاب و قرآن کری ہے اور یہ کتاب جمال و حسن تعبیر کے اعتبار سے ہمارے لئے نادر بیمثالی نمونہ ہے اور اس امت کے نبی حضرت محمد ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ کو جوامع الکلم دیئے گئے تھے کہ چند کلمات آپ معانی و مضامین کے دریا بہا دیا کرتے تھے گویا دریا ۔۔۔۔ میں بند کر دیا کرتے تھے۔ غرض قول حسن و عظ حسن، طریق جدال و مناظرہ اور احسن القصص یہ سب کلمات اہل علم اہل دعوت و تبلیغ اور تعلیم و تربیت کے میدانوں میں کام کرنے والے لوگوں کے لئے ایک تنبیہ اور راہنمائی ہے کہ وہ اپنے اسلوب و انداز میں جاذبیت و کشش پیدا کریں اور ما فی الضمیر کی تعبیر کے لئے وہ خوبصورت انداز اختیار کریں کہ جسے جمال تو تعبیر کیا جاسکتا ہے اور یہ کیوں نہ جبکہ وہ قرآن کریم ہی پڑھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ﴾

"آپ اللہ کی رحمت سے ان کے لئے نرم دل ہو گئے اور آپ بدزبان وسخت دل ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے۔" (آل عمران:۱۵۹)

(۲) نبی ﷺ اور جمال کلام:

اللہ والو! یہ کتنا واضح اور کتنا حسن و جمال والا حکم ہے اگر نبی ﷺ بدزبان و بدخو ہوتے اور سنگدل وسخت گیر افتادطبع پاتے جبکہ آپ ﷺ ان سے قطعی پاک تھے۔ لیکن اگر آپ ایسے ہوتے تو آپ کی بات کوئی نہ مانتا بلکہ لوگ آپ کے اردگرد سے باگ نکلتے کیوں؟ اس لئے کہ لوگ رفق ونرم مزاجی، خندہ روئی مسکراتے ہوئے استقبال کئے جانے اعلیٰ اخلاق وحسن گفتگو، حسن استماع جاذبیت وکشش کی فطرت پر پیدا ہوتے ہیں اور انہی صفات کو قبول کرتے انہی کا احترام کرتے ہیں۔

(۳) جمال قول وصبر جمل اور۔۔۔۔:

معلم ومدرس، رہبر وراہنما، ناصح وخیر خواہ، محتسب، داعی ومبلغ، قلم کار ومضمون نگار اور پڑھے لکھے تمام لوگ اس بات کے اہل ہیں اور انہیں چاہئے کہ وہ قول جمیل (عمدہ بات) صبر جمیل، صفح جمیل (معانی تلافی کا اعلیٰ انداز) اور ہجر جمیل (فراق وعلیحدہ کے عمدہ انداز کو اپنائیں۔

فسق وفجور کوئی فن نہیں:

مسلمانو! یہ خوبصورت جمال اور دلفریب ودلکش فن، حق سے بالا تو ہو ہی نہیں سکتے لہذا جھوٹ ودروغ گوئی میں فن کا وجود نہیں ہوسکتا نہ ہی فسق و فجور کے کاموں کو فن کا نام دیا جاسکتا ہے بلکہ یہ ممکن ہو جائز ہی نہیں کہ فن اور فنی عمل اداکاری وفنکاری کے نام سے کفر وفسوق اور ظلم وجور سر پردہ ڈالا جائے بلکہ بعض لوگ تو انتہاء پسندی کی اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ ان میں سے بعض یہ تک کہنے لگے کہ: فنکار کے خلاف ان قواعد اور معیاروں کے مطابق فیصلہ صادر نہیں کیا جاسکتا جس کے تحت دوسرے لوگوں کے بارے میں کہا جاسکتا ہے۔

حالانکہ یہ ہرگز جائز نہیں کہ فنکاریوں کے جمال کے دروغ گوئی وجھوٹ اخلاقیات کی تخریب وتباہی اور عمدہ عادات واطوار کو چھوڑ کر بداخلاقی اپنانے کا ذریعہ باطل امور کر جنم دیا جائے بدگوئی کھلے عام کی جائے اور جعل سازی کا ارتکاب کیا جائے۔

وسیلہ ممنوع بھی ممنوع ہے:

جب یہ حسن وجمال اور زینت ورعنائی حق کی عمارت کو مسمار کرنے اخلاقی اقدار کو نیست ونابود کرنے اور اخلاقیات پر دست درازی کرنے کا ذریعہ وسبب بننے لگیں تو ایسے حسن ورعنائی کو روکنا اور اسکی راہیں بند کرنا واجب ہو جاتا ہے کیونکہ ممنوع فعل تک پہنچانے والا ذریعہ ووسیلہ بھی ممنوع ہی ہوتا ہے اہل ایمان مردوں اور عورتوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی اپنی نگاہیں جھکا کر رکھیں اور خود نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو جو کہ پوری دنیا کی عورتوں کو زیادہ معزز ومکرم زیادہ اہل شرف وعظمت، زیادہ عفت مآب اور زیادہ پاکباز تھیں انہیں اس بات سے منع کر دیا گیا کہ وہ اپنی آواز میں لوچ ونرمی پیدا کر کے لوگوں سے باتیں نہ کریں کیونکہ یہ فعل بیمار دل والے مریض القلب لوگوں میں شر کو ابھارتا اور انہیں ممنوع اور امور تک لے جاتا ہے چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي

﴿فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا﴾

"(تم کسی اجنبی شخص سے) نرم نرم باتیں نہ کرو تا کہ وہ شخص جس کے دل میں کسی طرح کا مرض و بیماری ہو اس میں کوئی امید (نہ) پیدا کرے اور دستور و معروف طریقہ کے مطابق بات کیا کرو۔" (الاحزاب:۳۲)

ستر اور شیطان:

اللہ کے بندو! غور تامل کا لطیف سا اشارہ اس بات میں موجود ہے جو کہ قرآن کریم نے ہمیں بتائی اور اس پر متنبہ و خبردار کیا ہے کہ شرمگاہ کو ننگا کرنے اور شیطان اور اس کے چیلوں میں ایک تعلق پایا جاتا ہے آپ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھ کر دیکھ لیں: ﴿يَا بَنِي آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ أَبَوَيْكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْآتِهِمَا إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ﴾

"اے بنی آدم! (دیکھنا کہیں) شیطان تمہیں بہکا نہ دے جس طرح تمہارے ماں باپ کو (بہکا کر) جنت سے نکلوا دیا اور ان سے انکے کپڑے اتروا دیئے تا کہ ان کے ستر انہیں کھول کر دکھلا دے۔ وہ اور اس کے چیلے تمہیں ایسی جگہ لکھتے دیکھتے رہتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔" (الاعراف:۲۷)

شیطان اس کے چیلے اور اسی کی راہ چلنے والے دوسروں کو دونوں شرمگاہوں کو ننگا کر دینے کا حکم و ترغیب دیتے رہتے ہیں: جسم کے ستر کو ننگا ہونے کپڑے اتار پھینکنے اور بدن کو کھول دینے کے ذریعے عریاں کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور نفس کے ستر کو برے اخلاق و افعال کے ارتکاب سے کھلوا دیتے ہیں۔

جمال رخ نہیں جمال عمل:

مسلمانو! یہ ہے حسن جمال اور یہ ہے زیبائی و رعنائی اور یہ فن و فنکاری کا ظاہر و باطن اور اس کا حسن اور قبح و مذمت اے صاحب بصیرت مسلمان ان دونوں جمالوں اور رعنائیوں میں سے جو زیادہ حسن و خوبی والا ہے اسے اختیار کر لیں اور ان دونوں صورتوں میں سے جو سب سے زیادہ ابھی ہے اسے اپنا لیں اور شیطانا اور اسکے چیلے آپ کو بہکا نہ دیں چہرے کا حسن کسی کو بلندی تک نہیں پہنچا تا اگر ان لوگوں کے اخلاق میں حسن و خوبی نہ ہو اور شکل و صورت میں اگر آپ نے خوب صورت کپڑے پہن اور عمدہ لباس سے مزین ہو گئے تو یہ آپ کا جائز شرعی حق ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اپنے آپ کو حسن اخلاق اور اعلیٰ و عمدہ اعمل کی زینت و زیبائی میں بھی کوئی کمی کوتاہی نہ کریں، یہ بڑے ہی احمق لوگ ہیں جنہیں آپ دیکھتے ہیں کہ وہ بڑے خوش شکل ہوتے ہیں وہ اپنے ظاہری حسن و جمال کو بنائے رکھنے کے لئے بھی بڑا کچھ کرتے ہیں جبکہ وہ اپنے الفاظ و گفتگو میں قبیح انداز و کردار بدترین لوگ ہوتے ہیں بدذاتی انکا شیوہ بدزبانی انکی عادت اور سخت گیری انکا شعار ہوتی ہے یہ رنگ سراسر حماقت ہے ارشاد الٰہی ہے: ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (32) قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ

مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ﴾

”پوچھیں تو ان سے (اے نبی ﷺ) کہ جو زینت (و آرائش) اور کھانے (پینے) کی پاکیزہ چیزیں اللہ نے اپنے بندوں کیلئے پیدا کی ہیں انہیں حرام کس نے کہا ہے؟ کہہ دیں کہ یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کے لئے ہیں اور قیامت کے دن (بھی) خاص انہیں کا حصہ ہوں گی۔اسی طرح اپنی آیتیں سمجھنے والوں کے لئے کھول کر بیان کرتے ہیں کہہ دیں کہ میرے رب نے تو بے حیائی کی باتوں کو وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کرنے کو حرام کیا ہے اور اس کو بھی کہ تم کسی کو اللہ کا شریک ٹھہراؤ جس کی اس نے کوئی سند نازنہیں کی اور اس کو بھی کہ الل کے بارے میں ایسی باتیں کہو جنکا تمہیں کچھ علم نہیں ہے۔“(الاعراف: ۳۲-۳۳)

عبرت انگیز موازنہ:

اللہ آپ کو توفیق خیر سے نوازے! اس مقارنہ وموازنہ کو بھی (پڑھ) سن لیں جو کہ علامہ امام ابو محمد ابن حزم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اور انتہائی فکرو نظر کے لائق اور باعث تفکر و تدبر ہے چنانچہ انہوں نے لکھا ہے: ”خیر و بھلائی اور آخرت میں حسن انجام کا طلبگار فرشتوں کے مشابہ ہوتا ہے اور شر و برائی کرنے والا شیطانوں سے مشابہت رکھتا ہے شکار مانے اور غلبہ وتسلط پانے کا خواہاں درندوں سے ملتا جلتا ہے اور لذتوں کے پیچھے دیوانہ وار پھرنے والے جانوروں کی مانند ہوتا ہے وہ شخص جو کسی مفاو و مصلحت کے بغیر ہی جمع مال کرنے کے پیچھے لگا رہتا ہے اس میں حیوانوں کی شباہت پائے جانے سے بھی نچلا درجہ پایا جاتا ہے بلکہ اس کے مال کا تو وہی حال ہے جو کہ غاروں میں پائے جانے والے پانی کا ہوتا ہے جس سے کوئی حیوان بھی استفادہ نہیں کرسکتا۔“ آگے چل کر وہ لکھتے ہیں: عقلمند وہ ہے جس کا تعلق کسی ایسے وصف سے نہ ہو کہ اس میں اس سے فوقیت صرف کسی درندے، حیوان یا جمادات کو ہی حاصل ہو جو اپنی شجاعت و بہادری پر بڑا نازاں ہے اسے معلوم ہونا چاہئے کہ بھیڑیا اور چیتا اس سے بھی زیادہ بہادر ہوتے ہیں جسے اپنی قوت پر گھمنڈ ہو اسے معلوم ہو چاہئے کہ اونٹ اس سے بھی زیادہ قوی ہوتا ہے جسے بوجھ زیادہ اٹھانے کا زعم ہو اسے اس بات کا پتہ رہنا چاہئے کہ ہاتھ اس سے بھی زیادہ بوجھ اٹھاتا ہے۔ جو یہ بات اچھی لگ رہی ہو کہ وہ بڑ تیز دوڑتا ہے اسے یہ بات نہیں بھولنا چاہئے کہ اس سے گھوڑا زیادہ دوڑتا ہے جسے اپنی خوشی آوازی پر برا فخر ہو اسے یہ نہیں بھلانا چاہئے کہ بکثرت پرندوں اور بانسریوں کی لکڑیوں کی آوازیں زیادہ طرب آگیں اور لذت آمیز ہوتی ہیں جو باتیں ان حیوانات و جمادات میں بھی پائی جاتی ہیں وہی اگر کسی شخص میں پائی جائیں تو اس میں فخر وسرور والی کونسی بات ہے البتہ اگر کسی میں شعور وتمیز قوی ہو اس کا علم وسیع ہو اور عمل اچھا ہو تو اپنے آپ رشک کرنا اور خوش ہونا چاہئے اس سے آگے صرف وہی شخص ہوسکتا ہے جو اس سے بھی زیادہ ہمت والا اور اس سے بھی اکثر عمل والا ہو اور نیک وصالح شخص ہو۔

اللہ والو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو آپ کو رب نے آپ کو بنایا ہے اور روئے زمین پر پائی جانے والی تمام اشیاء کو اس زمین کی زینت و جمال بنایا تاکہ وہ آپ سب کو آزما کر دیکھے کہ آمیں سے زیادہ اچھا عمل کون کرتا ہے۔

اسلام اور حفظان صحت کا اہتمام

شرعی دم جھاڑ

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ سعود الشریم حفظہ اللہ
۱۵/۲/۱۴۲۶ھ،۲۵/۳/۲۰۰۵ء

ان گنت نعمتیں:

لوگو! اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اس کے بندوں پر یکے بعد دیگرے مسلسل نازل ہوتی ہی رہتی ہیں اور ان نعمتوں کا انکار و ناشکری کرنے والا کفران نعمت کا ارتکاب کرتا ہے اور جو شخص ان نعمتوں کا حصر و احاطہ اور شمار کرنا چاہے وہ اپنے ارادوں میں کامیاب نہیں ہوسکتا اس کی نعمتیں اس قدر ہیں کہ انکا نئے سے نیا سلسلہ جاری رہتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی ان نعمتوں کا اپنے بندوں پر احسان جتلایا ہے کسی کو عطا کرتا ہے اور کسی کو محروم کر دیتا ہے جس پر چاہے انہیں تنگ کر دیتا ہے۔

نعمت صحت وتندرستی:

اس رزق دینے والے طاقتوں قوتوں کے مالک اور مضبوط ذات گرامی کی عظیم نعمتوں میں سے ہی ایک صحت و عافیت کی نعمت بھی ہے یہ جسم میں عافیت وتندرستی اور آفتوں بیماریوں سے سلامتی کی نعمت ہے کیونکہ مکمل صحت مندی اور جسم کا ظاہری و پوشیدہ، تمام علتوں اور بیماریوں سے محفوظ ہونا امن واستقرار والی خوشگوار و خوشحالی زندگی اور انسان کا دینوی مطلوبہ کمال اسی میں پنہاں ہے کہ اقتدار وحکومت کے حصول کے لئے جسمانی صحت بھی علم کے ساتھ برابر کی حصہ داری قرار دی گئی ہے جیسا کہ طالوت کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ﴾

"کہا (انکے نبی نے) کہ اللہ نے اسے تم پر فضیلت دی اور بادشاہی کے لئے) منتخب فرمایا ہے اور اس نے اسے علم بھی بہت سا بخشا ہے اور تن وتوش بھی (بڑا عطا کیا ہے)۔" (البقرہ: ۲۴۷)

بلا صحت کچھ بھی نہیں:

اگر صحت جسمانی کو اللہ کی عظیم نعمت نہ مانیں تو پھر صحت کے بغیر زندگی کا معنی ہی کیا ہے؟ اور بیماری میں کھانے پینے کی کیا لذت ومزہ ہے؟ صحت کمزور رہے اور بیماریوں کا غلبہ اپنے تو مال و دولت اور جاہ ومنصب کی کیا قیمت ہے؟ مکمل صحت وتندرستی کا مالک فقر و نادار شخص بیمار دولتمند سے زیادہ خوشحال و فارغ البال ہوتا ہے بلکہ آدمی کی عبادت بھی بیماری میں کوئی حلاوت والی کہاں لگتی ہے؟ تندرست وتوانا شخص اگر اس نعمت پر اللہ کا شکر گزار رہے تو یہ شخص کتنا خوشحال وسعادتمند ہوتا ہے اور اگر وہ کفران نعمت میں مبتلا ہو جائے تو یہ اس کے لئے کتنا باعث شقاوت اور سبب ذلت و رسوائی ہے اللہ کی قسم! یہ صحت ان دو نعمتوں میں سے ایک ہے جن کے بارے میں بکثرت لوگ فریب خوردہ و ناشکرے ہیں جیسا کہ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ۔

"دو نعمتیں ایسی ہیں کہ بکثرت لوگ ان کے بارے میں فریب میں مبتلا (ناشکرے ونقصان اٹھانے والے) ہیں: صحت وفراغت۔"[1] (صحیح بخاری)

کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے کہ صحت تندرست شخص کہ سر کا وہ تاج ہے جسے لوگوں میں سے بیمار کے سوا کوئی نہیں دیکھتا اور نہ ہی اس کی طرف سر اٹھاتا یا متوجہ ہوتا ہے۔

صحت پر شریعت کی بھر پور توجہ اور ایک غلط پروپیگنڈا:

مسلمانو! ہماری شریعت اسلامیہ نے حفظانِ صحت پر خصوصی توجہ دی ہے اور جسم کو ہر بیماری اور خلافِ صحت امور سے محفوظ رکھنے کا خاص اہتمام کیا ہے چنانچہ شریعت اسلامیہ نے دوا دارو اور علاج معالمہ کو بڑے احسن انداز سے اختیار کیا ہے اور امراض و بیماریوں سے تحفظ و بچاؤ کے اسباب وتدبد کو اپنانے کا حکم دیا ہے اور یہ بات شریعت اسلامیہ کی وسعتوں کا پتہ دیتی ہے اور اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ یہ ایک دائمی وسدا بہار شریعت ہے اور اس میں ہر خیر کے کام کی ترغیب دلائی گئی ہے اور ہر شر برائی کے خلاف بدزبانی کرتے ہوئے یہ کہہ دیتے ہیں کہ شریعت کو بھلا طب وصحت سے کیا غرض؟ اور طب واحکام علاج معالجہ کو شریعت سے کیا نسبت؟

اسلام کی اعتدال پسندی:

اللہ والو! حقیقت یہ ہے کہ ہر عادل ومنصف مزاج شخص جانتا ہے اور اسے اس بات کا پوری طرح ادارک ہے کہ شریعت اسلامیہ انتہائی اعتدال پسند ہے اور علاج ومعالجہ کے بارے میں بھی اس کا موقف بڑا واضح اور اعتدال پسند ہے اور علاج ومعالجہ کے بارے میں بھی اس کا موقف بڑا واضح ہے اور اعتدال پر مبنی ہے کیونکہ علاج ومعالجہ کے ساتھ تعلق کے سلسلہ میں شریعت کے موقف میں کوئی تشدد وزیادتی نہیں ہے کہ یہ توکل علی اللہ اس پر مکمل اعتماد وبھروسہ اور اللہ کی قضاء وقدر سے مناسبت نہیں رکھتا بلکہ یہ ایک دوسرے سے متضاد ہیں ایسا ہرگز نہیں ہے اور نہ ہی مادی اسباب کو اختیار کرنے یا انکے مواقع پر انہیں نظر انداز کرنے کے سلسلے میں ہی شریعت میں کوئی کمی کوتاہی ہے اسی طرح تعلق سے آگے بڑھ کر عملا دوا دارو اور علاو معالجہ کے بارے میں بھی شریعت مصطفوی ﷺ کا نظریہ بڑا اعتدال پسندانہ ہے یہ تو اس معاملہ میں اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ کوئی زیادتی کرے اور کسی حرام چیز سے اپنا علاج کرے اور نہ ہی اس بات کا حکم دیتی ہے کہ اس حد تک کوتاہی برتی جائے کہ مباح چیزوں سے علاج معالجے کو نظر انداز کر دے یا اس سے منع کرے۔

اہل توکل کا بلا حساب جنت کی جانا:

پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ شریعت میں کبھی تو مادی اسباب کو اختیار کرنے کی بجائے مطلقا اللہ تعالیٰ پر توکل وبھروسہ کرنے کو ترجیح دی گئی ہے اور توکل کا یہ انداز مومنین صادقین کی نشانی ہے جیسا کہ

ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : .....وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ هَؤُلَاءِ سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ

---

[1] صحیح بخاری:6412۔

:هُمُ الَّذِينَ لَا يَسْتَرْقُونَ، وَلَا يَتَطَيَّرُونَ، وَلَا يَكْتَوُونَ، وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ۔
نبی اکرم ﷺ نے ایسے ستر ہزار لوگوں کا ذکر فرمایا ہے جو بلا حساب وعذاب جنت میں داخل ہو جائیں گے اور انکے اوصاف ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "جو کہ نہ دم جھاڑ کرواتے ہیں نہ آگ سے داغ لگواتے ہیں اور نہ پرندے اڑا کر فال وشگون لیتے ہیں نہ آگ اپنے رب پر توکل و بھروسہ کرتے ہیں۔"[1] (بخاری ومسلم)

شریعت کی ترغیب علاج:

اور کبھی ہم یہ پاتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ علاج معالجے کی ترغیب دلاتی اور اس کا حکم دیتی ہے سوائے مذکورہ امور کے جیسا کہ
عَنْ أُسَامَةَ بْنِ شَرِيكٍ قَالَ: قَالَتِ الْأَعْرَابُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَلَا نَتَدَاوَى؟ قَالَ: نَعَمْ، يَا عِبَادَ اللهِ تَدَاوَوْا۔
حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: "میں نبی اکرم ﷺ کے حضور بیٹھا تھا کہ کچھ اعرابی (بدو لوگ) آئے اور انہوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم دوا کرلیں؟ نبی اکرم ﷺ فرمایا: "ہاں! اے اللہ کے بندو، دواء علاج کرلیا کرو۔۔۔"[2] (ترمذی، ابوداؤد، مسند احمد)

پرہیز علاج سے بہتر:

اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائیے! یہ بھی آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ شریعت کا موقف دواء وعلاض کے بارے میں صرف اتنا ہی نہیں کہ بیماری واقع ہو جائے کو اس زائل کرنے کے لئے بھاگ دوڑ کی جائے بلکہ شریعت نے تو اس سے بھی بہت آگے تک جانے کی ترغیب دلائی ہے اور پرہیز واحتیاط تدابیر اختیار کرنے کی بھی تعلیم دی ہے جیسا کہ ایک مشہور مقولہ ہے "پرہیز ہر علاج سے بہتر ہے۔"
اور شریعت کے مقررہ قواعد وضوابط میں سے ہی ایک قاعدہ ومسلم اصول یہ ہے (الدافع اولیٰ من الرفع) "کسی علت کے واقع ہو جانے پر اسے اٹھانے ورفع کرنے سے بہتر یہ ہے کہ اسے لاحق وواقع ہی نہ ہونے دیا جائے۔" اور قاعدہ واصول پر دلالت کرنے والی کئی احادیث رسول ﷺ میں جنکا حصر واحاطہ تو ممکن نہیں تاہم بطور مثال انہیں میں سے ایک حدیث میں ارشاد نبوی سے ہے: لَا يُورِدَنَّ مُمْرِضٌ عَلَى مُصِحٍّ۔
صحیح وسالم (اونٹ والے کے اونٹوں) پر وہ شخص اپنے (اونٹ پانی پلانے کے لئے) ہرگز نہ لائے جس کے (اونٹ) بیمار ہوں۔"[3] (بخاری ومسلم)
اسی طرح صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں وہ بیان فرماتے ہیں: كَانَ فِي وَفْدِ ثَقِيفٍ رَجُلٌ مَجْذُومٌ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّا قَدْ بَايَعْنَاكَ، فَارْجِعْ۔

---

[1]) صحیح بخاری:5705۔
[2]) صحیح بخاری:5771۔
[3]) صحیح بخاری:

"بنو ثقیف کے اسلام قبول کرنے کے لئے آنے والے ایک وفد میں ایک آدمی کوڑھ کے مرض میں مبتلا تھا نبی اکرم ﷺ نے اسے پیغام بھیجا اور فرمایا: "تم وہیں سے واپس لوٹ جاؤ ہم نے تمہاری بیعت قبول کر لی۔"[1] (صحیح مسلم)

ادھر صحیح بخاری ومسلم میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: مَنْ تَصَبَّحَ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً، لَمْ يَضُرَّهُ ذَلِكَ الْيَوْمَ سُمٌّ وَلَا سِحْرٌ

"جس نے صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھالیں اسے اس دن کوئی زہر اور سحر (جادو) نقصان نہیں دے گا۔"[2] (بخاری ومسلم)

ہر بیماری کی دواء:

یہ بھی اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے کہ کوئی ایسی بیماری نہیں ہے کہ جس کی اللہ نے دواء وشفاء نہ بنائی ہو وہ بیماری چاہے کوئی بھی کیوں نہ ہو البتہ اس بات کا تعلق اس دواء کا علم ہونے یا انکے بارے میں لا علم ہونے سے ضرور ہے اور اس کا علم ہونا بھی اللہ تعالیٰ کا ایک ایک فضل وکرم ہے ایسے ہی انعامات کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴾

"یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ بڑا ہی فضل وکرم کرنے والا ہے۔" (الحدید:۲۱، الجمعہ:۴)

مسند احمد میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِنَّ اللهَ لَمْ يُنْزِلْ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً، عَلِمَهُ مَنْ عَلِمَهُ وَجَهِلَهُ مَنْ جَهِلَهُ۔

"اللہ نے کوئی ایسی بیماری نہیں اتاری سوائے اس کے کہ اسکی دواء شفاء بھی اتاری ہے اس شفاء ودوا کو جس نے جان لیا اس نے جان لیا اور جو اس سے لاعلم رہا وہ لاعلم رہا۔" (مسند احمد)

ماضی وحاضر میں مسلم اطباء:

زمانہ ماضی اور موجودہ دور میں بھی اللہ تعالیٰ نے بعض مسلمانوں کو علم طب وحکمت سے خوب نوازا تھا اور یہ بھی اس شریعت مطہرہ کی طرف سے اپنی امت کی صحت کے پہلو اور طب وحفظان صحت پر خصوصی توجہ اور وسعت نظری کا منہ بولتا ثبوت ہے اور یہ اس بات کا پتہ بھی دیتی ہے کہ امت مسلمہ اس علاج معالجہ کے معاملہ میں بھی غیروں کی محتاج اور ان پر بوجھ نہیں تھی۔

عَنْ أَبِي رِمْثَةَ، قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ، وَلَمْ أَكُنْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجَ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَخْضَرَانِ، فَقُلْتُ لِابْنِي: هَذَا وَاللَّهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَجَعَلَ ابْنِي يَرْتَعِدُ هَيْبَةً لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي رَجُلٌ طَبِيبٌ، وَإِنَّ أَبِي كَانَ طَبِيبًا، وَإِنَّا أَهْلُ بَيْتِ طِبٍّ، وَاللَّهِ مَا يَخْفَى عَلَيْنَا مِنَ الْجَسَدِ عِرْقٌ وَلَا عَظْمٌ، فَأَرِنِي هَذِهِ الَّتِي عَلَى كَتِفِكَ، فَإِنْ كَانَتْ سِلْعَةً قَطَعْتُهَا، ثُمَّ دَاوَيْتُهَا. قَالَ: " لَا، طَبِيبُهَا اللَّهُ ". ثُمَّ قَالَ: " مَنْ هَذَا الَّذِي مَعَكَ؟ ". قُلْتُ: ابْنِي، وَرَبِّ الْكَعْبَةِ. فَقَالَ: " ابْنُكَ؟ ". قَالَ:

---

[1] صحیح مسلم:2231۔
[2] صحیح بخاری:5769

ابْنِي أَشْهَدُ بِهِ. قَالَ: " ابْنُكَ هَذَا لَا يَجْنِي عَلَيْكَ، وَلَا تَجْنِي عَلَيْهِ".

حضرت ابورمثہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں فرماتے ہیں: "میں مدینہ منورہ آیا اور میں نے اس سے قبل نبی اکرم ﷺ کو دیکھا ہوا نہیں تھا آپ ﷺ باہر تشریف لائے تو آپ دو سبز کپڑے اوڑھے ہوتے تھے میں نے اپنے بیٹے سے کہا: اللہ کی قسم! یہی نبی اکرم ﷺ ہیں میرا بیٹا نبی کی ہیبت سے پیچھے ہٹنے لگا، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں طبیب آدمی ہوں اور میرے والد بھی طبیب و حکیم تھے اور ہمارا سارا خاندان وخانوادہ ہی طب سے تعلق رکھتا ہے۔ اللہ کی قسم ﷺ جسم کی کوئی رگ اور کوئی ہڈی ہم سے پوشیدہ نہیں ہے مجھے یہ (مہر) دکھلائیں جو کہ آپ کے کندہ پر ہے۔ گر یہ رسولی (پھولی ہوئی غدود) ہے تو میں اسے کاٹ کر نکال (سرجری کر) دیتا ہوں۔ اور پھر اس زخم کا علاج کر دیتا ہے۔"[1] (مسند احمد)

ہر دو کے لئے اطمینان:

اللہ والو! ان تمام نصوص حدیث میں مریض اور طبیب دونوں کے لئے اطمینان وتسلی کا سامان پایا جاتا ہے کہ بیماری کا علاج کرنے کے لئے ہر وہ کوشش کی جائے جس سے وہ زائل ہو سکے اور مریض وطبیب دونوں میں اس شعور کی وجہ سے حوصلہ وہمت پیدا ہوتی ہے جو ان مین امید اور نیک فال کا کام کر کے مرض و بیماری کو بھگا دیتے ہیں۔

بیماری وعلاض دونوں اللہ کی طرف سے:

شریعت اسلامیہ نے انسانی کو قضاء وقدر کے نظریہ کو تسلیم کرنے اور اس تقدیر کا دفاع کرنے کے نظریہ کے مابین متذبذب و پریشان بھی نہیں رہنے دیا بلکہ یہ بتا دیا ہے کہ بیماری اور دواء دوونوں چیزیں ہی اللہ کی طرف سے ہیں اور جس طرح بیمار تقدیر کے عین مطابق نازل ہوتی ہے اسی طرح مادی بھی اسباب کا اختیار کرنا اور دواء وعلاج کا فائدہ مند ثابت ہونا بھی عین تقدیر کے مطابق ہی ہوتے ہیں۔

بندہ ہر دو حالتوں میں ہی اللہ کی مقررہ کردہ تقدیر سے اسی کی طے کردہ تقدیر کی طرف ہی بھاگتا ہے چنانچہ کتب سنن اور مسند احمد میں

عَنْ أَبِي خُزَامَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَرَأَيْتَ رُقًى نَسْتَرْقِيهَا، وَدَوَاءً نَتَدَاوَى بِهِ، وَتُقَاةً نَتَّقِيهَا، هَلْ تَرُدُّ مِنْ قَدَرِ اللهِ شَيْئًا؟ قَالَ: هِيَ مِنْ قَدَرِ اللهِ.

حضرت ابوخذامہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ!: "ہم جو دم جھاڑ کرتے ہیں یا دواء دارو کرتے ہیں یا پرہیز و بچاؤ اختیار کرتے ہیں تو کیا یہ چیزیں تقدیر میں لکھی کسی چیز کو موڑ سکتی ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا:" یہ چیزیں بھی تو اللہ کی لکھی تقدیر سے ہی ہیں۔"[2] (ترمذی)

دواء علاج کی تین اقسام:

اللہ والو! یہ بات بھی آپ کے علم میں ہونی چاہئے کہ ہم سب پر یہ واجب ہے کہ ہمیں اس بات کا ادراک ہو کہ علاج امراض اور بیماریوں کی دواء

---

[1] مسند احمد: 7118۔

[2] ترمذی: 2065۔

کی تین قسمیں ہیں:

(۱) ان میں سے پہلی قسم یہ ہے کہ مشروع وجائز اشیاء سے علاج کیا جائے اسے شارع حکیم نے پسند فرمایا ہے اور اسی سے مراد علاج ومعالجہ ہے جس کے بارے میں مخصوص نصوص واحادیث وارہوئی ہیں مثلاً قرآن پڑھنے، زمزم پینے، شہد استعمال کرنے، عجوہ کھجور کھانے اور حبہ سوداء (کلونجی) استعمال کرنے سے علاج ہے۔

اسی طرح بعض دیگر علاج دوائیں بھ ہیں جن کے بارے میں میں صحیح نصوص وارد ہوئی ہیں جو اس بات کی دلیل ہیں اشیاء بعض مخصوص امراض کا علاج شمار ہوتی ہیں۔

(۲) علاج کی تین اقسام میں سے دوسری قسم یہ ہے ک مباح اشیاء کے ساتھ علاج کیا جائے اور مباح اشیاء علاج سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے علاج کرنے کے بارے میں کوئی نص قرآن وحدیث وارد نہیں ہوئی ہو جس سے پتہ چلے کہ وہ شرعی دواء علاج ہے اور نہ ہی اس کے بارے میں ممانعت وارد ہوئی ہو کہ اس سے علاج معالجہ کرنے کو حرام قرار دیا گیا ہو تو ایسی چیز سے علاج کرنا مباح وروا ہے اور علاج معالجے کی یہ وسیع ترین قسم ہے اور اس کی کوئی حد یں نہیں ہے بلکہ یہ اتنی وسیع ولا محدود ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: عَلِمَهُ مَنْ عَلِمَهُ وَجَهِلَهُ مَنْ جَهِلَهُ۔

جسے اس کے علم ہوگیا اسے ہوگیا ارو جو اس سے لاعلم رہا وہ اس سے لاعلم رہا۔"

(۳) حرام طریقۂ علاج:

اللہ والو! علاج کی تیسری یہ ہے کسی ایک چیز کے ساتھ دواء اور علاج معالج کیا جائے جو کہ حرام قرار دی گئی ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے حرام اشیاء کے ذریعے علاج کرنے کو منع وحرام قرار دیا ہے چنانچہ سنن ابی داؤد میں ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِنَّ اللهَ أَنْزَلَ الدَّاءَ وَالدَّوَاءَ، وَجَعَلَ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءً، فَتَدَاوَوْا، وَلَا تَدَاوَوْا بِحَرَامٍ۔

"اللہ تعالیٰ نے بیماری نال کی ہے تو اسی نے اس کی دوا بھی نازل فرمائی ہے اور ہر بیماری کی دواء بنائی ہے لہذا دواء دارو کرلیا کرو لیکن کسی حرام کردہ چیز سے دواء علاج نہ کرو۔"[1] (سنن ابی داؤد)

جبکہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے تعلیقا روایت بیان کی ہے جس میں ہے: إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَكُمْ فِيمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ.

"اللہ نے تمھاری شفا کسی ایسی چیز میں نہیں رکھی جسے اس نے حرام کر رکھا ہے۔"[2] (صحیح بخاری تعلیقا)

حرام ہونے کی دو وجوہات:

اللہ کے بندو! حرام دواء وہ ہے جس میں دو امور یا چیزوں میں سے کوئی ایک چیز پائی جائے۔

---

[1] سنن ابی داؤد: 3874۔
[2] صحیح بخاری: 5614۔

(۱) ان دونوں میں سے پہلی یہ کہ شارع حکیم نے کسی خاص و معین چیز کے ساتھ علاج کو حرام قرار دیا ہو جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے دوا کے لئے شراب تیار کرنے والے سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا: أَنَّ طَارِقَ بْنَ سُوَيْدٍ الْجُعْفِيَّ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَمْرِ، فَنَهَاهُ أَوْ كَرِهَ أَنْ يَصْنَعَهَا، فَقَالَ: إِنَّمَا أَصْنَعُهَا لِلدَّوَاءِ. فَقَالَ: إِنَّهُ لَيْسَ بِدَوَاءٍ، وَلَكِنَّهُ دَاءٌ

"یہ دوا نہیں بلکہ یہ تو خود بیماری ہے۔"[۱] (صحیح مسلم)

اسی طرح سنن نسائی میں مروی ایک حدیث میں ہے:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عُثْمَانَ: " أَنَّ طَبِيبًا ذَكَرَ ضِفْدَعًا فِي دَوَاءٍ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِهِ".

"ایک طبیب نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے کسی چیز کی دوا کے طور پر مینڈک کا ذکر کیا تو نبی اکرم ﷺ نے اس غرض سے اسکے قتل کرنے سے منع فرمایا۔"[۲] (سنن نسائی)

(۲) ان دوامور میں سے دوسرا یہ کہ دوائیں اور علاج کسی ایسی چیز پر مشتمل نہ ہوں جو کہ نجس یا حرام ہو جسے کہ شارع حکیم نے حرام قرار دے رکھا ہے جیسے بعض مردار جانوروں کے مختلف اعضاء جسم سے حاصل کردہ چیزیں مثلاً مردہ گائے کے پھیپڑے، خنزیروں کی انتڑیوں کے مخاطی (رینٹھ والے) حصے اور گھریلو پالتو گدھوں کے پیشاب یا گدھیوں کا دودھ وغیرہ۔ یا پھر یہ کہ وہ طریقہ علاج شرعی طور پر حرام ہو مثلاً گانا و موسیقی کے ذریعے علاج کرنا بالاجماع و متفقہ طور پر حرام ہے ایسے ہی تنویم مقناطیسی (M.R.I) کے بعض طریقے بھی ہیں کیونکہ حصول شفاء کی غرض و غایت کو پانے کے لئے یہ چیز کسی حرام وسیلے کو جائز و روا نہیں کرسکتی۔

اہتمام شریعت:

اس اہم جانب تر شعبے کی بھی شریعت اسلامیہ نے خوب نگرانی اور کامل اہتمام کیا ہے حتیٰ کہ علاج و معالجہ کے مسئلہ کی بکثرت جوانب پر طویل عنایت تو توجہ دی گئی ہے جنہیں فقہاء نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا اور پھر ان پر سیر حاصل بحثیں کی ہیں اور نوبت بایں جا رسید کہ علاج و معالجہ کے دوران طبیب سے سرزد ہونے والے گناہوں اور دواء کے اثرات کا بھی ذکر کیا ہے کہ روزہ کی حالت میں علاج کے لئے اسے افطار کروانے کی رخصت ہے اسی طرح کے دیگر کئی مسائل اور احکام ہیں۔ ایسے ہی ان بعض امور کا بھی ذکر کیا گیا ہے جن پر دوران علاج انسان مجبور ہو جاتا ہے مثلاً کسی کی شرمگاہ کو ننگا کرنا یا اسے چھونا اور اسی طرح کے دوسرے نت نئے پیش آمدہ طبی مسائل جن کے لئے فقہی فضاء کی سازگاری کی ضرورت پڑتی ہے۔

یہ سب امور علماء و فقہاء کے کردار اور رول، فقہ اکیڈمیوں اور اداروں کی خدمات کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں اور ان کا تعاون کرنے اور انہیں سرگرم رکھنے پر آمادہ کرتے ہیں اور اس بات کی ضرورت کا پتہ دیتے ہیں کہ ایسے پیش آمدہ طبی مسائل میں فقہی نقطۂ نظر واضح کرنے

---

[۱] صحیح مسلم: 1984۔

[۲] سنن نسائی: 4360۔

کے لئے ہر ممکن جدو جہد کرنی چاہئے تا کہ لوگ اپنے دین کے معاملے میں دلیل و بصیرت پر ہوں اور کوئی حرام کسی مباح کے ساتھ مخلوط نہ ہونے پائے ارشاد الٰہی ہے: ﴿أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ﴾

"کیا تم نہیں دیکھا نہیں کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اللہ نے تمہارے قابو میں (مسخر) کر دیا ہے اور تم پر اپنی ظاہری باطنی نعمتیں پوری کر دی ہیں اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں نہ علم رکھتے ہیں نہ ہدایت اور نہ روشن کتاب۔" (لقمان: ۲۰)

شرعی دم وعلاج:

اللہ والو! عام علماء کرام کے مابین بلا اختلاف یہ بات طے ہے کہ شریعت اسلامیہ میں علاج و معالجہ کے جملہ طریقوں میں سے ہی ایک وہ بھی ہے جسے شرعی دم کہا جاتا ہے اور شرعی دم وہی ہوسکتا ہے جو کتاب اللہ عزوجل کی آیات وسور اور نبی اکرم ﷺ سے مروی صحیح احادیث میں ثابت شدہ دعاؤں پر مشتمل ہو اور انہیں حصول شفاء کے لئے پڑھا جائے۔

اس کا پتہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ملتا ہے جس میں اس نے فرمایا ہے: ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ﴾

"اور ہم قرآن (کے ذریعے) سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنو کے لئے شفاء اور رحمت ہے۔" (بنی اسرائیل: ۸۲)

اس آیت میں لفظ من تبعیض کے لئے نہیں (کہ قرآن کا کچھ یا بعض حصہ مراد ہو) بلکہ یہاں من بیان جنس کے لئے ہے کہ سارا قرآن ہی شفاء و رحمت ہے) اور یہ بات اس امر میں بھی مانع نہیں کہ قرآن کریم کی بعض سورتیں علاج و دم میں بعض دوسری سورتوں سے افضل ہیں جیسا کہ کہ اس سلسلہ میں صحیح احادیث اور سورۃ الاخلاص (قل اللہ احد) کی فضیلت صحیح بخاری و مسلم اور دیگر کتب حدیث میں وارد ہوئی ہے۔ تاہم کمزور ایمان وضعیف النفس لوگ اور وہ جو کہ عادی ہو چکے ہیں اور موجودہ انگریزی وسول طریقہ علاج (ایلوپیتھی) کی طرف مبالغے کی حد تک مائل ہو چکے ہیں وہ شرعی دم وعلاج کی توہین کرتے اور اس کی شان گھٹانے کے درپے رہتے ہیں اور یہ کہتے پھرتے ہیں کہ یہ محض نفسیاتی وہم ہے یا پھر اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ بیماریوں سے شفاء کا ایک خیالی احساس پیدا کرتا ہے جبکہ عین اسی وقت یہی باتیں کرنے والے لوگ اس بات کا بھی انکار نہیں کرتے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے لیکن طب جدید سے انکی محبت اور خود انکی اپنی تعبیر کے مطابق انکا حسی و مادی نظریہ انہیں اس بات پر آمادہ کر دیتا ہے کہ وہ شرعی دم ولاے طریقے علاج کو کمتر باور کریں اور کروائیں جبکہ یہ اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ باندھا اور تمام ائمہ وفقہاء امت کے اجماع کی خلاف ورزی کرنا ہے۔

حیران کن تجربات دم:

وہ آیات جو کہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ قرآن شفاء ہے وہ متواتر ہیں اور دم کے بارے میں وارد احادیث بھی صحیح اسانید سے ثابت و بکثرت ہیں جن میں سے ہی بعض ہم نے ذکر بھی کی ہیں اسی طرح معتبر وکبار ائمہ کرام کے بعض امراض کے بارے میں دواء دارو اور علاج

معالجہ کے تجربات ایسے ایسے حیران کن ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

آئیے اب ہم آپ کے سامنے بعض ایسے امور ذکر کریں جنکی بناء پر ممکن ہے کہ شرعی دم اور شرعی علاج ومعالجہ کی شان ومقام کو کم کرنے والے لوگوں اور اسے عوامی طریقہ علاج یا یونانی جڑی بوٹیوں والے علاج کے تحت داخل کرنے والے اپنی نادانی سے باز آجائیں ۔لیکن یہاں ہمیں اس بات کا اعتراف کرنے اور اسے تسلیم کرنے میں بھی کوئی ۔۔نہیں کہ بعض دم کرنے والوں سے بعض غیر شرعی حرکات سرزد ہوجاتی ہیں ۔ اور ان حرکات کے سلسلہ میں انہیں بکثرت نشانہ تنقید وتنبیہ بنایا جاتا ہے لیکن یہاں اس وقت ان امور کی تفصیل کا موقع نہیں ہے۔

(۱)علامہ ابومحمد ابن حزم دم کی تاثیر کے بارے میں رقمطراز ہیں:"ہم نے اس آدمی کا تجربہ کیا ہے جوکہ ظاہر ہوتے وقت بڑی قوت وسختی کے ساتھ رونما ہونے والے پھوڑے کا دم کیا کرتا تھا اور اس کے دم کرنے سے وہ پھوڑا اسی دن ہی مرجھانا شروع ہوجاتا اور تیسرے دن تک وہ بالکل خشک ہوکر مندمل ہوجاتا تھا اور یہ نتیجہ ہم نے اسی سے اتنی مرتبہ آزمایا کہ جسے گن بھی نہیں سکتے۔

(۲)ایک عورت کو کسی انسان کے جسم پر نکلنے والے دو پھوڑوں میں سے کسی ایک پھوڑے کو دم کرتی اور دوسرے کو چھوڑ دیتی اور جسے اس جسے اس نے دم کیا ہوتا تو سوکھ جاتا اور جسے اس نے دم نہ کیا ہوتا وہ ظاہر ہوجاتا۔

(۳)ہم نے اس آدمی کو بھی دیکھا ہے جو اس ورم کا دم کرتا تھا جوکہ خنازیر کے نام سے معروف ہے تو ان میں سے جو کھل چکا ہوتا وہ مرجھا جاتا اور جو نہ کھلا ہوتا وہ بھی مرجھا جاتا بلکہ بالکل ٹھیک ہوجاتا۔"

(۴)علامہ ابن قیم رحمہ اللہ اپنے استاذ شیخ الاسلام امام بن تیمیہ رحمہ اللہ کے بارے میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"میں نے انہیں ایک عظیم واقعہ بیان کرتے وہئے سنا ہے جو انہیں اس وقت پیش آیا جبکہ وہ بیمار تھے اور وقت کے اعتبار سے انتہائی ضعیف وکمزور ہوچکے تھے کہ انہیں ایسی شیطانی ارواح (قوتوں) کے ساتھ جنگ کرنا پڑی جنہیں بھگانا بہت ہی مشکل ہوتا ہے اور انہیں حل کرنے میں عقلیں عاجز و درماندہ رہ جاتی ہیں چنانچہ شیخ اسلام بیان کرتے کہ جب یہ حملہ مجھ پر بڑا ہی سخت ہوگیا تو میں نے اپنے اعزاوا قارب اور آس پاس کے لوگوں سے مطالبہ کیا کہ میرے پاس آیات سکینہ کی تلاوت کریں وہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے نتیجہ میں مجھے اس حالت سے نجات مل گئی اور مجھ پر ان ارواح شیطان کا غلبہ نہ رہا۔

(۵)ان کے اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ قلق واضطراب قلب (دل کی گھبراہٹ) کے وقت ان آیات کو پڑھنے کی تاثیر وفوائد کا خود میں نے بھی تجربہ کیا اور میں نے دیکھا ہے کہ ان آیات کا سکون واطینان قلب میں بہت ہی اثر اور عمل دخل ہے۔

(٦)علامہ ابن قیم رحمہ اللہ ہی اپنے شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ نکسیر پھوٹنے والے کی پیشانی پر یہ آیت لکھا کرتے تھے:

(وقیل یا ارض ابلعی ماءك و یاسماء اقلعی و غیض الماء و قضی الامر) (ھود:۴۴)

"اور حکم دیا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان! تھم جا تو پانی خشک ہوگیا اور کام تمام کردیا گیا۔"

وہ لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے:"میں نے یہ آیت بکثرت لوگوں کی پیشانی پر لکھی تو وہ نکسیر سے شفاء پا گئے۔"

اس سے آگے وہ اس بات کی صراحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس آیت کو اس نکسیر والے کے خون سے لکھنا جائز نہیں جیسا کہ بعض جاہل لوگ

ایسا کرتے ہیں کیونکہ (بہتر جاننے والا) خون نجس و ناپاک ہوتا ہے اور اس سے کلام اللہ کا لکھنا ہر گز جائز نہیں ہے۔"

اسی کلام اللہ کے ساتھ علاج کرنے کے سلسلہ میں علامہ ابن قیم رحمہ اللہ خود اپنے بارے میں لکھتے ہیں: "مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران مجھ پر ایسا وقت بھی گزرا کہ میں بیمار ہو گیا، مجھے نہ کوئی طبیب ملا نہ دواء میسر آئی میں نے اپنا علاج سورہ الفاتحہ سے کیا اور وہ یوں کہ میں آپ زمزم کے چند گھونٹ لیتا اور اس پر بار بار یہ سورت پڑھتا اور پھر اس پانی کو پی لیتا۔ اس دم کے نتیجے میں مجھے شفاء کاملہ حاصل ہو گئی اس کے بعد میں بکثرت درد و الام کے وقت اسی پر اعتماد کیا کرتا تھا اور مجھے اسی سے انتہائی فائدہ ہو جاتا۔"

یہ ہیں چند نصوص شریعت اور یہ ہیں بعض آئمہ دین کے اقوال وارشاد ہے اور یہی حق ہے اور حق کے بعد گمراہی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

یہ زلزلے: قیامت کی نشانی توکل علی اللہ اور مادی وسائل کا استعمال

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ اسامہ الخیاط حفظہ اللہ

۲۲/۲/۱۴۲۶ھ، ۱/۴/۲۰۰۵ء

اللہ کے بندو! میں اللہ سے ڈرتے رہا کرو جس کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمین کی تمام حکومتیں اور امور کی چابیاں ہیں۔ اور اس بات کو بھی ہمیشہ یاد رکھیں کہ آپ لوگ اس دن اللہ کے حضور جوابدہی کے لئے کھڑے کئے جانے والے ہو جس دن کہ آنکھیں کھلی رہ جائیں گی اور ان کی ٹکٹکی بندھ جائیگی وہ دن جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿يَوْمَ لَا يَنفَعُ الظَّالِمِينَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ﴾

”جس دن کہ ظالموں کی انکی معذرت کچھ فائدہ نہ دے گی اور ان کے لئے لعنت لعنت اور برا گھر ہے۔“ (المومن: ۵۲)

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَن وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَن وَالِدِهِ شَيْئًا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ﴾

”اے اللہ کے بندو! اس دن کے لئے بھرپور تیاری کرلیں اور آپ کو اس دنیا کی چمک دمک اور خوبصورتی وزینت کہیں فریفتہ نہ کردے اور اس دنیا میں طویل عمر کا قیام آپ کو بہکا نہ دے اور نہ ہی آپ کو یہ شیطان اللہ کے بارے میں کسی طرح کا فریب دے۔۔۔“ (لقمان: ۳۳)

غیبیات اور علامات:

مسلمانو! اللہ تعالیٰ حکیم وخبیر (حکمتوں والے اور تمام خبریں رکھنے والے) کی تقدیر وفیصلوں میں سے ہیں یہ بھی ہے کہ اس نے قیامت کا وقت اپنی تمام مخلوقات سے مخفی رکھا ہوا اور اسے صرف اپنی ذات گرامی تک ہی محدود رکھا ہوا ہے اور اسے ایسے غیبی امور میں سے کر رکھا ہے جس کا علم نہ تو کسی مقرب ترین فرشتے کو ہے اور نہ ہی کسی مبعوث کئے گئے نبی کو ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا﴾

”(اے نبی!) لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ وہ کب قائم ہوگی؟ آپ کہہ دیں کہ اس کا علم میرے رب کے پاس ہے وہی اسے اس کے وقت (مقرر) پر ظاہر کردے گا وہ آسمان وزمین میں ایک بھاری بات ہوگی اور ناگہاں تم پر آجائے گی یہ لوگ آپ سے اس طرح دریافت کرتے ہیں کہ گویا آپ اس سے بخوبی واقف ہوں۔ (الاعراف: ۱۸۷)

﴿قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ اللَّهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾

”کہہ دیں کہ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے لیکن اکثر لوگ یہ نہیں جانتے۔“ (الاعراف: ۱۸۷)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ اللَّهِ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا﴾

"لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ کہہ دیں کہ اس کا علم تو اللہ ہی پاس ہے اور آپ کو کیا معلوم ہے شائد قیامت قریب ہی آ گئی ہو۔(الاحزاب:۶۳)

ایک تیسرے مقام پر ارشاد الٰہی ہے:﴿وَتَبَارَكَ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَعِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾

"اور بابرکت ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کی بادشاہت ہے اور اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور اسی طرف لوگ کر جاؤ گے۔"(الزخرف:۸۵)

وقوع علامات، یکے از معجزات:

ہاں یہ الگ بات ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اللہ کے عطا کردہ علم کی بناء پر قیامت کی علامات اور نشانیاں بیان فرما دی ہیں اور وہ علامات و نشانیاں اسے عنقریب وقوع پذیر ہونے کا پتہ دیتی ہیں اور یہ بتاتی ہیں کہ اس وقت وزمانہ بہت ہی قریب آ گیا ہے اور نبی اکرم ﷺ کی ذکر کردہ ان پیشین گوئیوں کا واقع ہونا آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل و معجزات میں سے ہے اور اس قیامت کی نشانیوں میں سے ہے اور یہ اس بات کی واضح علامت ہے کہ نبی اکرم جن باتوں کی اللہ کی طرف سے پیشین گوئی فرمائی ہے آپ ان میں صادق و سچے ہیں۔

آخر زمانہ میں زلزلے اور ان میں بھی رحمت کے پہلو:

نبی اکرم ﷺ نے قیامت کی نشانیوں میں سے ہی یہ بھ بتایا ہے کہ اس کے قریب زلزلوں کا وقوع بکثرت ہو جائے اور یہ آخر زمانہ میں ہوگا جیسا کہ صحیح بخاری و سنن ابن ماجہ کی ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے یہ بات بتائی ہے اللہ کے بندو اس میں شک وشبہ والی کوئی بات نہیں کہ یہ زلزلے بلاؤں مصائب ومشکلات اور الام وتکالیف کا پیش خیمہ بنتے ہیں مال و دولت کا نقصان ہوتا ہے جانیں ضائع ہوتی ہیں فصلیں اور پھل کم ہو جاتے ہیں اور آبادیوں میں تباہی و بربادی مچ جاتی ہے اور یہ نقصانات اتنی بڑی مقدار میں ہوتے ہیں کہ جنکا شمار و بیان ناممکن ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ زلزلے بندوں پر اللہ کے عظیم احسانات وافر رحمتوں اور اس کے کرم وعنایتوں سے یکسر خالی بھی نہیں ہوتے اس حقیقت کا بیان اور اس امر کی وضاحت مسند احمد، سنن ابی داؤد اور مستدرک حاکم کی بعض احادیث میں آیا ہے جن میں سے بعض کی اسناد صحیح اور بعض کی حسن درجہ کی ہیں چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُمَّتِي هَذِهِ أُمَّةٌ مَرْحُومَةٌ، لَيْسَ عَلَيْهَا عَذَابٌ فِي الْآخِرَةِ، عَذَابُهَا فِي الدُّنْيَا الْفِتَنُ وَالزَّلَازِلُ وَالْقَتْلُ

"میری یہ امت اللہ کی طرف اسے امت مرحومہ ہے اس پر آخرت میں عذاب نہیں اس کا عذاب اسی دنیا میں فتنوں زلزلوں اور قتل وغارت کی شکل میں ہی ہے۔"[1] (ابوداؤد، مسند احمد، مستدرک حاکم)

[1] ابوداؤد:4278۔

شرح حدیث:

اہل علم نے لکھا ہے کہ یہ حدیث اس امت اسلامیہ کی مدح وثناء اور تعریف کے سلسلہ میں میں وارد ہوئی ہے اور اس میں اس امت کے اس فضیلت والی ہونے کے ساتھ ساتھ اس بات کی دلیل بھی موجود ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اس امت پر بہت عنایتیں اور رحم وکرم ہیں اور اس نے اس پر اپنی نعمتوں کا اتمام یوں فرمایا ہے کہ اس سے وہ تمام بوجھ اٹھا دیئے ہیں جو پہلی امتوں پر ڈالے گئے تھے اور انہیں ان تمام جکڑ بندیوں سے آزاد کر دیا گیا ہے جن میں وہ مقید تھے جیسے انکی توبہ یہ ہوا کرتی تھی کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کر دیں اگر کپڑے پر نجاست لگ جائے تو اتنی جگہ کو کاٹ کر پھینک ہی دیں اور مال غنیمت سے کچھ کھانا اکثر افراد کو ان کے اعمال کی سزا اسی دنیا میں مصائب و مشکلات اور امراض و بیماریوں کی شکل میں دے دی جائے گی جن میں سے ہی یہ زلزلے بھی ہیں اور انہی سے ان کے گناہوں کو دھو کر انہیں پاک وصاف کر دیا جائے گا جیسا کہ ایک دوسری صحیح حدیث میں بھی آیا ہے جو کہ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابو ہریرہ وابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حَزَنٍ وَلَا أَذًى وَلَا غَمٍّ، حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا إِلَّا كَفَّرَ اللهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ۔

"کسی مسلمان کو جو تھکاوٹ و بیماری، درد وغم، فکرو پریشانی اور تکلیف واذیت پہنچتی ہے حتیٰ کہ اسے کو کانٹا بھی چبھتا ہے تو اس کے ذریعے اللہ اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔"[1] (بخاری ومسلم)

اس حدیث میں وارد لفظ "نصب" کا معنیٰ ہے تھکاوٹ اور "وصب" سے مراد مرض و بیماری ہے۔

صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُصِبْ مِنْهُ۔

"اللہ جس سے بھلائی کرنا چاہے اسے مصائب وامراض میں مبتلا کر دیتا ہے۔"[2] (صحیح بخاری)

معنیٰ یہ ہوا کہ اس پر طرح طرح کے مصائب ومشکلات نازل کرتا اور اگر وہ بندہ ان پر صبر وثبات اختیار کرے اور اللہ سے اجر وثواب طلب کرے تو وہ اس کے لئے تمام گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔

شرک وکبائر اور توبہ ومشیئت:

جہاں تک اہل توحید میں سے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والے لوگوں کا معاملہ ہے جو کہ توبہ کئے بغیر ہی مر گئے تو وہ مشیت الٰہی کے تحت ہیں اگر وہ چاہے گا تو انہیں سزا دے گا اور اگر چاہے گا تو انہیں معاف فرما دے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾

"بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے سوا جسے چاہئے وہ بخش دیتا ہے۔" (النساء:۴۸)

---

[1] صحیح بخاری:5641۔
[2] صحیح بخاری:5645۔

اور یہ بات اہل سنت والجماعت کے عقائد میں طے شدہ امر ہے۔

آفات میں عبرتیں:

خبر دار رہیں! ایک صاحب عقل و دانش مسلمان ان ناگہانی مصائب و آفات پر خوب غور وفکر کرتا اور اس بات کو یاد کر کے عبرت حاصل کرتا ہے کہ اسکے بلند و بالا رب کی قوتیں اور قدرتیں کتنی لا انتہاء ہیں جن کے مقابلے میں دوسری کوئی قوت و طاقت نہیں آسکتی وہ چاہئے کتنی ہی بڑی قدرت وسطوت ہو اور اسے اس زمین پر چاہے کتنے ہی اسباب اقتدار وحکومت کیوں نہ حاصل ہوں۔ اس میں تعجب والی کوئی بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو القوی کی صفت سے متصف ہونا بیان فرمایا ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾

"ان لوگوں نے اللہ کی اتنی قدر نہ کی جتنی قدر کرنا اس کا حق ہے بے شک اللہ بہت ہی قوتوں والا اور غالب ہے۔" (الحج:۷۴)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾

اللہ تعالیٰ نے یہ لکھ رکھا ہے کہ ضرور میں اور میرے رسول غالب آئیں گے بے شک اللہ بہت ہی قوتوں والا اور غالب ہے۔" (المجادلہ:۲۱)

﴿إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ﴾

"بے شک اللہ تعالیٰ رزق دینے والا، قوی وزورآور اور مضبوط ہے۔" (الذاریات:۵۸)

اللہ کا خوف اور دعائیں:

بندۂ مسلم کے دل میں جب یہ بات اور معنیٰ مفہوم جاگزیں ہو جائے تو اس کے نتیجہ میں اللہ کی تعظیم اور اجلال و بڑائی کی بناء پر اس کے دل میں اللہ کا خوف پیدا ہو جاتا ہے، وہ اللہ کے سامنے خشوع وخضوع کرتا اور اس کی طرف رجوع وتوجہ کرنے لگتا ہے اور اللہ کی محبت اور اس کی نعمتوں کی امیدیں وابستہ کر لیتا ہے، اس کی اطاعت کی محبت اور اس کی نعمتوں کی امیدیں وابستہ کر لیتا ہے اس کی اطاعت فرمانبرداری کرتا اور اس کی معصیت و نافرمانی سے نفرت کرتا اور اس سے دور بھاگتا ہے اور ان سب کی وجہسے اس کے دل میں اللہ کا خوف پیدا ہو جاتا ہے اور پھر بندے کا اپنے رب کی طرف مکمل طور پر رجوع کرنا، اس سے دعائیں مانگنا، اس کے سامنے گڑگڑانا، اس کا بکثرت ذکر کرنا اس سے مغفرت وبخشش طلب کرنا، اس کے بندوں پر صدقہ وخیرات کر کے ان کے ساتھ نیکی واحسان کرنا اور ان کے ساتھ دوسری نفع بخش نیکیاں سر انجام دینا، ان سب امور کی تو ہر وقت وہمیشہ تاکید ہے لیکن سختی ومشکل اوقات میں ان کی تاکید میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہ صبح وشام صحیح سند سے ثابت شدہ اذکار و وظائف و دعاؤں کی بھی پابندی و التزام کیا جائے کیونکہ انکے ذریعے بندہ مصائب ومشکلات سے بچانے والے قلعے میں داخل ہو جاتا ہے ان میں وہ اللہ سے پناہ طلب کر لیتا ہے اور اس قوی و اعلیٰ ذات گرامی کی سلطنت وحکومت کی حمایت اور دفاع و بچاؤ حاصل کر لیتا ہے اور وہ تمام شرور و مصائب آفات ومشکلات اور شب وروز کے ناگہانی مصائب سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

آفت زدوں کی مدد - افضل عمل:

اس میں بھی کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ آفت زدہ اور مصیبت میں مبتلا لوگوں کی مدد کرنا، مظلوموں کی داد رسی کرنا اور سخت محتاج و ضرورت مندکی پیشانی پر ہاتھ پھیر کر ان کی تکلیف کی وجہ سے ابھرتی سلوٹوں کو برابر کرنا تاکہ ان کی وہ مشکلات دور ہوں جو ان کے مما لک میں ناگہانی آفات کی وجہ سے رونما ہوئی ہیں اور ان کے دیار و بلاد میں یہ زلزلے آئے ہیں ایسے لوگوں کی امداد کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ہی افضل و پاکیزہ عمل ہے کیونکہ یہ ان نیک کاموں میں سے ہے جنکا انجام اچھا ہونا خود نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمایا ہے چنانچہ مستدرک حاکم میں صحیح سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: صنائعُ المعروفِ تَقِي مصارعَ السوءِ والآفاتِ والهلكاتِ وأهلُ المعروفِ في الدنيا هم أهلُ المعروفِ في الآخرةِ۔

"نیکیاں کرنا آدمی کو ذلت میں گرنے اور آفات و ہلاکتوں میں مبتلا ہونے سے بچاتی ہیں اور دنیا میں نیکی کرنے والے لوگوں میں آخرت میں اچھا بدلہ پانے والے ہونگے۔" (مستدرک حاکم بسند صحیح)

جذبہ رحم وکرم کا ثبوت:

اسی طرح یہ عمل اس بات کی دلیل ہے کہ ایسے کرنے والا شخص جذبہ رحم و کرم سے لبریز اور صفت رحمت سے متصف ہے اور ایسے شخص کے لئے اس کے رب کی پاس بہت ہی اجر وثواب اور قدرومنزلت ہے چنانچہ مسند احمد سنن ابی داوٗد اور مستدرک حاکم میں صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ک نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ، ارْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ۔

"رحم وکرم کرنے والوں پر اللہ تبارک وتعالیٰ بھی رحم وکرم فرمائے گا جوکہ انتہائی مہربانی ہے اہل زمین پرتم مہربانی کرو آسمان والا تم پر مہربانی کرے گا۔[1] (ترمذی)

"کرو مہربانی تم اہل زمیں پر خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر"

اسی مفہوم ومعنیٰ کی ایک اور حدیث صحیح بخاری ومسلم میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

إِنَّمَا يَرْحَمُ اللهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ۔

"اللہ اپنے بندوں میں سے ان پر رحم وکرم کرتا ہے جو دوسروں پر مہربانی کرنے والے ہوتے ہیں۔"[2] (بخاری ومسلم)

اسی طرح صحیح بخاری ومسلم میں نبی حضرت جریر بن عبداللہ بن رضی اللہ عنہ سے مروی ارشاد نبوی ہے: لَا يَرْحَمُ اللهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ۔

"جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اس پر اللہ رحم نہیں کرتا۔"[3] (بخاری ومسلم)

---

[1]) ترمذی: 1924۔

[2]) صحیح بخاری: 7448۔

[3]) صحیح بخاری: 7376۔

ایسے میں ابو داؤد و ترمذی، ابن حبان اور مستدرک حاکم میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا تُنْزَعُ الرَّحْمَةُ إِلَّا مِنْ شَقِيٍّ۔

"جذبۂ رحم و کرم صرف سنگدل سے ہی نکالا جاتا ہے۔"[1] (ابو داؤد، ترمذی، ابن حبان، مستدرک حاکم بسند صحیح)

اللہ تعالیٰ نے سچ ہی فرمایا ہے: ﴿وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ﴾

"اور زمین میں اصلاح ہو چکنے کے بعد خرابی وفساد نہ مچاؤ اور اللہ سے خوف کھاتے ہوئے اور اس لئے امیدیں وابستہ رکھ کے دعائیں مانگتے رہنا اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے۔" (الاعراف: ۵۶)

مادّی وسائل کا استعمال:

اللہ والو! اللہ تعالیٰ سے التجائیں کرنا اس کی طرف کمال توجہ کرنا، صدق دل سے اس کے سامنے گڑ گڑانا اور اس پر مکمل توکل و بھروسہ کرنا مادی و دنیوی اسباب و ذرائع کو اختیار کرنے کے منافی نہیں ہے وہ اسباب کہ جن کی بدولت اللہ کے فضل و کرم کے ساتھ مکروہ و ناپسند چیز کا دفعیہ شر و مصیبت سے دفاع اور خطرات کو دور ہٹانے کی بھرپور توقع ہو اس طرح ان کے ذریعے مصائب کے اثرات کو کم کرنے ان زلزلوں اور دوسری ناگہانی مصیبتوں آفتوں کے نتیجہ میں رونما ہونے کی والی بلاؤں اور مشکلات و تنگیوں کو گھٹانے کی امید ہو جیسے کہ بطور مثال ایسے آلات کی ایجاد و استعمال ہے جو کہ قبل از وقت وارننگ دیں اور خطرے کی آمد سے خبردار کر دیں اور اسی طرح کے دوسرے آلات اور سائنسی ایجادات ہیں کیونکہ یہ سب چیزیں بھی ہو دراصل اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہی ہیں جو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے تیار فرمائی ہیں اور انہیں ان کی طرف ہدایت و راہنمائی کی ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہی انسان کو کچھ سکھلایا ہے جسے وہ نہیں جانتا تھا۔

تقدیر سے تقدیر کی طرف:

کوئی مسلمان اللہ کی تقدیر سے بھاگ کر اللہ کی تقدیر کے سوا کسی دوسری جگہ نہیں جاتا جیسا کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے اسوقت مخاطب ہو کر فرمایا تھا جب انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لوگوں کو ان علاقوں میں داخل ہونے سے روکنے پر تعجب کیا تھا جن میں طاغوت کا مرض پھیلا ہوا تھا۔

قَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ: أَفِرَارًا مِنْ قَدَرِ اللهِ؟ فَقَالَ عُمَرُ: لَوْ غَيْرُكَ قَالَهَا يَا أَبَا عُبَيْدَةَ؟ نَعَمْ، نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللهِ إِلَى قَدَرِ اللهِ، أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ لَكَ إِبِلٌ هَبَطَتْ وَادِيًا لَهُ عُدْوَتَانِ إِحْدَاهُمَا خَصْبَةٌ وَالْأُخْرَى جَدْبَةٌ، أَلَيْسَ إِنْ رَعَيْتَ الْخَصْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللهِ، وَإِنْ رَعَيْتَ الْجَدْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللهِ؟ قَالَ: فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَكَانَ مُتَغَيِّبًا فِي بَعْضِ حَاجَتِهِ، فَقَالَ: إِنَّ عِنْدِي فِي هَذَا عِلْمًا، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ. قَالَ: فَحَمِدَ اللهَ

[1] ترمذی: 1923۔

عُمَرُ ثُمَّ انْصَرَفَ.

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا: "اے ابوعبیدہ! کاش کہ سمجھدار شخص سے اس کی توقع نہ تھی جی ہاں! ہم اللہ کی تقدیر سے بھاگ کر بھی اللہ کی تقدیر کی طرف ہی جاتے ہیں۔کیا خیال ہے اگر آپ کے پاس اونٹ ہوں اور آپ کسی ایسی وادی میں اتریں جسکے دو کنارے ہوں ایک سرسبز و شاداب وادی دوسرا بنجر و بے آباد اگر آپ نے اپنے اونٹوں کو شاداب وادی میں چرنے کے لئے چھوڑ دیا تو یہ بھی اللہ کی طرف سے (تقدیر) ہے اور اگر آپ نے بنجر حصے میں انہیں چھوڑ دیا تو یہ بھی اللہ کی طرف سے لکھا ہوا تقدیر ہے۔" اسی دوران حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے جو کہ کسی کام کی غرض سے کہیں گئے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ میرے پاس اس موضوع کے بارے میں معلومات موجود ہیں۔میں نے نبی اکرم ﷺ یہ کہتے ہوئے سنا ہے: "اگر تم یہ سنو کہ فلاں علاقے میں پھیل چکا ہو تو تم وہاں سے راہ فرار اختیار کرنے کے لئے باہر نہ نکلو۔"

یہ حدیث سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اللہ کی حمد بیان کی اور شکر بجالائے اور پھر وہاں سے چلے گئے۔"[1] (صحیح بخاری و مسلم، یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں)

اللہ کے بندو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور عباد الرحمن (اللہ والوں) یں سے برگزیدہ لوگوں کی اقتداء و پیروی کرو اور انہیں کی طرح اللہ کی طرف کمال درجے کا رجوع اس پر توکل و بھروسہ کرو، اسی کے سامنے خوب گڑگڑایا کرو اور اس کی طرف انابت و توجہ کرو اور اس کے ساتھ ہی وہ دینوی و مادی اسباب بھی اختیار کرلیا کرو جنہیں اللہ نے تمہارے لئے پیدا فرمایا ہے اور اپنے فضل و کرم اور احسان عظیم سے تمہیں انکی طرف ہدایت کی اور راہنمائی فرمائی ہے۔

[1] صحیح بخاری:5729۔

روز آخرت پر ایمان اور علامات قیامت

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن محمد آل طالب حفظہ اللہ
۲۹/۲/۱۴۲۶ھ، ۸/۴/۲۰۰۵ء

چندروزہ زندگی:

مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہا کریں اور یہ بات آپ کے علم میں رہنی چاہئے کہ آپ سب اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، آپ کو آپ کے چھوٹے بڑے تمام اعمال کا بدلہ دیا جائے گا لہٰذا آپ کو دنیا کی یہ زندگی فریب میں مبتلا نہ کردے۔ارشاد الٰہی ہے کہ قوم فرعون میں سے ایمان لانے والے شخص نے اپنے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا: ﴿يَاقَوْمِ إِنَّمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ (39) مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلَهَا وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

"اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی (چندرو) فائدہ اٹھانے کی چیز ہے اور جو آخرت ہے وہی ہمیشہ رہنے کا گھر ہے جو برے کام کرے گا اسے بدلہ بھی ویسا ہی ملے گا اور جو نیک کا کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ صاحب ایمان بھی ہوگا تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے وہاں انہیں بے شمار رزق ملے گا۔" (المؤمن:۳۹-۴۰)

"اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو متاع (فائدہ اٹھانے کی چیز) قرار دیا ہے اور متاع وہ چیز ہوتی ہے جس سے اس کا مالک تھوڑی سی مدت کے لئے فائدہ اٹھا سکے اور پھر وہ سلسلہ منقطع ہو جائے۔

﴿مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ﴾

"دنیا کی زندگی کے فائدے تو آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہیں۔" (التوبہ:۳۸)

نیرنگی زمانہ:

اس دنیا کے بکثرت ذکر کئے جانے والے عیوب یہ ہیں کہ یہ فانی ہے اور اس کے احوال لمحہ بہ لمحہ بدلتے رہتے ہیں اس میں رنگا رنگ انقلابات رونما ہوتے رہتے ہیں اور یہ اس کی سب سے قوی دلیل ہے کہ یہ زوال پذیر ہے اس میں انسان کی صحت وتندرستی بیماری میں بدل جاتی ہے اس کی نعمتیں مایوسیوں حسرتوں کا روپ دھار لیتی ہیں، زندگی موت کی صورت اختیار کر لیتی ہے اس کی آبادیاں کھنڈرات بن جاتی ہیں اور باہم گھل مل بیٹھے لوگ داغ مفارت دے جاتے ہیں اور روئے زمین جو کچھ بھی ہے یہ سب ختم ہو کر مٹی بن جانے والا ہے اس دنیا و مافیہا پر اللہ تعالیٰ نے فنا لکھ رکھی ہے جبکہ آخرت کے لئے اسی نے دائمی بقا لکھی ہوئی ہے۔

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾

"ہر جان نے موت (کے جام) کو چکھنا ہے۔" (الانبیاء:۳۵)

دارفنا سے دار بقاء وجزاء:

یہ موت جس نے لوگ ڈرتے گھبراتے ہیں یہ کوئی ہمیشہ کے لئے فنا کر دینے والی نہں ہے بلکہ یہ تو اس دارفنا سے دار بقا کی طرف منتقل کرنے والی ہے جو کہ دار جزاء وسزا اور مقام حساب وکتاب ہے اور یہ سب روز قیامت کے بعد ہوگا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ﴾

"قیامت یقیناً آنے والی ہے میں چاہتا ہوں کہ اس (کے وقت) کو پوشیدہ رکھوں تاکہ ہر شخص کو کوشش (وعمل) کرے اس کا بدلہ پائے۔ (طٰہٰ:۱۵)

قیامت وجزاء برحق:

قیامت کا آنا برحق ہے اس کا وقت نامعلوم غیبیات سے ہے اور اسے مخفی رکھنے میں کئی حکمتیں کارفرما ہیں اور اچھے برے عمل کی جزا و بدلہ بھی برحق ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَتَرْدَىٰ﴾

"جو شخص اسی روز قیامت) پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے (کہیں) آپ کو اس (کے یقین) سے روک نہ دے تو (اس صورت میں) آپ ہلاک ہوجائیں گے۔" (طٰہٰ:۱۶)

روز آخرت پر ایمان:

مسلمانو! روز قیامت، اس کی نشانیوں، مرکر اٹھائے جانے، جزا وسزا اور جنت ونار جہنم پر ایمان لانا اور موت کے بعد والے تمام احوال آخرت جن کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے ایمان کے ارکان میں سے ایک رکن ہے ارشاد ربانی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور اس کی کتاب پر ایمان لاؤ جو اللہ نے اس پر نازل کی ہے اور اس کتاب پر بھی ایمان لاؤ جو اس سے پہلے اس نے نازل کی ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اسکی کتابوں اس کے رسولوں اور روز آخرت سے کفر وانکار کرے وہ بہت دور کی گمراہی میں مبتلا ہوگیا۔" (النساء:۱۳۶)

قیامت اور اس کی علامات:

عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعَرِ، لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ، وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ، حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ، وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ۔ إلى أن قال: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ، قَالَ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ، خَيْرِهِ وَشَرِّهِ.. قَالَ:

فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ، قَالَ: مَا الْمَسْؤُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَتِهَا، قَالَ: أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا، وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ، قَالَ: ثُمَّ انْطَلَقَ، فَلَبِثْتُ مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ لِي: يَا عُمَرُ، أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ؟ قُلْتُ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ، أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ہمارے پاس ایک آدمی آیا جس کے کپڑے بہت ہی اجلے وسفید تھے (اور اس کے بال بہت ہی سیاہ کالے تھے اور اسے ہم میں سے کوئی جانتا بھی نہیں تھا جبکہ اس پر سفر کی بھی کوئی علامت نظر نہیں آتی تھی، وہ دوزانو ہو کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بیٹھ گیا اور اس نے اپنے دولوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھ لئے اور)اس نے پوچھا: مجھے ایمان کے بارے میں بتائیں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "یہ کہ تم اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی نازل کردہ کتابوں، اس کے مبعوث کردہ رسولوں اور روز آخرت پر ایمان لاؤ اور تقدیر کے خیر وشر (اچھی بری تقدیر) پر ایمان لاؤ۔" پھر اس نے (اسلام کو احسان کے بارے میں استفسار کرنے کے بعد) قیامت اور اس کی نشانیوں کے بارے میں بھی سوال کیا اور نبی اکرم ﷺ نے بتایا کہ سائل حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے (جو کہ تمہیں تمہارے دین سکھلانے کے لئے آئے تھے۔)[1] (صحیح مسلم)

چھ ارکان ایمان:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بَارِزًا لِلنَّاسِ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا الْإِيمَانُ؟ قَالَ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكِتَابِهِ، وَلِقَائِهِ، وَرُسُلِهِ، وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ الْآخِرِ۔

صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن نبی اکرم ﷺ لوگوں کے مابین بڑے نمایاں نظر آرہے تھے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور اسی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ایمان کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں، اس کتابوں، (قیامت کے دن) اس کی ملاقات اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور روز آخرت کے اٹھائے جانے پر ایمان لاؤ۔۔۔[2] (بخاری ومسلم)

اصول رسالت وکتب سماویہ:

مسلمانو! یہ چھ امور اسلام کے چھ ارکان ہیں اور یہی وہ اصول ہیں جنکے ساتھ اللہ کے تمام رسول مبعوث کئے گئے۔ انہی کے بیان پر مبنی آسمان سے نازل کی گئی تمام کتابیں ہیں اور اس وقت کسی شخص کا ایمان مکمل نہیں ہوتا جب تک کہ ان تمام اشیاء پر اس مکمل صورت میں ایمان نہ لائے جس کا پتہ کتاب وسنت نے دیا ہے اور جو امور آخرت سے تعلق رکھتے ہیں وہ غیبی امور ہیں اور انکی اصل حقیقت کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کئی خبریں دی ہیں جن کی تصدیق کئے بغیر ایمان مکمل ہی نہیں ہوتا چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

---

[1]) صحیح مسلم:9۔
[2]) صحیح مسلم:9۔

﴿الٓمٓ (1) ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ (2) الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ﴾

"الف لام میم! یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں یہ ان اہل تقویٰ (اللہ سے ڈرنے والوں) کے لئے ہدایت ہے جو غیب پر ایمان لاتے، نماز قائم کرتے اور ہمارے عطا کردہ رزق سے خرچ کرتے ہیں۔" (البقرۃ:۱-۳)

ایمان راسخ کے بعض ثمرات:

امام ابن رجب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "دلوں میں قائم شدہ ایمان ہی ہر خیر وبھلائی کی اصل وجڑ ہے اور دنیا وآخرت کی تمام سعادتیں اسی سے حاصل ہوسکتی ہیں اور ہر دو جہاں میں شقاوت وتنگی سے نجات بھی اس کی بدولت میسر آسکتی ہے۔ جب دل میں ایمان راسخ ہو جائے تو تمام اعضاء جسم اعمال صالحہ سرانجام دینے پر آمادہ ہوجاتے ہیں جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً، إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ۔

"خبردار رہو! جسم میں ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہوجائے تو سارا جسم ہی درست ہوجاتا ہے اور جب وہ بگڑ جائے تو سارا جسم ہی بگڑ جاتا ہے خبردار رہیں! وہ ٹکڑا دل ہے۔"[1] (بخاری ومسلم)

ایمان بالغیب:

اللہ کے بندو! قیامت اس کی نشانیوں اور اس سے قبل رونما ہونے والی علامات پر ایمان لانا ایمان بالغیب ہے اور یہ روز آخرت پر ایمان لانے کے تقاضوں میں سے ایک مطلوب ومقصود ہے اور یہ ایمان لانے کے تقاضوں میں سے ایک مطلوب ومقصود ہے اور یہ ایمان روز آخرت ایمان کے چھ ارکان میں سے ایک رکن ہے اور قیامت کے علم اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے ہی پاس رکھا ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾

"یہ لوگ (اے نبی! آپ سے) قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کے واقع ہونے کا وقت کب ہے؟ آپ کہہ دیں کہ اس کا علم تو میرے رب کو ہی ہے وہی اسے اس کے وقت پر ظاہر کردے گا، وہ آسمانوں اور زمین میں ایک بھاری بات ہوگی اور ناگہاں تم پر آجائے گی یہ آپ سے اس طرح دریافت کرتے ہیں کہ گویا آپ اس سے بخوبی واقف ہیں کہہ دیں کہ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے لیکن اکثر لوگ یہ نہیں جانتے۔" (الاعراف:۱۸۷)

[1] صحیح مسلم:1599۔

بعض علامات کی خبر:

اللہ کی اپنے بندوں پر یہ رحمت ہے کہ اس سے ان بعض علامتوں کی خبر دے دی ہے جو کہ اس کے قریب وقوع پذیر ہونگی اور ان فتنوں کی اطلاع دے دی ہے جن سے اس کے قرب وقوع کی تصدیق ہوگی اور نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کو وہ نشانیاں بیان کر دیں اور اور انہیں متنبہ وخبردار کر دیا تاکہ وہ اس کے لئے خوب تیاری کر لیں۔

بعثت نبوی اور قرب قیامت اور دیگر علامات:

مسلمانو! قیامت بہت قریب ہے صحیح حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ هَكَذَا . وَيُشِيرُ بِإِصْبَعَيْهِ فَيَمُدُّ بِهِمَا .**

"میں اور قیامت یوں قریب قریب ہیں جس طرح کہ یہ دو انگلیاں ہیں اور نبی ﷺ اپنی انگشت شہادت اور درمیان انگلیوں کو باہم ملایا۔"[1]

گویا نبی اکرم ﷺ کی بعثت قیامت کے قرب وقوع کی علامتوں میں سے پہلی علامت ہے۔ قیامت کی علامات میں سے بعض کا وقوع ہو رہا ہے یا ہو چکا ہے اور بعض وہ ہیں جو ابھی وقوع پذیر نہیں ہوئیں لیکن وہ بھی لامحالہ واقع ہونگی۔ صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ عَظِيمَتَانِ يَكُونُ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيمَةٌ ، دَعْوَتُهُمَا وَاحِدَةٌ ، وَحَتَّى يُبْعَثَ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ ، قَرِيبٌ مِنْ ثَلَاثِينَ ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللهِ، وَحَتَّى يُقْبَضَ الْعِلْمُ وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ، وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ، وَتَظْهَرَ الْفِتَنُ، وَيَكْثُرَ الْهَرْجُ، وَهُوَ الْقَتْلُ. وَحَتَّى يَكْثُرَ فِيكُمُ الْمَالُ ، فَيَفِيضَ حَتَّى يُهِمَّ رَبَّ الْمَالِ مَنْ يَقْبَلُ صَدَقَتَهُ ، وَحَتَّى يَعْرِضَهُ ، فَيَقُولَ الَّذِي يَعْرِضُهُ عَلَيْهِ: لَا أَرَبَ لِي بِهِ ، وَحَتَّى يَتَطَاوَلَ النَّاسُ فِي الْبُنْيَانِ ، وَحَتَّى يَمُرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ الرَّجُلِ فَيَقُولُ: يَا لَيْتَنِي مَكَانَهُ ، وَحَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا ، فَإِذَا طَلَعَتْ وَرَآهَا النَّاسُ يَعْنِي آمَنُوا أَجْمَعُونَ ، فَذَلِكَ حِينَ: { لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا } وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ نَشَرَ الرَّجُلَانِ ثَوْبَهُمَا بَيْنَهُمَا ، فَلَا يَتَبَايَعَانِهِ وَلَا يَطْوِيَانِهِ ، وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدِ انْصَرَفَ الرَّجُلُ بِلَبَنِ لِقْحَتِهِ فَلَا يَطْعَمُهُ ، وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَهُوَ يُلِيطُ حَوْضَهُ فَلَا يَسْقِي فِيهِ ، وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ رَفَعَ أُكْلَتَهُ إِلَى فِيهِ فَلَا يَطْعَمُهَا .

"اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ دو بہت بڑی بڑی جماعتوں میں بہت بڑی جنگ نہ ہو اور ان دونوں گروہوں کی دعوت بھی ایک ہی ہوگی اور جب تک تیس کے قریب جھوٹے دجال رونما نہ ہو جائیں اور ان میں سے ہر شخص کا دعویٰ ہوگا کہ وہ اللہ کا رسول نبی ہے۔ اور جب تک علم قبض نہ کر لیا جائے اور زلزلوں کی کثرت ہو جائے گی زمانہ بہت قریب ہو جائے گا (وقت تیزی سے گزرنے لگے گا۔) فتنے سر

[1] صحیح بخاری:6504۔

اٹھالیں گے اور قتل وغارت گری عام ہوجائے گی اور جب تک کہ تمہارے ہاتھوں میں بکثرت مال نہ آجائے گا یہاں تک کہ بکثرت مال والا شخص کسی ایسے شخص کو تلاش کرے گا جو اس سے صدقہ قبول کرے اور کسی کو صدقہ دینے کے لئے مال پیش کرے گا تو وہ سامنے والا کہتے گا مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں ہے اور جب تک لوگ بڑی بڑی عمارتیں (بلڈنگیں) نہ بنانے لگیں گے اور جب تک یہ نوبت نہ آجائے کہ کسی قبر کے پاس سے گزرنے والا شخص بڑی حسرت سے کہے گا کہ کاش اس قبر والے کی جگہ میں ہوتا اور جب کہ کہ سورج مغرب کی جانب سے نہ طلوع ہوجائے اور جب وہ مغرب سے طلوع ہوگیا اور لوگوں نے اسے دیکھ لیا تو سبھی لوگ ایمان لے آئیں گے لیکن جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا تھا یا پھر ایمان لا کر کوئی خیر وبھلائی نہیں کمائی تھی اسے اس کا اس وقت ایمان لانا کوئی فائدہ نہ دے گا۔

اور یقینا قیامت یوں قائم ہوجائے گی حتی کہ دو آدمیوں نے اپنے مابین خرید وفروخت کے لئے کپڑا بچھا رکھا ہوگا مگر وہ اب اسے نہ لپیٹ سکیں گے نہ خرید وفروخت ہی کرسکیں گے اور یقینا قیامت یوں قائم ہوجائے گی کہ ایک آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ نکال کر لا چکا ہوگا مگر اسے وہ چکھ نہیں پائے گا۔ قیامت یوں ناگہانی قائم ہوجائے گی کہ وہ اپنے حوض و لیپ پوت کر صاف کر رہا ہوگا مگر اس کا پانی نہیں پی سکے گا اور قیامت یوں اچانک رونما ہوجائے گی کہ کسی نے کھانے کا لقمہ منہ تک اٹھا لیا ہوگا مگر وہ اس چکھ نہیں پائے گا۔[1] (صحیح بخاری۔ اور اس کا بعض حصہ صحیح مسلم میں بھی ہے)

قربِ قیامت کی چھ علامات:

عَوفَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ وَهُوَ فِي قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ، فَقَالَ: اعْدُدْ سِتًّا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ: مَوْتِي ثُمَّ فَتْحُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ ثُمَّ مُوتَانٌ يَأْخُذُ فِيكُمْ كَقُعَاصِ الْغَنَمِ ثُمَّ اسْتِفَاضَةُ الْمَالِ حَتَّى يُعْطَى الرَّجُلُ مِائَةَ دِينَارٍ فَيَظَلُّ سَاخِطًا ثُمَّ فِتْنَةٌ لَا يَبْقَى بَيْتٌ مِنَ الْعَرَبِ إِلَّا دَخَلَتْهُ ثُمَّ هُدْنَةٌ تَكُونُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِي الْأَصْفَرِ فَيَغْدِرُونَ فَيَأْتُونَكُمْ تَحْتَ ثَمَانِينَ غَايَةً تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں غزوۂ تبوک کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ ﷺ چمڑے کے قبے (خیمے) میں تشریف فرما تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "قیامت سے پہلے یہ چھ چیزیں گن لو: (۱) میری موت (۲) پھر بیت المقدس کی فتحیابی (۳) ایک عام موت لوگوں پر ایسی آئے گی جیسے بکریوں میں ایک بیماری آتی ہے (اور سینکڑوں مرنا شروع ہوجاتی ہیں (یہ پیشین گوئی خلافت فاروقی میں پوری ہو چکی ہے بیت المقدس کی بستی عمواس میں ایسا طاعون آیا کہ تین دن میں ستر ہزار آدمی مر گئے۔ لغات الحدیث: ۴/ ۱۰۳) (۴) مال کی ریل پیل ہوجائے گی حتی کہ کسی آدمی کو سو دینار دیا جائے گا پھر بھی وہ ناراض ہی رہے گا (کہ یہ کم ہے) (۵) ایک فتنہ ظہور پذیر ہوگا اور کوئی ایسا عربی گھر نہ بچے گا جس میں وہ داخل نہ ہوجائے (۶) تمہارے اور عیسائیوں (رومی، چینی و جاپانی وغیرہ) کے مابین معاہدہ صلح ہوگا مگر وہ غداری و معاہدہ شکنی کریں گے اور اسی جھنڈوں کے زیر سایہ تم پر حملہ آور ہونگے اور ہر جھنڈے

[1] صحیح بخاری: 7121۔

تلے بارہ ہزار فوجی ہونگے۔[1] (صحیح بخاری)

دیگر علامات قیامت:

اسی طرح صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ، وَيَثْبُتَ الْجَهْلُ، وَيُشْرَبَ الْخَمْرُ، وَيَظْهَرَ الزِّنَا

"قیامت کی نشانیوں میں سے ہی عورتوں کی کثرت، مردوں کی قلت، علماء کی موت، امانت کا ضیاع (وخیانت) زنا کاری وشراب نوشی کا عام ہوجانا اور (لوگوں کا ساز کو حلال کر لینا بھی ہے۔"[2]

اسی طرح ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے خبر دی ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ سَنَوَاتٌ خَدَّاعَاتٌ، يُصَدَّقُ فِيهَا الْكَاذِبُ، وَيُكَذَّبُ فِيهَا الصَّادِقُ، وَيُؤْتَمَنُ فِيهَا الْخَائِنُ، وَيُخَوَّنُ فِيهَا الْأَمِينُ. وَيَنْطِقُ فِيهَا الرُّوَيْبِضَةُ، قِيلَ: وَمَا الرُّوَيْبِضَةُ؟ قَالَ: الرَّجُلُ التَّافِهُ فِي أَمْرِ الْعَامَّةِ۔

"قیامت کے قریب دھوکہ اور مکاری کے سال ہونگے ان میں امانت دار شخص پر الزام تراشی کی جائے گی اور خائن و بد دیانت شخص کو امانتدار شخص پر الزام تراشی کی جائے گی اور خائن و بد دیانت شخص کو امانتدار سمجھا جائے گا، گھٹیا و کمینے لوگ باتیں کرنے لگیں گے، یہ فاسق و نادان لوگ ہونگے بدن پھیرنے والے بھیڑ بکریوں کے چرواہے بڑی بڑی عمارتوں پر فخر کریں گے امانت ضائع ہوجائے گی (امانتداری نہ رہے گی) اور معاملات کہ ذمہ داری نااہل لوگوں کے سپرد کردی جائے گی اور ہر قبیلے کے سردار اس کے منافق لوگ ہونگے، علم اٹھالیا جائے گا علماء کی روحیں قبض کرلی جائیں گی، جہالت ولاعلمی بڑھ جائے گی اہل خیر وبھلائی صالحین کو گرادیا جائے گا اور اہل شر وفساد (حکام کے) مقرب و مصاحب اور بلند درجہ ہوجائیں گے۔ لوگ عالیشان مسجدیں اور ان کی ہر شکورہ عماتیں بنانے پر فخر کریں گے لیکن وہ ان نمازوں کو ضائع (بے وقت کا ترک) کردیں گے جنکی خاطر یہ مسجدیں بنائی گئی ہیں۔"[3]

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتَّى يَأْتِيَ عَلَى النَّاسِ يَوْمٌ لَا يَدْرِي الْقَاتِلُ فِيمَ قَتَلَ، وَلَا الْمَقْتُولُ فِيمَ قُتِلَ. فَقِيلَ: كَيْفَ يَكُونُ ذَلِكَ؟ قَالَ: الْهَرْجُ، الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک کہ لوگوں پر وہ وقت نہ آجائے کہ قاتل کو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ اس نے اس مقتول کو کیوں قتل کا ہے اور نہ ہی

---

[1] صحیح بخاری: 3176۔
[2] صحیح بخاری: 80۔
[3] ابن ماجہ: 4036۔

مقتول کو اس بات کی خبر ہوگی کہ اسے کس بناء پر قتل کیا گیا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یہ کیسے ہوگا؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اندھا دھند و بے تحاشا قتل و غارت گری ہوگی اور قاتل و مقتول دونوں ہی جہنم میں جائیں گے۔[1] (صحیح مسلم)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں فتنے سے خبردار کیا گیا ہے اور اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ ان میں دخل اندازی کرنے سے مکمل اجتناب کیا جائے۔

دس علامات قیامت:

مسلمانو! بعض بڑی بڑی علامتیں بڑی جلدی سے یکے بعد دیگرے وقوع پذیر ہونے والی ہیں چنانچہ صحیح مسلم میں ہے:

عَنْ أَبِي سَرِيحَةَ حُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غُرْفَةٍ وَنَحْنُ أَسْفَلَ مِنْهُ، فَاطَّلَعَ إِلَيْنَا فَقَالَ: مَا تَذْكُرُونَ؟ قُلْنَا: السَّاعَةَ. قَالَ: إِنَّ السَّاعَةَ لَا تَكُونُ حَتَّى تَكُونَ عَشْرُ آيَاتٍ: خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ، وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ، وَخَسْفٌ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَالدُّخَانُ، وَالدَّجَّالُ، وَدَابَّةُ الْأَرْضِ، وَيَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ، وَطُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَنَارٌ تَخْرُجُ مِنْ قُعْرَةِ عَدَنٍ تَرْحَلُ النَّاسَ.

حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ ہم باہم بات چیت کر رہے تھے نبی ﷺ نے دریافت فرمایا: کسی سلسلہ میں گفتگو کر رہے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا: ہم قیامت کو یاد کر رہے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تم اس سے پہلے دس نشانیوں کو نہ دیکھ لو پھر آپ ﷺ نے فرمایا: (۱) دھوئیں (۲) دجال (۳) دابہ (چوپائے) (۴) سورج کے مغرب کی طرف سے طلوع ہونے (۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے (۶) یاجوج ماجوج کے ظاہر ہونے اور تین مرتبہ زمین میں دھنسائے جانے کے واقعات پیش آنے، جن میں سے (۷) زمین میں دھنسائے جانے کا ایک واقعہ مشرق میں (۸) دوسرا مغرب میں (۹) اور تیسرا جزیرہ عرب میں رونما ہونے (۱۰) اور آخری نشانی یہ رونما ہونے کا ذکر فرمایا کہ یمن کی طرف سے آگ نکلے گی جو لوگوں کو انکے مقام حشر تک دھکیل لے جائے گی۔[2] (یہ صحیح مسلم کے الفاظ ہیں جبکہ اس حدیث کا کچھ حصہ صحیح بخاری میں بھی ہے)

طلوع آفتاب از مغرب اور ظہور دابہ:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا لَمْ أَنْسَهُ بَعْدُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ أَوَّلَ الْآيَاتِ خُرُوجًا طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَخُرُوجُ الدَّابَّةِ عَلَى النَّاسِ ضُحًى، وَأَيُّهُمَا مَا كَانَتْ قَبْلَ صَاحِبَتِهَا فَالْأُخْرَى عَلَى إِثْرِهَا قَرِيبًا.

صحیح مسلم میں ہی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: "میں نے نبی اکرم ﷺ سے ایک حدیث یاد کی ہے جسے میں اب تک

[1] صحیح مسلم:2908۔
[2] صحیح مسلم:2901۔

نہیں بھولا ، میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: "روز قیامت کی نشانیوں میں سے پہلی نشانی سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا اور چاشت کے وقت لوگوں کے سامنے دابہ (چوپائے) کا ظہور ہونا ہے ان دونوں میں سے کوئی ایک پہلے ظہور پذیر ہوگی تو فوراً بعد میں دوسری رونما ہو جائے گی۔"[1] (صحیح مسلم)

یاجوج ماجوج کا خروج:

قیامت کے وعدۂ حق کے قریب ہونے کی نشانیوں میں سے ہی ایک یاجوج ماجوج کا خروج وظہور بھی ہے جس کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُم مِّن كُلِّ حَدَبٍ يَنسِلُونَ﴾

"یہاں تک کہ یاجوج ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے دوڑے چلے آئیں گے۔" (الانبیاء:۹۶)

وہ بہت بڑی قوم ہے جو بڑی فساد انگیز وتباہ کن ہے وہ لوگوں کو ہلاک کرنے اور زمین میں بگاڑ پیدا کرنے کی کوشش کریں گے لہٰذا اے ایمان والو! اللہ کے حضور توبہ تائب ہو جاؤ قبل اس کے کہ اچانک آپ کو موت آدبوچے یا ناگہاں قیامت آلے اور آپ کو شعور بھی نہ ہو ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا فَأَنَّىٰ لَهُمْ إِذَا جَاءَتْهُمْ ذِكْرَاهُمْ (18) فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ﴾

"اب تو یہ لوگ قیامت ہی کو دیکھ رہے ہیں کہ ناگہاں ان پر آواقع ہو سو اس کی نشانیاں (وقوع میں) آچکی ہیں پھر جب وہ ان پر نازل ہوگی اس وقت انہیں نصیحت کہاں؟ (مفید ہو سکے) نہیں وہ جان رکھیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور مومن مردوں عورتوں کے لئے بھی اور اللہ تم لوگوں کے چلنے پھرنے اور ٹھہرنے کی جگہ سے خوب واقف ہے۔" (محمد:۱۸-۱۹)

شرِ فتنۂ دجال:

امام حاکم نے اپنی مستدرک میں صحیح سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: " ما كانت ولا تكون فتنة حتى تقوم الساعة أعظم من فتنة الدجال، وما من نبي إلا وحذر قومه الدجال"

"قیامت قائم ہونے سے نہ کوئی اتنا بڑا فتنہ بپا ہوا ہے اور نہ ہی آئندہ ظہور پذیر ہوگا جتنا بڑا فتنہ دجال ہے اور ہر نبی نے اپنی اپنی قوم کو اس دجال سے خبر دار کیا ہے۔"[2]

صحیح مسلم میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَا بَيْنَ خَلْقِ آدَمَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ خَلْقٌ أَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ۔

"حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے لیکر قیامت تک کوئی دجال سے بڑی (خطرناک) پیدا نہیں ہوئی۔"[3]

دجال کا فتنہ تمام فتنوں سے بڑا ہے کیونکہ اس کے ہاتھوں بڑے بڑے خوارق عادت امور رونما ہونگے جو کہ کمزور ایمان والے لوگوں کا اللہ کی

---

[1] صحیح مسلم:2941۔

[2]

[3] صحیح مسلم:2946۔

طرف سے آزمائش وامتحان ہونگے اور انہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ مومنوں اور منافقین میں امتیاز پیدا کردے گا۔

دجال کی پہچان:

نبی اکرم ﷺ نے دجال کے بارے میں کئی خبریں دی اور اس کے کئی اوصاف بیان کئے ہیں کہ وہ پست قد، ٹیڑھی چال والا اور کانا ہے اور وہ ستر گاؤں بستی میں داخل ہوگا اور زمین میں فساد و بگاڑ پید کرے گا تاہم وہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں داخل نہیں پائے گا چنانچہ صحیح مسلم وغیرہ میں ثابت ہے: لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ، إِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِينَةَ، وَلَيْسَ نَقْبٌ مِنْ أَنْقَابِهَا إِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّينَ تَحْرُسُهَا۔

"وہ ان دونوں شہروں میں داخل نہیں ہوسکے گا ان میں داخل ہونے کے ہر راستے پر اللہ کے فرشتے مقرر ہیں جو ان دونوں کی اس سے حفاظت فرمائیں گے۔"[1]

اسی طرح مسند امام احمد میں صحیح سند سے مروی ہے: لا يأتي أربعة مساجد الكعبة ومسجد الرسول والمسجد الأقصى والطور"

"دجال چار مساجد میں داخل نہیں ہوسکے گا: مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد طور اور مسجد اقصی۔[2]

فتنۂ دجال میں اہل ایمان کی ثابت قدمی، نزول عیسی علیہ السلام اور قتل دجال:

صحیح مسلم میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: يَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ يَهُودِ أَصْبَهَانَ سَبْعُونَ أَلْفًا، عَلَيْهِمُ الطَّيَالِسَةُ.

"اصبہان کے ستر ہزار یہودی جو سبز رنگ کی چادریں اوڑھے ہوئے ہونگے دجال کی پیروی کرنے لگیں گے۔"[3]

صحیح مسلم میں ہی یہ بھی ہے کہ: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقَاتِلَ الْمُسْلِمُونَ الْيَهُودَ فَيَقْتُلُهُمُ الْمُسْلِمُونَ، حَتَّى يَخْتَبِئَ الْيَهُودِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ فَيَقُولُ الْحَجَرُ أَوِ الشَّجَرُ: يَا مُسْلِمُ يَا عَبْدَ اللهِ، هَذَا يَهُودِيٌّ خَلْفِي فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ، إِلَّا الْغَرْقَدَ فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرِ الْيَهُودِ۔

"جب دجال کا فتنۂ عام پھیل جائے گا ایسے میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو ثابت قدم رکھے گا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے مشرقی کنارہ پر نازل ہوجائیں گے اللہ کے مومن بندے ان کے گرد جمع ہوجائیں گے وہ انہیں ساتھ لیکر کانے دجال کا پیچھا کرنے چل پڑیں گے اور عیسی علیہ السلام کے نزول کے زمانہ میں دجال بیت المقدس کی طرف روانہ ہوچکا ہوگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام باب لد کے پاس اسے جالیں گے یہ بیت المقدس کے قریب ایک جگہ وعلاقہ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسے پکڑ کر اپنے برچھے سے قتل کردیں گے اور اس کے پیروکار شکست کھاجائیں گے اور اہل ایمان انکا پیچھا کریں گے اور انہیں موت کے گھاٹ اتاردیں گے حتی کہ درخت اور پتھر بھی یہ کہیں گے: اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے چھپا بیٹھا ہے آؤ اور اسے قتل کردو سوائے غرقد نامی درخت کے وہ یہودوں کا

---

[1] صحیح مسلم: 2943۔

[2] مسند احمد: 23139۔

[3] صحیح مسلم: 2944۔

درخت ہے"۔[1] (وہ خبر نہیں دے گا)

فتنۂ دجال سے اللہ کی پناہ:

مسلمانو! اس فتنے کے بہت بڑا ہونے کی وجہ سے ہی ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنی نمازوں کے آخر میں فتنۂ دجال سے اللہ کی پناہ مانگیں جیسا کہ صحیح مسلم میں (سلام پھیرنے سے پہلے کی دعاؤں) میں ہے اللہ والو! آخر زمانہ میں فتنوں کی کثرت اور ہمارے دور میں انکے بکثرت وجود کی بناء پر یہ مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ خواب غفلت سے بیدار ہو جائے اور اس کا خوف کھائے اور اسے خبردار رہے اور اللہ کے دین پر ثابت قدمی کے اسباب کو اختیار کرے اور فتنوں سے دور بھاگے اور دعاء وعبادت کے ذریعے اللہ سے التجائیں کرے اور اس کی طرف رجوع کرے اے اللہ! اے دلوں کو پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ، ہم نار جہنم سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اور عذاب قبر سے بھی اور فتنۂ مسیح الدجال کے شر سے بھی اور موت وحیات (جاں کنی) کے فتنے سے بھی۔

[1] صحیح مسلم: 2922۔

حبّ رسول وسیرت مصطفیٰ ﷺ چند جھلکیاں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن السدیس حفظہ اللہ

۶/۳/۱۴۲۶ھ ۱۵/۴/۲۰۰۵ء

ابتداء وانتہاء نصیحت-تقویٰ:

وہ بہترین بات جس سے وصیتیں تاکیدیں اور نصیحتیں شروع کی جائیں اور جس پر ہی انکا اختتام ہونا چاہئے جس کے ذریعہ خیر و برکت طلب کرنے کا آغاز اوراسی پر خاتمہ کیا جائے وہ ہے اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور پوشیدہ وعلانیہ ہر حال میں اس کی خشیئت وخوف جس نے تقویٰ کو اپنا نصب العین بنالیا وہ فلاح ونجات پا گیا اور اپنی امیدوں کے حصول میں کامیاب وکامران ہوگیا اسے روحانی بہجت وخوشی میسر آگئی اور اسے وہ راضی وخوشی رہنے والی نفسیاتی کیفیت مہیا و دستیاب ہوگئی کہ جس میں وہ سعادت وخوشی کے باغیچوں میں خوشگوار زندگی گزارنے اور صبح وشام کرنے لگتا ہے۔

عروج وعظمت-کتاب وسنت سے:

اے مومنو! یہ کوئی بعید اور ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ ہماری امت اسلامیہ اس وقت ترقی و بلند اور عظمت و بزرگی کی منزلیں طے کرتی گئی آباء وخودی اور سرداری کی چوٹیوں پر چڑھ گئی دنیائے انسانیت کو تہذیب وتمدن کی شاداب وادیوں کی طرف کھینچے لئے گئی اور امن وخوشحالی عدل وانصاف اور اخوف وبھائی چارے کے سائے مہیا کرتی رہی، جب تک کہ اس نے وحیین شریفین کتاب اللہ وسنت رسول ﷺ سے تمسک اور گہرا تعلق جوڑے رکھا اور دونوں روشن مصادر ہدایت سے چمٹی رہی اور جب تک اس کے سمع وبصر میں اس کے نبی کی سنت تاباں رس گھولتی رہی اس کی روح میں بالیدگی پیدا کرتی رہی اور اس کے جذبات وخیالات پہ نبی ﷺ کی سیرت طیبہ اور اخلاق مصطفوی کا راج رہا۔

آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ تو نسیم صبحگاہی سے بھی زیادہ معطر و۔۔نواز تھے اور آپ کی عادات مبارکہ تو آب فرات سے بھی بڑھ کر صاف پاکیزہ ہیں۔

ترک کتاب وسنت سے زوال امت:

دوسری طرف جب سے امت مسلمہ نے اس روشن وموسلادھار باران ہدایت سے منہ موڑا ہے تب سے یہ لوگوں کے دور کی گداگر، انکی دست نگر کاسہ لیسی کرنے والی کمزور دلیل اور تابع مہمل بن کر رہ گئی ہے اس میں آپس کی نفرت در آئی ہے اس کے افراد ہے تتر بتر ہو گئے ہیں اس کا شیرازہ بکھر گیا ہے ہے اور افسوس کہ یہ قائدانہ خصائص والی وحی الٰہی کی مالک اور لوگوں کو اپنے پیچھے لیکر چلنے والی امت محض جھوٹے دعوؤں والی ہو کر رہ گئی اور کتاب وسنت سے دوری وہ دستکشی ہی اس امت کی مہلک بیماری ہے اگر یہ امت کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامے رکھتی تو اسے مہلک وموذی مرض لاحق نہ ہوتا اور اس کا علاج ہو جاتا۔

جلال و جمال سیرت:

برادران ایمان! یہ روئے زمین ساڑھے چودہ سو سال (چودہ صدیوں سے زیادہ عرصہ) سے بعثت امام الانبیاء کی برکتوں سے منور و شاداب ہے اور نبی ﷺ کی سیرت طیبہ اور اخلاق عالیہ بدولت اس کی سرزمین کے کونے کونے میں عطر بیزی ہوتی آرہی ہے۔
"دنیا روشن ہوگئی اور فضائیں مہک اٹھیں اور تمام افقی سرور وخوشی سے جھوم اٹھے ہیں کیا آپ یہ سب دیکھ رہے ہیں یا نہیں۔"
اس بعثت وسیرت میں جلال و جمال اور خشیت و کمال حقائق پائے جاتے ہیں اور آپ ﷺ کے تمام اقوال و اعمال میں حکمت و دانائی کے سمندر موجیں مار رہے ہیں، یہ روشن جبین اور تابناک و حیات بخشی سیرت آج بھی اپنے حوض رحمت کی طرف لوگوں کو صدائیں لگا رہی ہے کہ میری طرف آجاؤ۔۔۔آؤ مجھ سے فہم حاصل کرو، اسی ماہتاب مصدر نور سے حصہ پاؤ اور اسی سے سیرابی حاصل کرو۔

خوشگواری موضوع:

میرے نبی سے پیار کرنے والو! حبیب مصطفیٰ رسول مجتبیٰ اور خاتم النبیین والمرسلین ﷺ کے بارے میں گفتگو کرنا بڑا خوشگوار موضوع اور میٹھا و پیارا عنوان ہے جو آنکھوں کو اشک بار کر دیتا ہے یہ دلوں کی جفا و سنگینی کو کم کرنے کے لئے بہترین دوا ہے اور میں پیدا ہو جانے والے زہر کی تاثیر ختم کرنے والا تریاق ہے اور نبی اکرم ﷺ کا ذکر جمیل ان تمام اوصاف والا کیوں نہ ہوتا جبکہ آپ ہر قسم کا علم رکھنے والے اور تمام جہانوں کی بادشاہوں کے مالک کی طرف سے بھیجے گئے اور مبعوث کردہ رسول تھے آپ ﷺ عدل و انصاف کے علمبردار اور اللہ کے فضل و کرم سے بشریت کو شرک و وثنیت کے اندھیروں اور تنزل و انحطاط کی تاریکیوں سے باہر نکالنے والے تھے شرک اور گناہوں کی پلیدیوں سے ہٹا کر انہیں انوار توحید و ایمان اور اخوت و محبت کی روشن فضاؤں میں لانے والے تھے آپ پر ہمیشہ اللہ کی طرف سے درود و سلام کا نزول ہوتا رہے جب تک کہ سورج کا طلوع و غروب ہوتا رہے اور بچھڑنے والا اپنوں کی طرف کھچا رہے۔

صاحب مقام محمود اور ساقی حوض کوثر:

نبی ﷺ بڑے معجزات والے نبی ہیں آپ ہمیں ہماری کمروں سے کھینچ کھینچ کر ہمیں نار جہنم سے بچانے والے ہیں۔ آپ ﷺ کے ہر مسلمان مرد و زن ہر سب سے زیادہ احسانات ہیں اور ساری کائنات سے زیادہ ہماری گہری محبت اور سچی اطاعت کے نقل و عقل اعتبار سے سب سے زیادہ حقدار ہیں آپ ہی مقام محمود کے مالک، علم شرف والے اور ساقئ حوض کوثر ہیں" جب بھی میں آپ ﷺ کا ذکر جمیل کرنے لگتا ہوں تو میری آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں اور جہاں تک دل کا تعلق ہے تو وہ آپ ﷺ کے حوض کوثر سے جام پینے کا متمنی و پیاسا ہے۔"

تکمیل دین یہ تعظیم رسول کریم ﷺ:

کسی شخص کا دن اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی تعظیم و تکریم نہ کرے، آپ ﷺ اطاعت و پیروی کا حق ادا نہ کرے اور آپ کو دل و جان سے بھی زیادہ نہ چاہئے، جس نے اس سے تکبر کرتے ہوئے اپنے گالوں کو پھیلا یا وہ اپنے دین سے ہاتھ دھو بیٹھا اور عقل سے بھی پیدل ہو گیا نبی اکرم ﷺ کا ایک ارشاد گرامی صحیح بخاری و مسلم میں ہے جسمیں آپ ﷺ نے فرمایا ہے: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ

حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهِ وَوَالِدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۔

"اس وقت تک تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک خود اس کی ذات، اسکی اولاد اس کے والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔"[1] (بخاری ومسلم)

یہ اصل حب رسول اور آپ ﷺ کی محبت صادقہ ہے جو کہ اس اصل اطاعت اور صحیح تسلیم ورضا تک پہنچاتی ہے جس کی طرف اللہ نے راہنمائی کرتے ہوئے ارشادفرمایا ہے:﴿وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

"آپ کے رب کی قسم ہے (اے نبی!) یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ اپنے متنازعہ معاملات میں آپ کو اپنا فیصل وحکم ماننہ لیں اور پھر آپ کے صادر کردہ فیصلے پر تنگ دل بھی نہ ہوں بلکہ اسے (دل وجان سے) تسلیم نہ کرلیں۔" (النساء:٦٥)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا محبوب بنایا اور آپ کو منتخب فرما کر برگزیدہ بنادیا آپ کو ساری کائنات سے ممتاز کرکے اپنے لئے احسن کیا۔

"آپ ﷺ کے رب نے آپ کو کتنا چاہا ہے اور کتنی فضیلتوں سے نوازدیا ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو بکثرت خصائص سے مالا مال کیا۔ اللہ نے آپ کو بلندو بالا کردیا اور جسے عرش عظیم کا مالک بلند کرنا چاہیئے اسے دنیا کی کوئی طاعت گرا نہیں سکتی۔"

اخلاق عالیہ میں فخر بشر:

آپ ساری کائنات سے زیادہ انس ومحبت کرنے والے خوش رو اور فخر بشر تھے۔ آپ سب سے بڑھ کر نفیس اور پاک باز وطیب القلب تھے۔ آپ ﷺ کے اوصاف نسب سے اجمل اعلیٰ تھے، لطف وکرم میں کوئی ہم پلہ نہیں آپ کسی بھی بشر سے روگردانی روپوشی نہیں کرتے تھے اور آپ سے کبھی کسی نے کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جو کہ اسے ناگوار ہو اور خوش وخندہ پیشانی اور بشارتیں دینے والے بشیر ﷺ کا عنوان تھا آپ کھلی رافت ومحبت کا کھلا دریا تھے اور مکمل شفقت ورحم دل کا موجیں مارتا سمندر تھے، آپ محبت ومودت میں تمام لوگوں سے بڑھ کر تھے اور وفاء عہدو پاسداری معاہدات میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ آپ ﷺ اپنے تابعداروں کے ساتھ بھی انتہائی تواضع کے ساتھ پیش آتے تھے اور واجب الاطاعت ولازم الاتباع ہونے کے باوجود آپ اپنے مطیع ومتبع لوگوں (رضی اللہ عنہم) کے سامنے بڑے منکسر المزاج اور نرم خو تھے۔

عبادت وشجاعت اور سخاوت:

آپ ﷺ سے انتہائی خوف کھانے اور اس کی بکثرت عبادت کرنے والے تھے۔ آپ انتہائی اطاعت گزار اور طول قیام کرنے والے تھے، آپ کی شجاعت وبہادری میں آپ کا کوئی ہمسر نہ اور نہ ہی دوسروں کی مدد کرنے میں آپ کا کوئی مقابل تھا حق کے معاملہ میں آپ نہایت ہی بہادروسخت تھے اور مصیبت زدہ وپریشانی میں مبتلا لوگوں کے معاون تھے، آپ سے کبھی کسی نے کسی چیز کا کوئی بھی ایسا سوال نہیں کیا کہ جس آپ نے "نہیں" کہا یا انکار فرمایا ہو، کیا کسی میں ہمت ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی کے کسی بھی پہلو پر انگلی رکھے وہ نبی جو کہ تمام عیوب ونقائص سے پاک اور اعلیٰ اخلاق وکردار اور شمائل وعادات کے مالک تھے؟ ہرگز نہیں اللہ کی قسم ہرگز نہیں۔

---

[1] صحیح مسلم:44۔

آپ کی اعلیٰ عادات اور عمدہ اخلاق کی وجہ سے دلوں پر آپ کی محبت کا راج ہے اور رسول اللہ ﷺ دلوں کے محبوب ترین شخص ہیں۔

تزکیہ وطہارت کی آسمانی شہادتیں:

نبی اکرم ﷺ انتہائی متقی و پرہیزگار اور انتہائی نیک و پاکباز تھے، اللہ تعالیٰ آپ کی زبان مبارک کے تزکیہ و پاکبازی کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ﴾

"آپ اپنی خواہش اور مرضی سے نہیں بولتے۔" (النجم: ۳)

اللہ تعالیٰ نے آپ کی بصارت ونظر کی پاکیزگی و بے عیبی کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ﴾

"آپ کی آنکھ نہ تو دوسری طرف مائل ہوئی اور نہ (حد سے) آگے بڑھی۔" (النجم: ۱۷)

نبی اکرم ﷺ کے سینے کی صفائی وطہارت کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ﴾

"کیا ہم نے آپ کا سینہ کھول نہیں دیا؟" (الانشراح: ۱)

آپ کے دل اقدس کی پاکیزگی بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ﴾

"جو کچھ انہوں نے دیکھا، ان کے دل نے اسے جھوٹ نہ سمجھا۔" (النجم: ۱۱)

آپ کے جلیس (ہم مجلس) کا تزکیہ وتعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ﴾

"انہیں نہایت قوت والے (جبرائیل) نے سکھلایا۔" (النجم: ۵)

اور الگ الگ اعضاء جسم حتیٰ کہ آپ کے ہم مجلس و ہم نشین کے تزکیہ وطہارت کے ساتھ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کی مکمل ذات گرامی کی تعریف وتزکیہ فرمایا چنانچہ اس کے لئے وہ عظیم شہادت نازل فرمائی جس سے تما چہروں کو شرف ملا اور اس کے لئے تمام حدود سمٹ آئیں چنانچہ ذات بردود نے ارشاد فرمایا: ﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾

"اور آپ (اے نبی!) خلق عظیم کے مالک ہیں۔" (القلم: ۴)

یہ خلق عظیم اس عالمی وانسانی رسالت کی عظمت سے مشتق ہے ایسا اخلاق کہ جن سے بے تکان رحم وکرم، عدل وانصاف، فضیلت واچھائی، قوت وطاقت، عزت وکرامت، رفق ونرمی اور حکمت ودانائی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ محبت کرنے والوں کا یہ شعار ہمیشہ بلند ہوتا رہتا ہے۔ "تیرا خیال میرے ذہن وعقل میں ہے اور تیرا ذکر و نام ہمیشہ میرے ہونٹوں پر رہے، تیرا ٹھکانہ میرے دل ودماغ میں ہے لہٰذا تم مجھ سے کہاں چھپ سکتے ہو؟

سیرت کی چند جھلکیاں:

برادران ایمان! سیر النبی ﷺ خوشبو اور آپ کے تذکار جمیلہ کی عطر بیزی ان دلوں میں ہے جنہوں نے آپ سے محبت کی اور آپ کی تعظیم بجا لائے اور وہ دل جو کہ آپ کے خصال حمیدہ کے گرویدہ ہیں ہم اسی پاک محبت کہ کچھ چھینٹے اور بالیدگی وتازگی بکھیرنے جا رہے ہیں اور آپ کی

سیرت پاک کے چند روشن پہلو اور نمایاں گوشے دنیا کے سامنے رکھ رہے ہیں جو کہ رحم و کرم اور محبت و شفقت سے لبریز ہیں یہ صرف چند جھلکیاں ہیں ورنہ اس سیرت کا مکمل بیان تو کسی کے بس میں ہی نہیں ہے۔

رحمۃ للعالمین:

عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَتْهُ: أَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ أَتَى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ أَشَدَّ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ؟ قَالَ: لَقَدْ لَقِيتُ مِنْ قَوْمِكِ مَا لَقِيتُ وَكَانَ أَشَدَّ مَا لَقِيتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ إِذْ عَرَضْتُ نَفْسِي عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالِيلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ فَلَمْ يُجِبْنِي إِلَى مَا أَرَدْتُ فَانْطَلَقْتُ وَأَنَا مَهْمُومٌ عَلَى وَجْهِي فَلَمْ أَسْتَفِقْ إِلَّا وَأَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْنِي فَنَظَرْتُ فَإِذَا فِيهَا جِبْرِيلُ فَنَادَانِي فَقَالَ: إِنَّ اللهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَمَا رَدُّوا عَلَيْكَ وَقَدْ بَعَثَ إِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيهِمْ فَنَادَانِي مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ: ذَلِكَ فِيمَا شِئْتَ إِنْ شِئْتَ أَنْ أُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْأَخْشَبَيْنِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا۔

وہ دن جبکہ آپ کی قوم نے آپ کو شدید اذیتیں پہنچائیں تو آپ بڑے کبیدہ خاطر و پریشان ہو کر روانہ ہوئے اور جب اچھی طرح ہوش سنبھالا تو آپ قرن الثعالب نامی مقام پر پہنچ چکے تھے، وہاں پہاڑوں پر اللہ کی طرف سے مامور فرشتے نے آواز دی اور فرمایا: اے محمد! اگر آپ چاہیں تو میں دونوں طرف کے پہاڑوں (جبل ابی قیس اور جبل احمر) کو باہم ملا کر ان سب کو قریش مکہ کو پیس کر رکھ دوں؟ نبی اکرم ﷺ جو کہ انتہائی روف و رحیم (نرم دل اور مہربان) تھے آپ نے فرمایا: "نہیں بلکہ مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ ان کی پشتوں سے ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو اس اکیلے کی عبادت بجا لائیں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔"[1] (صحیح بخاری ومسلم)

اللہ کے بندو! دیکھیں کہ آپ کی قوم نے کس طرح آپ پر تابڑ توڑ حملے کئے گستاخیاں و نافرمانیاں کیں مگر نبی اکرم ﷺ نے انہیں عفو و کرم کے سرچشموں اور معافی تلافی کے آب شیریں سے سیراب کر دیا، اللہ تعالیٰ نے سچ ہی فرمایا ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ﴾

"ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔" (الانبیاء:۱۰۷)

اور خود نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: إِنَّما أنا رحمةٌ مُهداةٌ۔

"میں وہ رحمت ہوں جو کہ تمہیں ہدیہ کے طور پر دی گئی ہے۔"

نبی اکرم ﷺ تو لوگوں کے لئے ہدیہ کے طور پر دی گئی رحمت ہیں البتہ حق سے ہٹنے والے معاند اور سرکش کے لئے بربادی ہے اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔"

---

[1] صحیح بخاری:3231۔

خون اور لاشے دیکھ کر سکون پانے والے:

درد دل رکھنے والے شخص اور جگر فگار کی طرف سے ان لوگوں کے لئے نداء و اپیل ہے جو بے قصور لوگوں کا قتل کرنے میں مصروف ہیں، جنہیں لذت ہی صرف لوگوں کا خون بہانے سے ملتی ہے وہ اپنے گرد و پیش میں بکھرے لاشیں دیکھ کر ہی لطف اندوز ہوتے ہیں اور پے در پے جہالتوں اور حماقتوں کا ارتکاب کئے چلے جا رہے ہیں یہ لوگ کتنے جری و سخت سنگدل ہیں۔

اللہ کی پناہ، پھر اللہ کی پناہ کہ یہ فساد و بگاڑ، تباہی و بربادی اور ہلاکتیں نبی اکرم ﷺ کے طریقہ اور آپ کے اخلاق و عادات سے دور کی بھی کوئی نسبت رکھتی ہوں۔

جاؤ! تم آزاد ہو:

فتح مکہ کے دن جب مشرکین قریش کی جان پر بن آئی اور انہیں پختہ یقین ہو گیا کہ آج انہیں بیخ و بن سے اکھاڑ کر رکھ دیا جائے گا اسی دن نبی اکرم ﷺ جو کہ اللہ کے رسول، اس کے شکر گزار بندے انتہائی مہربان، بڑے احسان کرنے والے اور حلیم و بردبار تھے ان قریش مکہ کے وسط میں کھڑے ہو گئے اور ان سے پوچھا: "تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں آپ سے خیر و بھلائی کی ہی توقع ہے کیونکہ آپ ایک مہربان بھائی اور مہربان بھائی کے شفیق بیٹے ہیں، تب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ".

"اے اللہ ﷺ میری قوم کو بخش دے یہ میرے مقام و مرتبہ کو نہیں جانتے۔ جاؤ تم سب آزاد ہو"۔

اللہ اکبر! کتنے عظیم تھے ہمارے نبی اور کتنے مہربان و کریم تھے ہمارے رسول ﷺ۔

"اے اللہ! جب تک مدینہ طیبہ اور ام القریٰ مکہ مکرمہ قائم ہیں تب تک آپ پر درود و سلام بھیجتا رہ"۔

نبی اکرم ﷺ انسانیت کے لئے بہترین مثال اور اعلیٰ نمونہ تھے جب فتح و نصرت پا گئے تو مہربانی کرتے ہوئے اپنے دشمنوں کو بھی معاف فرما دیا اور جب انتقام و بدلہ لینے پر قادر ہو گئے تو ان کی تمام جفاؤں کو بھلا کر انہیں غیر مشروط طور اپنے عفو و کرم سے سیراب کر دیا۔" آپ کی اخلاق بلندیوں کا یہ عالم تھا کہ تمام رفعتوں کے جمال و عادات و خصال حسن کے کیا کہنے کہ یہ حسن و خوبی کے جامع تھے"۔

عفو و کرم کی اعلیٰ مثالیں:

اے اہل عقل و دانش! یہ کسی سے پوشیدہ نہیں کہ جس کی تفصیل تو دنیا چھوڑ جانے پر آمادہ کر دیتی ہے اور جس کی معمولی جھلک بھی المناک ہے کہ بعض سرکش و متکبر لوگوں نے بغاوت و سرکشی کرتے ہوئے انسان کی انسانیت کو ہی پامال کر دیا ہے اور تمام حقوق و معاہدات کو پس پشت ڈال دیا ہے کہاں ان لوگوں کے کرتوت کھوکھلے دعوے اور کہاں نبی رحمت و رسول ﷺ کا جذبہ معافی و تلافی، شرافت و کرامت اور جوانمردی؟ آپ نے ثمامہ بن اثال کی تلخ و ترش باتیں سنیں مگر پھر بھی اسے معاف کر دیا (پھر وہ اسی اخلاق حسنہ کے نتیجہ میں مسلمان ہو گئے) آپ نے اپنے شفیق و پیارے چچا حضرت حمزہ کو شہید کروانے اور ان کا کلیجہ نکلوا کر چبانے والی ہند بنت سفیان کو بھی معاف کر دیا (اور وہ بھی اسلام کے

دامن میں آگئیں) اور آپ نے (غزوۂ تبوک میں شرکت سے رہ جانے والے) تین صحابہ کو بھی معاف فرمادیا: ہاں اتنا بھی کافی ہوتا ہے جو کہ گردن کے گردن لپیٹ جائے یعنی یہ چند مثالیں نمونہ کے مصداہیں۔

سب سے بہترین قول وارشاد الٰہی ہے جس میں اس نے فرمایا ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

"تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے۔" (الاحزاب:۲۱)

غرض نبی اکرم ﷺ زندگی کے تمام شعبوں تمام معاملات اور تمام امورحیات میں بہترین نمونہ تھے اور اسی لئے اللہ نے آپ کو رسول بنا کر مبعوث فرمایا اور ساتھ ہی بتایا دیا: ﴿اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾

"اللہ سب سے زیادہ بہتر جانتا ہے کہ (رسالت کا کونسا مقام ہے اور) وہ اپنی پیغمبری کسے عنایت کرے۔" (الانعام:۱۲۴)

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ﴾

"اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (جسے چاہتا ہے) برگزیدہ کرلیتا ہے۔" (القصص:۶۸)

قدم زمین پر اخلاق آسمان تک:

نبی کریم ﷺ وہ ذات گرامی ہیں کہ لوگوں کے مابین زمین پر زندگی بسر کرتے ہوئے اخلاقی و عملی طور پر آسمان کی بلندیوں تک پہنچے ہوئے تھے آپ ہمہ تن نیکی واحسان، مجسمۂ عقل اس پیکر صواب لائے اور نرم ولطیف گفتگو کا نمونہ تھے آپ افراد امت کے لئے بھلائی کے انتہائی خواہشمند بڑے پر اخلاص اور صاحب صدق وامانت تھے۔

لوگوں کے لئے آپ کی محبت کے موجیں مارتے سمندر کو دیکھ کر اس پانی کے سمندر کو یہ نام دیا گیا ورنہ معنوی اعتبار سے تو سمندر کو آپ کے بحر اخلاق سے محض ایک نسبت حاصل ہے۔"

۲۳ سالہ پیغمبرانہ دور:

مسلمانو! تیئس سال آپ نے دعوت وتبلیغ کی مشرکین وکفار کی اذیتوں وصبر وثبات کا مظاہرہ کیا لوگوں کو اسلام وایمان اور اخلاق و کردار کی تعلیم دی اور جہاد کیا اور زمانہ وتہذیب حتی کہ تاریخ کی چوٹی پر سرفراز رہے آپ ان تیئس سالوں میں کوئی گھڑی اور کوئی قدم ایسا نہ پائیں گے کہ جسے ضایع و بیکار شمار کیا جاسکے۔

"اے ہمارے پروردگار! ہمیں ہمارے نبی مکرم ﷺ کے ساتھ جنت جمع فرمادے جو کہ حاسدوں کی آنکھوں کی فنا کردے اے جلال والے! اے بلندیوں والے اور اے تمام سرداریوں کے مالک! ہمارے مقدر میں لکھ دے کہ ہمیں جنت الفردوس میں آپ کی معیت نصیب ہوجائے۔"

تیز روشنی میں چمگادڑ:

اے امت اسلامیہ! اے سرورکائنات سے پیار کرنے والو! اس پوری کائنات کے بہترین انسان کی سیرت میں یہ جلی گوشے آنکھوں کو خیرہ

کردینے والی رونقیں موجود ہیں اس کے باوجود منافق وشاذ فطرت لوگ، بعض سرکش کافر، بعض مستشرقین اور گلوبلا ئیزیشن کے مارے ہوئے اور انقلاب کے پرچارک اپنے باطل خیالات، اپنا حقد و بغض اور نفرت وغصہ پھیلا رہے ہیں اور ذرائع کے ذریعے یلغار کرکے اپنا زہر پھونک رہے ہیں اور وہ بھی نبی مکرم ﷺ کی ذات اطہر کے خلاف، خوشنما و خوشگوار سنت نبوی کے خلاف یہ ہلاک ہوجائیں یہ اس ذات گرامی پر سنگدلی، جور جفاء، دہشت گری اور سخت گیری و رنگین مزاجی کا الزام لگاتے ہیں جنہیں کہ تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا تھا، اور اس کے لئے مزاحیہ خاکوں، کھلے پروپیگنڈے اور مکارانہ حملوں جیسے تمام ہتھکنڈے آزمائے جارہے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو اور انکا بھی مواخذہ کرے۔

"ان لوگوں نے آپ کے اعلیٰ فضائل ومکارم کا انکار کردیا ہے واقعی روشنی تیز ہونے کے باوجود چمگادڑ دیکھ نہیں سکتا (اور ان کی بھی ہی مثال ہے)۔"

بلادلیل:

ان لوگوں کے پاس نبی اکرم ﷺ کی رسالت ونبوت کے خلاف زہر افشانی کرنے کے لئے کوئی دلیل و برہان نہیں سوائے اس کے کہ ان میں سے ہر شخص کے سینے میں جو دروغ وجھوٹ اور افتراء بازی و الزام تراشی ہے اسے ہی یہ پھیلانے میں مصروف ہیں ۔" ان کے لئے ویل و ہلاکت ہے جو کہ سرورکونین واشرف کائنات ﷺ کے خالف بدزبانی کرتے ہیں اور اپنے ہی زعم وخیال باطل سے الزامات گھڑلیتے ہیں۔"

حالانکہ انہیں اس بات کا قطعی ویقینی علم ہے کہ نبی امی رسول ﷺ ساری نوع بشر کے لئے اعلیٰ حقائق، عمدہ اخلاقی آداب، بلند اجتماعی و معاشرتی نظام اور روا ضح شرائع عبادت لائے ہیں لیکن جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:﴿ وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا ﴾

"اور انہوں نے ناانصافی وغرور کی وجہ سے ان (نشانیوں) کا انکار کیا۔" (النمل: ۱۴)

اللہ اکبر اللہ نے سچ ہی فرمایا ہے:﴿ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ﴾

"(اے نبی!) بے شک تیرا دشمن ہی دم کٹا (بے اولاد) ہوگا۔ (الکوثر: ۳)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی خوبی اللہ ہی کے لئے ہے وہ فرماتے ہیں:

"تم نے اس شخص کی ہجو کی ہے جو کہ برکتوں والا نیک اور موحد ہے وہ اللہ کی امانت دین کا امین ہے اور وفاء انکا رشعار ہے میرے باپ اور ان کے والد اور میری آبروی سب حضرت محمد ﷺ کے دفاع کے لئے قربان ہے۔"

سیرت رسول ﷺ سے ناطہ جوڑنے کی ضرورت:

اے امت مسلمہ کے روئے زمین پر بسنے والے افراد! آج جبکہ اس کرۂ ارض کی ہر بالشت پر اور چپے چپے کونے کونے اور وادی وادی میں ہم مسلمانوں کے منہ مصائب ومشکلات کی آگ میں جھلس رہے ہیں، باغی ومجرم اور ظلم وجبر کرنے والے ستمگر ہر طرف گھات لگائے ظلم کے وار پروار کئے چلے جارہے ہیں ایسے اس امت پر واجب ہے کہ وہ سیرت رسول ﷺ سے اپنا ناطہ جوڑیں جس کی رسی ان کے ہاتھ سے نکلتی

جارہی ہے اور یہ امت دنیا کی رونقوں میں کھو چکی ہے اور آخرت کو بھلا بیٹھی ہے، اسے چاہئے کہ پوری گہرائی وسنجیدگی اور صدق وسچائی کے ساتھ سیرت النبی ﷺ کی طرف رجوع کرے اور اپنے نبی کے ہاتھ (اپنے تعلقات کو ذرہ مضبوط کرلے اور آپ کی سیرت کا فہم حاصل کرے اس پرعمل پیرا ہو اسے اپنے کردار کا حصہ بنائے، اس سے بصیرت حاصل کرنے اور اسے عبرت پانے کا سامان بنائے تا کہ وہ اپنے آپ کو عجز و درماندگی م تفرقہ وفتنوں اور تنزل وانحطاط سے باہر نکال سکے کہ وہ بانگ دہل یہ اعلان کرسے کہ افک وخودغرضی کے ان حالات میں عزت و عظمت اور فتح ونصرت پانے کا ذریعہ صرف سیرت النبی ﷺ پرعمل اور مناقب مصطفیٰ ﷺ کو اپنانے میں ہی مضمر ہے اور یہی موجودہ درو میں امت کو اقتدار وقیادت تک پہنچانے کا باعث ہے اور یہ سیرت ہی ہر اڑیل کی کٹ حجتی ہر مکار شخص کے دھوکہ فریب کا خاتمہ کرنے والی ہے اور وہ قلیل البصیرت اور کم عقل لوگ جو اصول اور حکام شریعت پر حملے کررہے ہیں ان کا منہ توڑ جواب اور حجت قاطعہ بھی یہ سیرت ہی ہے

ذرائع ابلاغ کی یلغار:

اللہ تعالیٰ آپ سب کا نگران ہو! سیرت النبی ﷺ میں وہ چڑھتا ہوا سورج ہے جس کی روشنی میں مسلمان نسلیں وسطیت واعتدال کے منہج پر تربیت پاسکتی ہیں جبکہ موجودہ زمانہ میں ٹی وی وسیٹلائیٹ اور انٹرنیٹ وغیرہ نے انہیں جنسی اور انٹرنیٹ کے ساتھ ساتھ ہی کئی کلبوں اور اداروں نے ان میں شکوک وشبہات پیدا کرنا شروع کررکھا ہے اور تفرقہ بازی وشکست خوردگی ان پر حملہ آور ہو چکی ہیں حتی کہ ان کے دلوں اپنے نبی سے محبت آپ کے شمائل واخلاق سے پیار اور آپ کے صحابہ سے تعلق کے سوتے سوکھ گئے ہیں اور صرف وہی چند لوگ رہ گئے ہیں جن اللہ کا خاص رحم وکرم ہے حالانکہ محب صادق کا منہج وطریقہ تو یہ ہے ک وہ یہ کہتا رہے:

”میں آپ سے محبت کرتا ہوں اور اسمیں کوئی چاپلوسی بھی نہیں بلکہ اسی محبت کا حکم مجھے میرے دین نے دیا اور اس میں کسی قسم کا کوئی تکلف و ریا کاری بھی نہیں ہے۔“

محبت کا اصل تانا بانا:

اے امت مصطفیٰ ﷺ! نبی اکرم ﷺ کہ گہری محبت اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتی جب تک کہ اس محبت کا تانا اتباع واقتداء اور اس کا بانا عمل و پیروی نہ ہو۔” میں جانتا ہوں کہ نبی ﷺ کی محبت ایک عبادت ہے اور قیامت کے دن مسلمان اسی کی بدولت نجات پا جائے گا لیکن یہ محبت نجات تب بنے گی جب محب اپنے محبوب کی راہ پر چلنے اور اسی کے عمل وہدایت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالے۔“

سال بھر میں صرف ایک دن محبت:

مگر افسوس کہ اس امت مسلمہ نے اپنی امیدوں کو بیدار کرنے اور الام وتکالیف کا خاتمہ کرنے والی چیز کو ضائع کردیا، انہوں نے عالی مقام سنت سے ہاتھ دھولئے میں اور اب صرف غلو وتشدد، فخر ومباہات کے لئے نبی ﷺ کو آپ کے مقام سے بڑھا دینا سالانہ قصائد گوئی ونعت خوانی کردینا، قصص وحکایات ٹولے کی زبان اور ہونٹ ایک مہینے (ربیع الاول) کی مخصوص رات (شب ۱۲ ربیع الاول) کو انہی اورم میں مصروف رہتے ہیں اس ٹولے کا خیال یہ ہے کہ شائد نبی ﷺ کے جلال وجمال کو بیان کرنے اور اپنانے کا صرف یہی ایک طریقہ ہے مگر حقیقتا وہ اصل

عمل کی خلاف ورزی کا ارتکاب کرتے ہیں یہ وہ لوگ یا ایسے لوگوں کے قریب تین والے ہیں جو میدان دعوت وتبلیغ میں پہنچنے والی مشکلات پر صبر وثبات اور تحمل و بردباری کا مظاہرہ کرنے سے دور رہنے میں ہی عافیت سمجھتے ہیں جبکہ حب صادق تو یہ ہے:

"وہ محبت جس کا ذکر ہر روز اور ہر شام ہو اور دنیا کے کونے کونے میں اس کا تذکرہ واعلان اور انتقال ہو۔"

بدعات وخرافات سے بالا:

سیرت النبی ﷺ وہ چشمۂ شیریں ہے جو اس سے کہیں بالا ہے کہ اسے جشن میلاد کی بدعتوں سجایا جائے اور سنت سے سب بڑھ کر پیار کرنے والا وہ ہے جو خرافات و بدعات سے اسکا دفاع کرے جو شخص محبت کا دعویٰ کرے اس پر لازم ہے کہ وہ اس پر سچے گواہ بھی پیش کرے ورنہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:﴿فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَئِكَ عِندَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ﴾

"جب یہ گواہ نہیں لا سکے تو اللہ کے نزدیک یہی جھوٹے ہیں۔"(النور:۱۳)

حبّ الٰہی اور اطاعت رسول:

اے کرہ ارض کے مشرق ومغرب میں بسنے والی اور نبی ﷺ سے محبت کرنے والی قوم ونسل مسلم! اپنے نبی ﷺ کے اخلاق وعادات کا زیور زیب تن کرو، آپ کے مناقب وآداب سے آراستہ ہو جاؤ، آپ ﷺ کا طریقہ وسنت اختیار کرلو اور منہج نبوت کو خوب مضبوطی کے ساتھ تھام لو نعمتیں اور غنیمتیں پاؤ گے اور قیادت وسرداری ملے۔"اے مسلمانو! ہادی اعظم ﷺ کی سنت کی طرف لوٹ آؤ اور اسی کے دروس واسباق سے رشد وہدایت پاؤ اور اسی سے علم حاصل کرو۔"

ارشاد الٰہی ہے:﴿وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾

"اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔"(یوسف:۲۱)

﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (31) قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ ۖ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ﴾

"(اے نبی! لوگوں سے) کہہ دیں کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری اتباع و پیروی کرو اللہ بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے، کہہ دیں کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانیں اور اگر تم پھر گئے (نہ مانے تو اللہ بھی کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔"(آل عمران:۳۱-۳۲)

محبت رسول کا تقاضا محبت صحابہ واہل بیت:

اللہ والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور یہ تمہارے علم میں رہنی چاہئے کہ محبت رسول ﷺ کے تقاضوں میں سے ہی یہ بھی ہے کہ آپ کی پاکبازی اور آپ کے نیکوکار صحابہ بشمول مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم سے محبت کی جائے اور نبی اکرم ﷺ کے اہل بیت کے ساتھ دلی پیار رکھا جائے نبی اکرم ﷺ کی پاکباز ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے ماؤں جیسا پیار کیا جائے۔ صحابہ کرام بڑے ہی روشن چہروں والے اور بابرکت لوگ

تھے اوراس امت میں کوئی ایسا نہیں جو ان سے فضیلت و نیکی اور اصابت رائے میں بڑھ کر، وہ تمام انسانوں سے زیادہ صادق الایمان تھے، انکے دل تمام جہانوں سے زیادہ وہ ہدایت یافتہ تھے وہ اللہ کے لئے اپنے پہلوؤں کو بستروں سے دور رکھنے میں سب سے بڑھ کر تھے۔ خیر البریۃ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے ان کی محبت کی حد تو یہ ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کی خاطر اپنی مائیں اور باپ تک فدا کر دیئے اور وہ بلند و بالا درجات و مقامات پا گئے جو صرف نور یقین سے چمکتے لوگوں کا ہی حق ہیں۔ آپ نے وہ بیدار مغز، مومن اور خود دار قوم تیار کی جنہوں نے آپ کی اس شریعت غراء کو یوں مکمل اپنا لیا کہ گویا گھونٹ گھونٹ کر کے وہ اسے پی گئے، اسی بات کا نتیجہ یہ کہ وحی سے پہلے کے عام سے آدمی وحی کو اپنانے کے بعد ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم جیسے تاریخی قد آور انسان سامنے آئے جن میں سے آخر الذکر دونوں سے رحم و قرابت بھی تھی۔ جس نے ان سے محبت کی اور ان کی مدح سرائی کی راہ اپنائی وہ نفاق سے بری ہو گیا اور اس کے دل میں ان کی جتنی محبت و پیروی ہو گی اسی کے حساب سے منازل الایمان نصیب ہونگی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾

"(اے نبی!) جب مومن آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو اللہ ان سے خوش ہو گیا۔" (الفتح:۱۸)

جب اللہ نے خود ان لوگوں کی تعریف بیان کی ہے تو دنیا والوں کی تعریفیں اب اس کے مقابلے میں کیا نسبت رکھتی ہیں۔

صحابہ سے محبت یا نفرت کے نتائج:

ایک صحیح حدیث میں بنی نوع انسان کے سردار ﷺ نے صحابہ کے حق اور ان کی عظیم قدر و منزلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ، مَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللهُ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللهُ۔

"ان سے صرف مومن ہی محبت کرتا ہے اور ان سے صرف منافق ہی بغض و نفرت رکھتا ہے، جو کوئی ان سے بغض و نفرت رکھتا ہے اس سے اللہ بغض و نفرت رکھتا ہے۔"[1]

"یہ ہیں میرے احباب میرے دوست میرے لوگ، میری قوم، میرے بھائی اور میری امت کی کبار شخصیات، جس نے ان پر دست درازی کی، افراء پردازی و زبان درازی کا ارتکاب کیا اس نے ظلم کیا اور ستم ڈھایا اور بہت ہی بڑا گناہ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو اللہ کی قسم صرف اچھے لفظوں سے ہی ذکر کئے جانے کے لائق لوگ تھے۔

جس نے اچھے لفظوں سے انکا تذکرہ نہ کیا وہ سیدھی راہ سے ہٹا ہوا ہے اللہ آپ کا محافظ ہو آخری بات یہ بھی ذہن نشین کر لیں کہ جو شخص کسی چیز سے محبت کرتا ہے اسے ہمیشہ یاد کرتا اور یاد رکھتا ہے اور اسے اپنے دل و جان کا حصہ بنا لیتا ہے لہذا آپ بھی نبی اکرم ﷺ پر بکثرت درود و سلام پڑھتے رہا کریں جیسا کہ کتاب و سنت میں اس کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ (دیکھئے الاحزاب:۵۶، صحیح الجامع:۶۳۵۸-۶۳۵۹)

[1] صحیح مسلم:75۔

برکت وسعادت اور اسباب و ذرائع حصول

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن حمید حفظہ اللہ
۱۳/ ۳/ ۱۴۲۶ھ، ۲۲/ ۴/ ۲۰۰۵ء

یہ دنیا ایک دھوکہ ہے:

لوگو! میں خود کو اور آپ سب کو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت و تاکید کرتا ہوں لہذا اے لوگو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور کہیں آپ کو یہی دنیا کہیں بہکا نہ دے، گھر سے دوری باعث حزن وملال ہے اور اس میں خوش رہنے والا غمزدہ ہے اور اس میں حزن وملال سے بچنا ناممکن ہے ،اس میں دل ہنستے ہیں آنکھیں روتی ہیں اور یہ دنیا دراصل موتوں کا گھر ہے جو شخص اس کی طرف مائل ہو بیٹھا وہ دھوکہ میں مبتلا ہوگیا، اس سے فلاح پانے کا اہتمام صرف انہیں لوگوں نے کیا ہے جو کہ اہل تقویٰ واخلاص ہیں ان کے چپ وروز صلاح و نیکی سے پر رونق ہوتے ہیں، انکی آنکھیں راتوں کو جاگتی (قیام کرتے) ہیں ان کے دل پاکیزہ اور اللہ کے خوف وخشیت سے لبریز ہوتے ہیں اور وہ دنیا و آخرت دونوں جہانوں کے لئے عمل کرتے ہیں۔

دورحاضر میں نعمتوں کا سیلاب:

مسلمانو! ہر مسلمان اور صاحب بصیرت شخص پر فرض ہے کہ وہ تفکر وتدبر اور گہری نگاہ وبصیرت سے کام لے کہ اللہ تعالیٰ نے موجودہ دور میں اتنی نعمتوں کے دروازے کھول رکھے ہیں کہ جنہیں گننا ناممکن ہے، سابقہ زمانوں والے لوگوں کا انکا پتہ بھی نہ تھا اور نہی اسلاف امت کو وہ نعمتیں میسر آئیں اور وہ تمام انعامات آج تعلیم وتعلم، ذرائع ابلاغ و وسائل نشر، طب وعلاج کے شعبوں میں موجود ہیں، اسی طرح وہ کسب مال، صنعت وحرفت، اقتصادیات، نقل وحرکت، مواصلات، تجارت، زراعت اور لباس وزینت غرض زندگی کے ہر میدان اور ہر معاملہ میں پائی گئی ہیں، اس عظیم و وسیع ترقی نے لوگوں کے حالات کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زمین پر وہ اقتدار وحکومت عطا فرمائی ہے جو کہ انکے اسلاف کو حاصل نہ تھی، اللہ تعالیٰ نے مارکیٹیں اور روزیاں کھول دی ہیں اور دنیا بھر کے لوگوں میں باہمی تبادلہ مفادات اور ساری اہل زمین کے لئے منافع وفوائد کی ایکسچینج کا سلسلہ شروع فرمادیا ہے۔

برکت وسعادت کہاں؟

ایک مسلمان جس کے سینے میں زندہ دل دھڑکتا ہے وہ عقلمند اور صاحب بصیرت ہونے کے ساتھ ان لوگوں میں سے ہے جو دل سے متوجہ ہو کر بات کو سنتا ہے وہ پوچھتا ہے کہ برکت کہاں ہے؟ سکون واطمینان کیا ہوئے؟ وہ خوشگوار پاکیزہ زندگی کہاں ہے؟ جس کا وعدہ اس ارشاد الٰہی میں کیا گیا ہے: ﴿مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوۡ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡيِيَنَّهُۥ حَيَوٰةً طَيِّبَةً وَلَنَجۡزِيَنَّهُمۡ أَجۡرَهُم بِأَحۡسَنِ مَا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ﴾

”جو شخص نیک عمل کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہوگا تو ہم اسے (دنیا میں) پاک (وخوشگوار) زندگی سے زندہ رکھیں گے اور

(آخرت میں) ان کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دینگے۔" (النحل:۹۷)

کیا یہ برکت ہے؟

سائنس وایجادات اور انکشافات ومصنوعات کا دائرہ کتنا بھی وسیع کیوں نہ ہوجائے کیا یہ چیزیں سکون واطمینان نفس کا واقعی ذریعہ بنی ہیں؟ کیا یہ سامان آسائش سعادت وخوشدلی لاتا ہے؟ موجودہ دور علم وتیز رفتاری اور صنعت وٹیکنالوجی کا دور تو ہے لیکن کیا یہ فضیلت وشرف کا بھی دور ہے؟ کیا یہ سکون واطمینان کا زمانہ بھی ہے؟ کیا یہ دور برکت کا بھی درو ہے؟

یہ قلق واضطراب:

آج کتنی ہی قومیں ایسی ہیں کہ وہ بہت قوی مالدار ہیں لیکن شقاوت وبدبختی میں مبتلا ہیں، ان کا امن وامان تباہ ہوچکا ہے اسے ہر وقت ٹکڑے ٹکڑے ہوجانے کا دھچکا لگا رہتا ہے، ان پر خلل وعدم استواء کا دور دورہ ہے، قلق واضطراب ان کا مقدر بن چکے ہیں اور اسے ہر وقت تا پود ھکر جانے کا دھڑکا لگا رہتا ہے، قوت ہے مگر خوف دامنگیر ہے، مال واسباب تو بہت ہے مگر رضاوخوشی دستیاب نہیں، ہر چیز کی فراوانی ہے مگر خیر وصلاح کی قلت ہے، انکا حال تو خوشنما ہے مگر مستقبل بالکل تاریک ہے بلکہ شاید آزمائش ہے جس کے بعد سزا کا دور آرہا ہے۔

خوشگوار زندگی کہاں ہے؟

برداران کرام! احباب گرامی! یہ تمام امور اس سوال پر آمادہ کردیتے ہیں کہ برکت کیا ہے؟ اور وہ برکت کہاں ہے؟ اور وہ پاک وخوشگوار زندگی کہاں ہے؟ اللہ تعالیٰ کا قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ﴾

"اگر ان بستیوں والے ایمان لے آئیں اور تقویٰ اختیار کرلیں تو ہم ان پر زمین وآسمان کی برکات (کے دروازے) کھول دیں۔"

(الاعراف:۹۶)

برکت کا معنیٰ ومفہوم:

اللہ کے بندو! برکت کا معنی ہے بڑھنا ترقی واضافہ سعادت وخوشحالی اور ہر خیر وبھلائی میں کثرت، اور ہمارے رب کی برکات سے مراد اس کی خیر وبھلائی کی کثرت، مخلوق پر اسکے احسانات اور اس کی رحمتوں میں وسعت ہے، برکت خیر الٰہی کے فیوض (فیضان)، اور ان کا ثابت ودائم موجود رہنا ہے اہل علم نے لکھا ہے: "جب اللہ کا فضل وکرم اتنا ہے کہ جسا کا شمار ہی ممکن نہیں اور نہ اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور انسان کو وہ فضل واحسان وہاں سے مہیا ہوتا رہتا ہے جہاں سے نہ اسے محسوس ہوتا ہے اور نہ ہی اس طرف کبھی اس کا وہم وگمان جاتا ہے۔ ہر وہ چیز جس میں غیر محسوس انداز سے اضافہ ہوتا جائے اسے کہا جاتا ہے کہ یہ بڑی مبارک چیز ہے یا یہ کہتے ہیں کہ اس میں بہت برکت ہے۔

اصل مصدر برکات:

تمام تر خیر وبھلائی اللہ کی طرف سے ملتی ہے اور اس کی نسبت صرف اس طرف لوٹتی ہے اور صرف اسی کے ہاتھوں میں ہے یہ سارے کا سارا

کمال صرف ہمارے رب سبحانہ وتعالیٰ کا ہے اسی سے ہرطرح کی خیر وبھلائی حاصل ہوتی ہے، ہرطرح کی تمام تعریفیں صرف اسی کے لئے ہیں تمام ترحمدوثناء کا سزاوار بھی صرف وہی اکیلا ہے۔اس کا نام بہت برکت والا ہے اس کے اوصاف ہمہ برکت ہیں اسکے افعال پیکر برکت ہیں اس کی ذات گرامی تمام تر برکات کا مخزن ہے،غرض تمام تر برکت اسی سے حاصل ہوتی ہے اوراس کے ہاتھ میں ہے،اس سے کچھ بھی مانگا جائے اس کے لئے کوئی چیز بھی کوئی بڑی بات نہیں ہے اس کی بکثرت عطاؤں اور لاانتہاء نوازشوں سے اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آتی سارے جہاں کے ہاتھ اس کی طرف پھیلے ہوتے ہیں، ہرکوئی اسی سے مطالبہ کرتا ہے اور ہرکسی کا سوال اسی کی جناب میں ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:﴿يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾

"آسمانوں اورزمین کی ہر چیز اس سے سوال کرتی ہے۔"(الرحمٰن:۲۹)

دوسری جگہ اس نے فرمایا ہے:﴿يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ﴾

"اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں اور وہ جس طرح چاہتا ہے دیتا ہے۔"(المائدہ:٦٤)

اس کا دایاں ہات بھرا ہوا ہے اور شب وروز کا پوری کائنات پر خرچ کرنا بھی اس میں کوئی کمی واقع نہیں کرسکتا۔"

اس کی طرف سے اس دنیا میں خیر وعطاء نیکوں اور بدکاروں سب کے لئے عام ہے،اللہ کے لئے ہی ہرطرح کی تعریفیں ہیں اول وآخر،ظاہر و باطن،اس کے یہ کھلی خیر وبھلائی عطا فرمانے،اس کے فضل وکرم کے عام ہونے اس کی برکتوں کے دائم ہونے اوراس کی ظاہری و پوشیدہ تمام نعمتوں کی فراوانی پر،اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی بکثرت خیر و بزرگی، دائمی جود وسخاء،علوعظمت اور جلال تقدس کے ساتھ بہت ہی برکتوں والا ہے،دنیاوآخرت کی نئ و پرانی تمام نعمتیں وجود وثبوت، دوام وکثرت اور برکت میں سب اسی کے فضل وکرم کا نتیجہ ہے،ہرقسم کی تعریف اس کے لئے ہے اور یہ سب اسی کا فضل واحسان ہے۔

مخلوقات میں برکتیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنی بکثرت مخلوقات میں بھی برکتیں ڈال رکھی ہیں:

(۱)پانی پاک بھی ہے اور برکتوں والا بھی۔

(۲)سحری کھانے میں برکت ہے۔

(۳)اللہ کا گھر برکتوں سے مالا مال ہے۔

(۴)مدینہ طیبہ برکات کا خزینہ ہے۔

(۵)مسجد اقصیٰ کو اللہ نے گنجینۂ برکات بنایا ہے۔

(٦)اس کے ارگرد کی ہر چیز میں بھی برکت فرمائی ہے۔

(۷)قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے برکتوں کا خزانہ بنا کر۔

(۸)برکتوں والی ہی ایک رات (لیلۃ القدر ولیلۃ مبارکۃ) میں نازل فرمایا۔ہر وہ چیز جس کے مبارک ہونے کی کوئی دلیل ہے اسی میں اللہ

تعالیٰ نے ہی برکت فرمائی ہے اور وہ اس کا سبب ہے اور اس میں خیر و برکت ترقی اور اضافہ پایا جاتا ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کے بقول لوگوں میں سے بابرکت وہ شخص ہے کہ جو جہاں بھی جائے وہ لوگوں کے لئے فائدہ مند ثابت ہو۔

(۹) جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ﴿وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ﴾

"اور مجھے اس (اللہ) نے برکتوں والا بنایا ہے، میں چاہئے جہاں بھی ہوں۔" (مریم:۳۱)

(۱۰) اللہ تعالیٰ اشیاء، جانوں، مالوں، اولا، اہل، حالات، زمانوں، اماکن، علوم ومعارف، مشاعر واعمال اور جذبات واحساسات میں برکت ڈالتا ہے۔

(۱۱) زندگی کی طیب و پاکیزہ چیزوں میں بھی برکت ہوتی ہے، برکتیں زندگی کو ترقی دیتیں اور اسے بلند و بالا مقام تک پہنچاتی ہیں، ان کی فراوانی کے ساتھ شقاوت نہیں ہوتی اور نہ ہی ان کی کثرت سے انحلال وانحطاط اور تباہی و ہلاکت رونما ہوتی ہے۔

حصول برکات کے ذرائع:

(۱)(۲) ایمان وتقویٰ:

مسلمانو! جہاں تک حصول برکات کے راستوں، طریقوں ذرائع اور اسباب کا تعلق ہے تو وہ ایمان وتقویٰ، صلاح ونیکی واچھائی، عدل وانصاف، رحم و کرم اور نیکی و احسان ہیں، ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اترتے ہی یہ فرمادیا گیا تھا: ﴿قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ (123) وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا﴾

"اللہ نے فرمایا: اس (جنت) سے تم دونوں نکل جاؤ، تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہوں گے، پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے تو جو شخص میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ شقاوت وتکلیف میں پڑے گا، اور جو میری نصیحت (وذکر) سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی اجیرن (تنگ) ہوجائے گی۔" (طہ:۱۲۳-۱۲۴)

اللہ تعالیٰ نے دوسرے ابو البشر یا آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ﴿قِيلَ يَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِّنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ أُمَمٍ مِّمَّن مَّعَكَ﴾

"حکم ہوا کہ اے نوح! ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ (جو) تم پر اور تمہارے ساتھ کی جماعتوں پر (نازل کی گئی) ہیں اتر آؤ۔" (ھود:۴۸)

(۳) اتباع راہ ہدایت:

ایمان وتقویٰ اور اتباع راہ ہدایت ہیں زمین وآسمان کی برکات کے حصول کی راہ ہے اور اسے رزق فراواں اور خیرات و برکات کی موسلا دھار بارش ہوتی ہے اور اللہ کی طرف سے کیا گیا وعدہ سچا ہے کیونکہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ﴾

"اور اللہ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟" (التوبہ:۱۱۱)

(۴) عقائد واحکام دین:

اللہ کے بندو! دین اسلام اپنے عقائد وشرائع وقوانین واحکام کے ساتھ اسی بات کا متقاضی ہے کہ بندے کو آخرت سے بھی پہلے اس دنیا میں بھی سعادت وخوشحالی حاصل ہو اور یہ چیز بنی نوع بشر کی ابتداء یعنی عہد آدم ونوح دور ابراہیم وموسیٰ اور زمانہ عیسیٰ ومحمد مصطفیٰ علیہم السلام سے لیکر چلی آرہی ہے اور تب تک رہے گی جب تک کہ قیامت نہ آجائے۔ اور اللہ تعالیٰ اس روئے زمین اور اس کی ہر چیز کا اکیلا وارث نہ بن جائے۔ اہل ایمان اس بات کو تسلیم ورضا کے جذبات سے لبریز اور تصدیق کرنے والے قلب مومن کے ساتھ قبول کرتے ہیں اور لمحہ بھر کے لئے بھی ان کے دل میں اس سلسلہ میں کوئی شک وتردد وارد نہیں ہوتا اور نہ اس کے مدلول کے وقوع میں ایک لحظہ کے لئے کوئی شک وشبہ در آتا ہے۔

(۵) صلاح ونیکی:

ایمان وتقویٰ، صلاح ونیکی اور درستگی اور ہدایت وہ وقت دفاع اور ٹپکتی ہوئی طاقت ہیں جو کہ زمین کی آبادکاری اور اس کی تعمیر وترقی کی خدمات سرانجام دیتی ہیں زمین پر حیات انسانی کی ترقی وعروج میں خیرات وبرکات کا باعث بنتی ہیں اور فساد وبگار کے فتوں کا قلع قمع کرتی ہیں اور لوگوں کے پیداواری نیک کاروان مرتب کرتی ہیں اور انہیں اللہ کی عنایت وحمایت، اس کی مدد ونصرت اور اس کی برکات اپنے احاطے میں لئے ہوئے ہوتی ہیں اور وہ ان کی خیر وتوفیق اور عنایت کو عام کرتا ہے۔

صلاح ودرستگی اور ہدایت سے اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کی خیرات وبرکات کے دروازے کھول دیتا ہے، لوگ اپنے اوپر سے نازل ہونے والی اور اپنے نیچے کی زمین سے ملنے والی نعمتوں کو کھاتے اور استعمال میں لاتے ہیں اور یہ لا انتہا وغیر منقطع النظیر مسلسل فیض حاصل رہتا ہے۔

دنیا وآخرت ہر دو کی نعمتیں:

اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والا مومن آخرت گویا نے کے لئے دنیا کو بالکلیہ نہیں تج دیتا، ہرگز نہیں بلکہ وہ اپنے ایمان کی بدولت دونوں زندگیوں کا نفع کماتا ہے اور دنیا وآخرت دونوں کو ہی پالیتا ہے چنانچہ ارشاد الٰہی: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾

"جو شخص دنیا کا ثواب چاہتا ہے تو (یاد رکھو کہ) اللہ تعالیٰ کے پاس تو دنیا وآخرت (دونوں) کا ثواب موجود ہے۔" (النساء:۱۳۴)

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوا خَيْرًا لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ﴾

"جن لوگوں نے بھلائی کی ان کے لئے اس دنیا میں بھلائی ہے اور یقینا آخرت کا گھر تو بہت ہی بہتر ہے، اور کیا ہی خوب اہل تقویٰ (پرہیزگاروں) کا گھر ہے۔" (النحل:۳۰)

ایک جگہ ارشاد ربانی ہے:﴿قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾
"آپ کہہ دیجئے کہ یہ اشیاء اس طور پر کہ قیامت کے روز خالص ہونگی اہل ایمان کے لئے دنیوی زندگی میں بھی اہل ایمان کے لئے بھی ہیں۔"(الاعراف:۳۲)

(۶) اثرات عبادت واطاعت:

مومن کو چاہئے کہ وہ دیکھے اور غور وفکر کرے کہ ایک مسلمان کی زندگی میں بلکہ پوری انسانیت کی زندگی میں دین واطاعت کے کتنے بابرکت آثار مرتب ہوتے ہیں عبادات واطاعتیں حسن اخلاق اور حسن تعامل، یہ تمام امور مومن کے نفس کے تزکیہ وتطہیر، اس کی روح کی بالیدگی وترقی اور اس کے کردار کی تہذیب کے ذرائع ہیں، ان کی بدولت خیرات وبرکات بڑھتی ہیں اور سکون واطمینان نصیب ہوتا ہے۔

(۷) سچ کی برکت اور جھوٹ کی نحوست:

نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث پر ذرا غور کر کے دیکھیں جو کہ دو خرید وفروخت کرنے والوں کے بارے میں ہے چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں:
الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا۔
"دو باہم خرید وفروخت کرنے والے اس وقت تک اس اختیار (قبول ورد بیع) کے مالک ہیں جب تک وہ دونوں ایک دوسرے سے الگ نہ ہوجائیں۔ اسے گروہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ صدق وسچائی سے کام لیں اور (اپنے مال کے عیب ونقص کو) واضح طور پر بیان کردیں تو ان کے اس سودے میں برکت دی جائیگی اور اگر وہ جھوٹ بولیں گے اور (عیب کو) چھپائیں گے تو ان کے اس سودے کی برکت ختم کردی جائے گی۔"[1] (صحیح بخاری عن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ)

بیچنے والا اپنے سامان کے بارے میں سچ کہے اس کی صفات اور قیمت کی مقدار میں سچا رہے، اسی طرح خریدار کی صفات اور قیمت کی مقدار میں سچا رہے، اسی طرح خریدار ادائیگی میں وفاء کا پاس کرے اور صحیح وسالم طور پر قیمت ادا کرے۔ اسی حدیث سے اس بات کی پتہ چلتا ہے کہ دنیا کا حصول اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک طالب دنیا عمل صالح کا پابند نہ ہو۔ اس کے برعکس گناہوں نافرمانیوں کی نحوست دنیا وآخرت کی خیر وبرکت کو اڑا لے جاتی ہے، اے مسلمان! یہ بات ایک دوسری حدیث سے ظاہر ہوتی ہے اور یقینی کیفیت اختیار کرجاتی ہے وہ حدیث جس میں کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: الْحَلِفُ مَنْفَقَةٌ لِلسِّلْعَةِ، مَمْحَقَةٌ لِلْبَرَكَةِ
"وہ قسم جسے کھا کر کوئی شخص اپنا سامان بیچے وہ قسم اس سودے کے منافع کی برکت کو مٹا دیتی ہے۔"[2] (صحیح بخاری عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

(۸) صدقات کی برکات اور سود کی نحوست:

اللہ آپ پر رحم فرمائے اس کا مقارنہ وموازنہ اس چیز سے کریں کہ سود کے ساتھ اللہ تعالیٰ پیسے کی برکت کو مٹا دیتا ہے اور صدقات کی بدولت اس میں برکت واضافہ فرماتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ رِبًا لِيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِنْدَ اللَّهِ

[1] صحیح بخاری:2110۔
[2] صحیح بخاری:2087۔

﴿وَمَا آتَيْتُم مِّن زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ﴾

”تم جوسود پر دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں بڑھتا رہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں بڑھتا اور جو کچھ صدقہ زکاۃ تم اللہ تعالیٰ کی رضاء وخوشنودی کے لئے دو تو ایسے لوگ ہی ہیں جو (اپنا مال وثواب) دو چیز کرنے والے ہیں۔“(الروم:۳۹)

دوسرے مقام پر اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ﴾

”اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقہ کو بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے اور گناہگار سے محبت نہیں کرتا۔“(البقرۃ:۲۷۶)

امام تفسیر مقاتل بن حیان کہتے ہیں: ”جو سود سے ہو اور اگر چہ بظاہر وہ بڑھ جاتا ہے اور بہت وافر ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا مالک خوشی سے پھولے نہیں سمارہا ہوتا مگر اللہ اسے مٹاتا ہے، چنانچہ حسن درجہ کی ایک مرفوع حدیث میں (ارشاد نبوی ﷺ) ہے: مَا أَحَدٌ أَكْثَرَ مِنَ الرِّبَا إِلَّا كَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهِ إِلَى قِلَّةٍ

”سود اگر چہ (بظاہر) بہت زیادہ ہو جائے مگر انجام کار وہ گھٹ جاتا ہے۔“[1](ابن ماجہ)

یہ تمام خلاف ورزیاں اور نافرمانیاں معاملات وکاروبار کی برکت کو مٹا کر رکھ دیتی ہیں اگر چہ بظاہر وتعداد اور مقدار میں بہت زیادہ اور بکثرت نظر آتے ہیں برکت کا خاتمہ بالآخر اس بکثرت مال وکاروبا کو کم مقدار اور قلیل تعداد کر دیتا ہے اور نفع کی قلت وفائدہ کمی میں بدل دیتا ہے اور آخرت میں اجر وثواب کی کمی کی تو بات ہی نہ کریں (کیونکہ الٹا گناہ ہونے کا)

(۹) مال حلال کی برکات:

اللہ کے بندو! تقویٰ اور نیکی اور اطاعت وعبادت کے ساتھ حاصل کی گئی دولت آدمی کو بدنی اور نفسیاتی طور پر صحت بخشتی ہے، مادی وبدنی راحت مہیا کرتی ہے برکت اور سکون واطمینان پیدا کرتی ہے اور اس شخص کے لئے اس دنیا وآخرت کی خیر وبرکت کے وہ خزانے محفوظ کرتی ہے جو کہ اس کے سوا کسی دوسرے کے لئے نہیں ہو سکتے۔

رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا هَمَّهُ فَرَّقَ اللهُ عَلَيْهِ أَمْرَهُ، وَجَعَلَ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ، وَلَمْ يَأْتِهِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا مَا كُتِبَ لَهُ، وَمَنْ كَانَتِ الْآخِرَةُ نِيَّتَهُ جَمَعَ اللهُ لَهُ أَمْرَهُ، وَجَعَلَ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ، وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ.

”جس شخص کی تمام سوچ صرف دنیا جمع کرنے کے گرد ہی مرکوز ہو جائے اللہ اس کے امور اجتماعیہ کو دیکھتا اور اس کی دلجمعی کا خاتمہ کر دیتا ہے اس کا فقر وناداری اس کی آنکھوں کے سامنے رکھ دیتا ہے اور اسے دنیا سے صرف ہی ملے گا جو کہ اس کے لئے لکھا جا چکا ہے اور جس شخص کی تمام تر سوچیں ہی آخرت کمانے پر مرکوز ہو جائیں اللہ اس کے امور میں اجتماع ودلجمعی پیدا کر دیتا ہے اور اس کے دل میں تونگری بھر دیتا ہے اور اسے دنیا بھر کی دولتیں عطا کر دیتا ہے جبکہ دنیا اسے پسند نہیں کرتی۔[2](ابن ماجہ)

[1] ابن ماجہ:2279۔

[2] ابن ماجہ:4105۔

ایمان ونیکی کے اثرات:

اس بات کے بکثرت شواہد موجود ہیں کہ ایمان اور نیکی واچھائی انسان کے اثرات کے دل اور اس کی زندگی پر زمان ومکاں میں اور خانہ و اہل خانہ میں برکات نازل کردیتے ہیں، اس میں کسی بھی کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں کہ تقویٰ و پرہیزگاری والا چال چلن انسان پر رضاء وخوشی، قناعت وکفایت شعاری، برکتوں اور سعادتوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔ پس وہ طے شدہ قاعدہ جس میں کسی اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہے وہ یہ ہے کہ دین حق ایمان صحیح اور عمل صالح دنیا بھر کی سعادتوں اور برکات کا سبب ہے۔

شکران نعمت وبرکت:

اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ جب اپنی رحمتوں اور برکتوں کے دروازے کھولتا ہے تو اس کا ان پر اثر ہوتا ہے ک اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اس سے راضی ہوجاتے ہیں اور اس کے فضل وکرم پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں اور وہ اس کی نعمتوں کو اس کی رضاء وخوشی کے راستوں اور راہ خیر میں صرف کرتے ہیں۔

وہ انہیں شر وبرائی کی راہوں میں نہیں لگاتے وہ انہیں بندوں اور ملک وزمین کی اصلاح پر خرچ کرتے ہیں ان کے فساد وبگاڑ پر انہیں اورا ن کے اس عمل و انداز کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان نعمتوں میں مزید اضافہ اور برکات نازل ہوتی ہیں، نفوس میں امن و امان جنم لیتے ہیں دلوں میں اطمینان واستقرار آتا ہے، املاک میں نفع وفائدہ پہنچتا ہے اور آخرت کا ثواب تو بہت ہی اچھا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾

"جنہوں نے میری ہدایت کی پیروی کی انہیں نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمناک ہونگے۔" (البقرۃ:۳۸)

سنت وقانون الٰہی:

اپنے بندوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ نظام وقانون ہے کہ وہ انہیں ایمان لانے کے بدلے میں امن وامان سے مالا مال کردیتا ہے اور کفران نعمت کے عوض میں انہیں خوف وہراس اور بدامنی کا سامنا کرنے پر مجبور کردیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ﴾

"جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے مخلوط نہیں کیا، ان کے لئے امن (وجمعیت خاطر) ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔" (الانعام:۸۲)

ایمان وعقیدہ راسخہ:

اس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں کہ ایمان وشرافت زندگی برکت، امن واستقرار اور سکون واطمینان ہے، ایمان راسخ دلوں پر تیز روشنی کے ساتھ چمکتا ہے اور دلوں کی گہرائیوں میں اپنا راستہ بنالیتا ہے، گہرا ایمان اور عقیدہ راسخہ روح ومادہ حق وعزت علم ودین اور دنیا وآخرت سب کے لئے اپنے اندر وسعتیں رکھتا ہے۔

ارشادِ ربّ کائنات ہے: ﴿وَعْدَ اللَّهِ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ وَعْدَهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (6) يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَافِلُونَ (7) أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنفُسِهِم مَّا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ لَكَافِرُونَ﴾

"اللہ کا وعدہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کا خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے [6] وہ تو (صرف) دنیوی زندگی کے ظاہر کو (ہی) جانتے ہیں اور آخرت سے تو بالکل ہی بے خبر ہیں [7] کیا ان لوگوں نے اپنے دل میں یہ غور نہیں کیا؟ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے سب کو بہترین قرینے سے مقرر وقت تک کے لئے (ہی) پیدا کیا ہے، ہاں اکثر لوگ یقیناً اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں" (الروم:٦-٨)

ناسمجھ و نوخیز نوجوانوں کا گمراہ ٹولہ:

لوگو! اس موجودہ دور کے علوم و معارف اس کی ایمانیات اور اس کے انحرافات کے بارے میں تدبر و تامل کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ بعض گھٹیا قسم کے دھوکے بازوں، گمراہی کے کل پرزوں اور کجی کے بیوپاریوں کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے اگرچہ ان کا شمار و نسبت اسلام، اہل اسلام اور بلاد اسلامیہ کی طرف ہی ہوتی ہے، وہ قلق و اضطراب پریشانی و سرکشی، ذہنی آوارگی و فرار اور دہشت گردی کی زندگی جی رہے ہیں ایسے ہی لوگوں کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَن يُرِدْ أَن يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ﴾

"اور جس کو بے راہ رکھنا چاہے اس کے سینہ کو بہت تنگ کر دیتا ہے جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہے" (الانعام:١٢٥)

یہ گمراہ ٹولہ ہے یہ ناسمجھ اور نوخیز ہیں، علمی بے بضاعتی و تہی دستی اس پر مستزاد ہے۔ انہوں نے خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لیا ہے، اپنے ملکوں میں فساد و بگاڑ پیدا کرنے کے درپے ہیں اور انہوں نے اپنے ان غلط کرتوتوں کے نتیجے میں دشمنوں کو تسلط کی راہ دی ہے۔ پرامن شہریوں کو ہراساں کیا ہے اور گھات لگائے بیٹھے لوگوں اور بیمار دلوں والوں کے سامنے زبان درازی کی راہیں کھول دی ہیں۔

یہ کیا چاہتے ہیں:

ان کا برا ہو۔ کیا یہ امت کو ان تباہیوں کی طرف دھکیل لے جانا چاہتے ہیں جو کہ دین کا سر مونڈھ کر رکھ دینے والی ہیں، امن و امان کو تہہ و بالا کر دیتی ہیں لاقانونیت و انارکو جنم دیتی ہیں۔ جانوں کو مٹاتی ہیں، خیراتی اداروں کو معطل کرتی ہیں اور اصلاح کے کارواں کی راہ میں روڑے اٹکاتی اور دین کی عزت و بالادستی کو نقصان پہنچاتی ہیں؟ کیا یہ چاہتے ہیں کہ آزاد لوگ ذلیل و رسوا ہوں، عزت و آبرو پر حرف آئے اور لوگ اپنے ملکوں سے نکل جائیں؟ کیا یہ چاہتے ہیں کہ قتل و غارت عام ہو جائے، حالات بگڑ جائیں اور حرمتوں کا تقدس پامال ہو جائے؟ لوگ الگ الگ افراد کو اپنا والی امر ماننے لگیں اور ان کا مرجع بھی الگ الگ ہو جائے؟ حتیٰ کہ زندہ لوگ مردوں پر رشک کرنے لگیں جیسا کہ آج بعض ان ملکوں کی حالت ہو چکی ہے جہاں لاقانونیت و انارکی پھیل چکی ہے اور جنہیں دشمن چیر پھاڑ ایسے رکھ دیا ہوا ہے؟

کیا یہ لوگ ایسے فتنوں اور فسادات کی آگ بھڑکانا چاہتے ہیں جس کا ایندھن انسان، مال و دولت اور اناج و پھل ہوا کرتے ہیں اور ان کا نتیجہ دن کی کمی، خون و بھوک کی کثرت اور اختلافات و تفرقہ ہوا کرتا ہے۔

ان کے خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوں گے:

لیکن وہ لوگ نوٹ کرلیں کہ اللہ کے فضل وکرم سے ان کے یہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوسکیں گے۔اہل علم وایمان،معاشرے کے سپوت اور قائدین امت ان مٹھی بھر کے کج فطرت لوگوں کو اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دینگے کہ وہ ٹولہ امت کی ڈگر کو بدل سکے یا انکے دین وعقیدہ اور مسلمہ قواعد اصولوں میں تشکیل پیدا کرے یا پھٹ ان کی وحدت اور ایجادات و پیداوار میں کمی کرسکے،اور یہ بات اللہ کے فضل وکرم سے روش روشن کی طرح واضح ہوگئی ہے کہ تمام طبقات نے پانے قائدین کے ساتھ مل کر جو مضبوط موقف اختیار کیا ہے اس نے ان کی ایک نہیں چلنے دی اور اس احمقانہ وقبیح حرکت بگاڑ لانے والے انحراف اور گمراہی وگناہ پر مشتمل اس مجرمانہ فعل کو کامیاب نہیں ہونے دیا۔

نکیر وانکشاف میں تعاون باہمی:

پوری امت نے اپنے قائدین وعمائدین کے ساتھ مل کر ان کے اس فعل پر نکیر ومذمت کی ہے اور اس سلسلہ میں ان کے کسی بہانے یا دلیل کو قبول نہیں کیا اور ان تشدد پسند دہشت گردوں کا انکشاف کرنے،ان کی سازشوں کا راز فاش کرنے ان کے ٹھکانوں کی مخبری کرنے اور ان سے اور ان کے افعال سے اعلان براءت کرنے میں خوب باہمی تعاون کیا ہے ہم سب الہ کے فضل وکرم سے اور اس کی مدد وتائید سے عقیدۂ اسلامیہ کے نگران اپنے مما لک کے پاسبان،دین پر غز کھانے والے غیور اور حرمتوں کے تقدس کی رکھوالی کرنے والے ہیں۔

پاسبانان امن وامان:

ان پاسبانوں میں سے صف اول کے لوگ ہمارے وہ بھائی اور بیٹے ہیں جو کہ امن وامان کے محافظ،اہل شجاعت سپوت،معرکے سر کرنے والے ہیروز اور بڑے جاندار موقف اختیار کرنے والے ہیں اور یہ سب باہم اخلاص وجانثاری،پختگی ولیاقت اور حکمت ودانائی کے ساتھ نہایت قوی ومضبوط اقدامات کرتے ہیں۔

سعادت یا شہادت:

کیونکہ وہ اس بات پر مطمئن ہیں کہ وہ حق وہدایت پر ہیں ان میں سے جو زندہ رہے گا وہ سعادت وخوشی کی زندگی گزارے گا اور اگر کوئی اس راہ میں کام آجاتا ہے تو اس کی موت شہادت کی موت شمار ہوگی وہ جو بھی قدم اٹھاتے ہیں اللہ کی راہ میں ہوتا ہے اور ان کا ہر عمل اپنے مما لک کی حمایت ونگرانی کے لئے سرانجام پاتا ہے۔اور وہ اللہ کے اس ارشاد کا معنی ومفہوم سمجھتے ہیں: ﴿ وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِن دِيَارِنَا وَأَبْنَائِنَا ﴾

"بھلا ہم اللہ کی راہ میں جہاد کیوں نہ کریں گے؟ ہم تو اپنے گھروں سے اجاڑے گئے ہیں اور بچوں سے دور کردیئے گئے ہیں۔"(البقرۃ: ۲۴۶)

سرمایہ افتخار:

اپنے ملک ووطن کے لئے جنگ کرنا اور ان کے تحفظ ودفاع کی لڑائی لڑنا قتال وجہاد فی سبیل اللہ ہوتا ہے۔امن وامان کے پاسبان اپنے

کارناموں، بیداری و بہادری اور حکمت و دانائی کے بل بوتے پر اللہ کے فضل و کرم سے اس ملک کو معزز و مکرم اور محفوظ رکھیں گے یہ پاسبانان امن و امان قوت کا سر چشمہ اور باعث فخر و عزت و سرمایۂ افتخار و اعتذار ہیں بلکہ وہ اللہ کے فضل کو کرم سے اس دارالسلام کی حمایت وتحفظ اور امن و امان کا سیفٹی والا ہیں، یہ ملک جوکہ حرمین شریفین والا ملک اور مسلمانوں کے مقامات مقدس کا گہوارہ ہے، وہ امن و ماان بحال رکھنے والے سپوت اس کے تحفظ و استقرار کے بجا طور پر اہل ہیں وہ اللہ کے فضل و کرم سے اور اس کی مدد و توفیق کے ساتھ دین و ملک، حامی و محافظ اور مہبط وحی کے نگران و پاسبان ہیں اور وہ سروں کا تاج دلی اطمینان کا سر چشمہ بنے رہیں گے اللہ ان پر احسان فرمائے ان کے اعمال میں برکت ڈالے اور انہیں اس دنیا میں اجر و ثواب دے اور آخرت کا ثواب تو بہت ہی اچھا اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

عفو درگزر اور معافی تلافی سرچشمہ عزوشرف اور اس کی وسعتیں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ سعود الشریم حفظہ اللہ
۲۰/۳/۱۴۲۶ھ،۲۹/۴/۲۰۰۵ء

سب سے سچی بات اللہ کی کتاب قرآن کریم اور بہترین طریقہ حضرت محمد ﷺ کی سنت ہے بدترین امور دین میں داخل کی گئی نئی ایجادات ہیں اور ایسی ہر ایجاد نو بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے، اللہ کے بندو! خبردار ہو جاؤ اور اللہ تعالی سے ڈرتے رہو اور یہ بات آپ کے علم میں ہونی چاہیئے کہ یہ دنیا محض عارضی متاع اور فانی چیز ہے اور آخرت کی زندگی ہی دراصل دائمی قرارگاہ ہے لہٰذا حسب ارشاد الٰہی: ﴿قُل لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾
”آپ فرما دیجیئے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں گو آپ کو ناپاک کی کثرت بھلی لگتی ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اے عقل مندو! تا کہ تم کامیاب ہو۔“ (المائدہ:۱۰۰)

صفات مومن:

لوگو! آدمی کے سینے کا دھوکہ دہی وفریب کاری سے پاک ہونا، ذاتی تسلط و غلبے کی خواہش سے نفس کا بری ہونا اور اپنی خواہشات کی تسکین کے داعیوں سے دل کا خالی ہونا ایک نیک وصالح، متواضع اور نرم دل مومن کی صفت ہے اس کے دل میں دوسروں سے حسد وبغض اور نفرت کے لئے کوئی جگہ نہیں ہوتی وہ اپنے حقوق پر دوسروں کے حقوق ومفادات کو ترجیح دیتا ہے اور اس بات کو بخوبی سمجھتا ہے کہ یہ زندگی محض ایک گزرگاہ اور مقام عبور ہے یہ قرارگاہ نہ وہ تو پھر اس دنیا کا کوئی ہدف ومقصد ہی نہیں رہ جاتا۔ بلکہ اس روئے زمین پر انسان کی زندگی کا کوئی معنی ہی نہیں رہ جاتا اگر وہ اپنے دل میں خود پسدنی کا جذبہ چھپائے رکھے، سخت گیر وسخت خوا اور تند مزاج وسخت کلام ہو اور موقع بموقع اس سے ایسے افعال سرزد ہوتے رہیں جو اس کی قساوت قلبی وسنگدلی اور تنگدلی کا پتہ دیتے ہوں۔

سرچشمہ عزت کی تلاش:

کتنے لوگ ایسے ہیں جو کہ عزوشرف کے سرچشمے اور راستے ڈھونڈتے اور ان کی تلاش میں دائیں بائیں مارے مارے پھرتے ہیں اور ان کے حصول کے لئے چاہیئے کچھ بھی ہو کیوں نہ کرنا پڑے اس کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے اور ان سے تعلق پیدا کرنے کی بھاگ دوڑ میں لگے رہتے ہیں حالانکہ وہ بکثرت اور کئی اقسام کے ہیں لیکن عزوشرف کے حصول ایک۔ بہت ہی بڑا اور اہم سرچشمہ اکثر لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہ جاتا ہے اور وہ اس سے غافل رہ جاتے ہیں حالانکہ وہ بہت سہل الحصول میں ہے اور اس تک پہنچنے میں کوئی ہنگ پھٹکڑی بھی نہیں لگتی، نہ کوئی بھاگ دوڑ اور نہ پیادے یا سوار لیکن اسکی چابی قوت ارادہ کا ایک وافر حصہ چاہتی ہے اسی طرح اپنی خواہشات کی تسکین کے مطالبے پر اپنے نفس کی مذمت چاہتی ہے، اور اسکے تمام حقوق کی تکمیل کا مطالبتہ کرتی ہے، یہ چابی دراصل دل کو اپنے ذاتی جذبات وخواہشات کے حصول اور صرف لیتے ہی جانے کی محبت اور کسی کو کچھ نہ دینے کی عادت سے پاک کرنے میں مضمر ہے، اگر یہ اتنا سا کام کرلیں تو انسان وہ تمام تر عزوشرف پاسکتا ہے اور اس کے لئے ”عفو درگزر اور معافی تلافی“ کے دروازے میں داخل ہونا اور لوگوں کی زیادتیوں کے بخشنے کی

عادت ڈالنا ہوگا۔

صاحب عزوشرف:

طیب نفسی وخوشدلی، دوسروں کے بارے میں حسن ظن، ان کی طف سے عذر معذرت کو قبول کرنا اور انکی غلطی کو معاف کر دینا، لوگوں کی زیادتیوں پر غصہ آئے تو اسے پی جانا اور لوگوں سے عفو درگزر کا معاملہ کرنا یہ تمام وہ اخلاق صاف حمیدہ اور عادات عالیہ ہیں کہ اسلام نے ان تمام کی خوب ترغیب دلائی گئی ہے اور مسلمانوں کی ایک دوسرے سے معاملہ کرتے وقت انہیں اپنانے کی تاکید ہے۔ جو شخص ان عادات و اطوار کا مالک ہوگا، وہ بجا طور پر عزوشرف اور رفعت و بلندی کا مستحق ہوگا کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ، وَمَا زَادَ اللهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ۔

"صدقہ مال کو کم نہیں کرتا اور عفو و درگزر کی عادت سے اللہ تعالیٰ اس بندے کی عزت و شان میں اضافہ فرماتا ہے اور جو شخص اللہ کے لئے تواضع فروتنی اختیار کرتا ہے اسے اللہ بلند کرتا ہے۔"[1] (صحیح مسلم)

مسند احمد میں اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ما من عبد ظلم بمظلمة، فيغضي عنها لله عزَّ وجلَّ إلا أعزَّ الله بها نصره.

"جس شخص پر کوئی ظلم کیا گیا ہو اور وہ محض اللہ کی خاطر اس سے چشم پوشی کر جائے تو اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھاتا اور اسے غلبہ ونصرت عطا فرماتا ہے۔"[2] (مسند احمد)

وعدۂ الٰہی:

اے عزت وشان کے طلبگار! یہ ہے اصل عزت وشان اور رفعت و بلندی کے خواہشمند! یہ ہے حقیقی رفعت و بلندی یہ دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں ملنے والی عزت و رفعت ہے، کیوں نہ ہو جبکہ ان صفات سے متصف لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء کا وعدہ کر رکھا ہے ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾

"اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ جو لوگ آسانی میں سختی کے موقع پر بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ ان نیک کاروں سے محبت کرتا ہے۔" (آل عمران: ۱۳۳-۱۳۴)

عام احسان وحب الٰہی:

اللہ کے بندو! الکاظمین الغیظ (غصہ پی جانے والے لوگ) وہ ہیں جو لوگوں پر اپنا غصہ نہیں نکالتے بلکہ ان سے اپنے شر کو دور رکھتے ہیں اور اس پر اللہ کی طرف سے اجر وثواب کی امید رکھتے ہیں

---

[1] صحیح مسلم: 2588۔

[2] مسند احمد: 2/436۔

۔جبکہ العافین عن الناس (لوگوں کے قصور معاف کردینے والے لوگ) وہ ہیں جو ان لوگوں کو معاف کردتے ہیں جنھوں نے خود ذاتی طور پر انہیں تکلیف دی اور ان پر ظلم کیا ہو۔انکے دلوں میں کسی کے خلاف کوئی غضب وغصہ نہیں رہتا،جس شخص کی یہ عادت واخلاق ہو اسے اللہ کی محبت کی بشارت ہو کیونکہ ایسا شخص مقامات احسان ونیکو کاری میں سے ایک مقام پر پہنچ چکا ہوتا ہے جس پر فائز لوگوں کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾

"جولوگ آسانی میں سختی کے موقع پر بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں،غصہ پینے والے اورلوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں،اللہ تعالیٰ ان نیک کاروں سے محبت کرتا ہے۔" (آل عمران:۱۳۴)

خبردار ہوجائیں اور یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ جوشخص نیکی واحسان کی عادت اپنا لیتا ہے اللہ اس سے محبت کرنے لگتا ہے اور جسے اللہ محبت کرنے لگے اسے اللہ بخش دیتا اور اس پر رحم وکرم فرمادیتا ہے۔کیونکہ ارشادالہی ہے: ﴿وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ﴾

"اور دنیا میں اس کے بعد کہ اس کی درستی کردی گئی ہے،فسادمت پھیلاؤ اورتم اللہ کی عبادت کرو اس سے ڈرتے ہوئے اور امیدوار رہتے ہوئے۔بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک کام کرنے والوں کے نزدیک ہے" (الاعراف:۵۶)

اپنے حق سے دست برداری:

اللہ والو!عفوودرگزر کرنا نیک وپاک لوگوں صالحین،حالم وبردباری کی عادت سے مزین راضی بہ قضاء دل کے مالک لوگوں کا شعار ہے کیونکہ اپنے حق سے دست بردار ہوجانا اس دنیا کے مفاد پر آخرت کی بھلائیوں کو ترجیح دینا ہے اس سے پاکیزہ اخلاق وتقویٰ کی روح عام ہوتی ہے جو کہ دوسروں کے دلوں میں بڑی تیزی وقوت کے ساتھ اثر انداز ہوتی ہے اور پھر وہ لوگ اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں پاتے کہ جس شخص کے اخلاق وعادات اور طور اطوار میں یہ صفات پائی جائیں اس کی عزت وتوقیر اور احترام واکرام کریں۔

اصل طاقت وقوت:

دوسروں کو معاف کردینا کوئی معمولی کام نہیں ہے کیونکہ دل میں حصول حق اور بدلہ لینے کا ایک داعیہ پایا جاتا ہے اور اس پر صرف اسی صورت میں غلبہ پایا جاسکتا ہے جب آدمی اپنے لئے انتقام و بدلہ لینے کی خواہش اور جیتنے کے جذبے پر قابو پالیا جائے،اور یہ صرف انہیں لوگوں کے لئے ممکن ہے جو بہت ہی قوی وطاقتور ہوں،اپنی خواہشات نفس کی تکمیل وتسکین کی بجائے ان کی نافرمانی کریں اوردلی مرغوبات کی حوصلہ شکنی کریں اگرچہ انہیں یہ حق شرعاً حاصل ہوکہ وہ حاصل کرسکیں یا اپنا سکیں کیونکہ ارشاد الہی ہے: ﴿ وَلَمَنِ انتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَٰئِكَ مَا عَلَيْهِم مِّن سَبِيلٍ﴾

"اور جو شخص اپنے مظلوم ہونے کے بعد (برابرکا) بدلہ لے لے تو ایسے لوگوں پر (الزام کا) کوئی راستہ نہیں۔" (الشوریٰ:۴۱)

لیکن اپنے حق سے دست برداری اور انتقام و بدلہ لینے سے اپنے آپ کو روک لینا،یہ مالوف ومرغوب چیز کو ترک کردینے کی طاقت اور

خلاف عادت امور کو اپنا لینے کے جذبے کی قوی دلیل ہے، یہی وہ نقطہ ہے جہاں ان صفاف کا مالک آدمی عوام الناس سے ممتاز و نمایاں ہو جاتا ہے اور یہی وہ طاقت وقوت (پہلوانی) ہے جس کی تعریف کی گئی ہے اور جسے سراہا گیا ہے اور اس صفت کے مالک شخص سے مراد ایسی صفت والا وہ آدمی ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھ سکے جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں نبی اکرم ﷺ کی حدیث معروف ہے۔لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ، إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ[1] (بخاری و مسلم)

جبکہ مسند احمد میں ارشاد نبوی ہے: مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ يَسْتَطِيعُ أَنْ يُنْفِذَهُ دَعَاهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ حَتَّى يُخَيِّرَهُ فِي أَيِّ الْحُورِ شَاءَ۔

”جس نے اپنے غصے پر قابو پالیا جبکہ وہ اپنا بدلہ لینے (غصے کو نافذ کرنے) کی طاقت رکھتا ہے اسے (قیامت کے دن) تمام مخلوق کے سامنے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ (اس کے بدلے میں) جو حور چاہو منتخب کرلو۔“[2] (ترمذی)

دائرہ عفو کی وسعتیں:

مسلمانو! ہماری روشن شریعت اسلامیہ نے جب مسلمانوں کو عفو و درگزر اور معافی تلافی کے اخلاق و اوصاف کو اپنانے کی ترغیب دلائی تو اس ترغیب کو ایک بند دائرے اور تنگ محدود پیمانے تک نہیں رکھا بلکہ اتنے وسیع پیمانے پر اس کی ترغیب دلائی کہ عام و خاص لوگوں کے باہمی تعلقات و معاملات کے بکثرت پہلوؤں کو شامل اور کثیر شعبوں پر حاوی ہو جائے۔

(۱) قائدین وحکام کو ترغیب:

چنانچہ شارع حکیم کی طرف سے قیادت کبریٰ حکام و امراء، ملوک و سلاطین اور بڑے بڑے مناصب وعہدہ والوں کو بھی ترغیب دلائی گئی تاکہ قائدین و عمائدین مملکت بھی عفو و درگزر و معافی تلافی کی صفات سے متصف ہو جائیں جو کہ ایک کامیاب قائد و حاکم کی واضح علامات میں سے ایک اہم علامت و نشانی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو اس کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ﴾

”اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپ ان پر نرم دل ہیں اور اگر آپ بدزبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے، سو آپ ان سے درگزر کریں اور ان کے لئے استغفار کریں اور کام کا مشورہ ان سے کیا کریں، پھر جب آپ کا پختہ ارادہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“ (آل عمران:۱۵۹)

(۲) اہل قصاص ودیت کے لئے:

محض چھوٹے موٹے معاملات و مسائل تک ہی نہیں رہی بلکہ اس کا دائرہ کو قتل وخون اور قصاص و دیت تک وسعت اختیار کر گیا ہے چنانچہ

---

[1] صحیح مسلم:2609۔
[2] ترمذی:2021۔

ارشادِ الٰہی ہے: ﴿فَمَنۡ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ﴾

"جو شخص بدلہ (قصاص ودیت) معاف کردے وہ اس کے لئے (گناہوں کا) کفارہ ہوجائے گا۔" (المائدہ:۴۵)

(۳) حق مہر میں:

اسی طرح معافی تلافی اور عفو درگزر میاں بیوی کے باہمی معاملات کی حدوں تک جا پہنچے کہ اگر کسی نے رخصتی وخلوت صحیحہ حاصل ہونے سے پہلے ہی طلاق دے دی ہو تو اس کے لئے حق مہر کی ادائیگی کا مسئلہ کیسے حل ہوگا؟ اس کے بارے میں معافی تلافی اور عفو درگزر کی تعلیم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَإِنۡ طَلَّقۡتُمُوهُنَّ مِنۡ قَبۡلِ أَنۡ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدۡ فَرَضۡتُمۡ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصۡفُ مَا فَرَضۡتُمۡ إِلَّا أَنۡ يَعۡفُونَ أَوۡ يَعۡفُوَ الَّذِي بِيَدِهٖ عُقۡدَةُ النِّكَاحِ وَأَنۡ تَعۡفُوا أَقۡرَبُ لِلتَّقۡوَىٰ وَلَا تَنۡسَوُا الۡفَضۡلَ بَيۡنَكُمۡ إِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعۡمَلُونَ بَصِيرٌ﴾

"اور اگر تم عورتوں کو اس سے پہلے طلاق دے دو کہ تم نے انہیں ہاتھ لگایا ہو اور تم نے ان کا مہر بھی مقرر کردیا ہو تو مقررہ مہر کا آدھا مہر دے دو، یہ اور بات ہے کہ وہ خود معاف کردیں یا وہ شخص معاف کردے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے تمہارا معاف کردینا تقویٰ سے بہت نزدیک ہے اور آپس کی فضیلت اور بزرگی کو فراموش نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔" (البقرۃ:۲۳۷)

(۴) خرید وفروخت اور لین دین میں:

اس عفو درگزر اور معافی تلافی حد ہی اتنی آگے تک چلی گئی ہیں کہ انہوں نے لوگوں کی باہم خرید وفروخت اور لین دین کے امور ومعاملات کو بھی اپنے اندر شامل کرلیا ہے چنانچہ نبی اکرم ﷺ ارشاد فرمایا ہے: مَنۡ أَقَالَ مُسۡلِمًا أَقَالَهُ اللّٰهُ عَثۡرَتَهُ۔

"جس نے کسی مسلمان کو سودے سے آزاد کرایا (بیع فسخ کرکے اس کے لئے آسانی کی) اللہ اس کے گناہ معاف کردے گا۔"[1] (ابوداوَد، ابن ماجہ)

ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے: كَانَ تَاجِرٌ يُدَايِنُ النَّاسَ، فَإِذَا رَأَى مُعۡسِرًا قَالَ لِفِتۡيَانِهٖ: تَجَاوَزُوا عَنۡهُ، لَعَلَّ اللّٰهَ أَنۡ يَتَجَاوَزَ عَنَّا، فَتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنۡهُ۔

"ایک تاجر لوگوں سے لین دین کے معاملات کیا کرتا تھا اور جب وہ کسی فقیر وتنگدست کو دیکھتا تو اپنے ملازمین سے کہتا کہ اس سے درگزر کرجاؤ، شاید کہ اس کے نتیجہ میں اللہ بھی ہم سے درگزر کرجائے تو واقعی اللہ نے اس سے درگزر فرمایا۔"[2] (صحیح بخاری ومسلم)

لامحدود وسعتیں:

دوسروں کے ساتھ معاملہ کرتے وقت عفو ودرگزر کی تاکید کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، كَمۡ نَعۡفُو عَنِ الۡخَادِمِ؟ فَصَمَتَ، ثُمَّ أَعَادَ إِلَيۡهِ الۡكَلَامَ، فَصَمَتَ، فَلَمَّا كَانَ فِي

---

[1] ابوداوَد: 3460۔

[2] صحیح بخاری: 2078۔

الثَّالِثَةِ قَالَ: اعْفُوا عَنْهُ فِي كُلِّ يَوْمٍ سَبْعِينَ مَرَّةً۔

ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا: ”اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم اپنے خادم (غلام ونوکر) کو کتنا معاف کریں؟ نبی ﷺ خاموش رہے اس شخص نے اپنا سوال پھر دہرایا اور آپ پھر بھی خاموش ہی رہے اور جب اس نے تیسری مرتبہ بھی وہی سوال کیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”تم اسے ہر روز ستر مرتبہ معاف کیا کرو۔“[1] (ابوداود، ترمذی)

ذلت نہیں شجاعت:

اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے! یہ عفو و درگزر کرنا اور دوسروں سے تجاوز و معافی تلافی کا رویہ اپنانا کسی قسم کی ذلت اور ضعف و کمزوری کا متقاضی نہیں ہوتا بلکہ یہ تو شجاعت و بہادری دوسرں پر نیکی و احسان اور اپنی خواہشات نفس یا حرص و ہویٰ پر غلبہ پا جانے والا چوٹی کا مقام ہے خصوصاً جب بدلہ و انتقام لینے کی طاقت کے باوجود کسی کو معاف کر دیا جائے امام بخاری نے اپنی صحیح میں ظالم سے بدلہ لینے اور اس پر فتح پانے کے بارے میں ایک باب اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر قائم کیا ہے: ﴿ وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ﴾

”اور (اہل ایمان) جو ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم و تعدی ہو تو وہ (مناسب طریقے سے) بدلہ لیتے ہیں۔“ (الشوریٰ:۳۹)

اس آیت کو باب بنا کر انہوں نے حضرت ابراہیم نخعی کا قول ذکر کیا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں: وقال إبراهيم النخعي: (كان المؤمنون يكرهون أن يستذلوا، وكانوا إذا قدروا عفوا) [2717] ((تفسیر القرآن العظیم)) لابن کثیر (7/210).

”وہ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کسی معاملہ میں ذلت اٹھائیں لیکن جیسے ہی وہ قدرت وغلبہ پالیتے تو پھر معاف کر دیا کرتے تھے۔“

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے:

قال الحسن البصري لو ان رجل شتمني في اذني هذه واعتذر بالاخرى لقبلت عذره۔

”اگر کسی نے میرے اس کان میں مجھے گالی دی اور اس دوسرے میں مجھ سے معافی مانگ لی تو میں اس کی معذرت و معافی کو قبول کرلوں گا۔“

حضرت جعفر صادق فرماتے ہیں: لأن أندم على العفو خير من أن أندم على العقوبة

”کسی کو معاف کر کے میں بیس مرتبہ ندامت و شرمندگی محسوس کروں یہ میرے لئے اس سے بہتر ہے کہ میں کسی کو سزا دے کر صرف ایک مرتبہ بھی نادم و پشیمان ہو جاؤں۔“

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: (إذا أتاك رجلٌ يشكو إليك رجلًا، فقل: يا أخي، اعفُ عنه؛ فإنَّ العفو أقرب للتقوى، فإن قال: لا يحتمل قلبي العفوَ، ولكن أنتصر كما أمرَني الله عزَّ وجل فقل له: إن كنتَ تُحسِن أن تنتصِر، وإلا فارجع إلى باب العفو؛ فإنه باب واسع، فإنَّه مَن عفَا وأصلحَ فأجره على الله، وصاحِبُ

[1] ابوداود: 5164۔

العفو ينام على فراشه بالليل، وصاحب الانتصار يقلّب الأمور؛ لأن الفُتُوّة هي العفوُ عن الإخوان

"اگر آپ کے پاس کوئی آدمی آئے جس کے خلاف شکایت کر رہا ہو تو اسے کہیں کہ اے میرے بھائی! اس شخص کو معاف کر دو کیونکہ معاف کر دینا ہی زیادہ تقویٰ والی بات ہے۔ اگر وہ کہے کہ میرا دل اسے برداشت نہیں کرتا لہذا میں اس سے اسی اچھے طریقے سے بدلہ لوں گا جس کی اللہ نے اجازت دی (حکم فرمایا) ہے تو اسے کہیں اگر تم اچھے طریقے سے بدلہ لے سکتے ہو تو فبہا ورنہ عفوو درگزر سے کام لو کیونکہ عفوو درگزر کا دروازہ بہت ہی بڑا ہے اور جس نے معاف کر دیا اور اپنی باہمی اصلاح کر لی تو اس اجروثواب اللہ کے پاس ہے۔ معاف کر دینے والا رات کو اپنے بستر پر میٹھی نیند سوتا ہے اور بدلہ لینے والا ادھیڑ بن اور تلپٹ کرنے میں لگا رہتا ہے اور مروت و کرم (شجاعت وسخاوت) تو اپنے بھائیوں کو معاف کر دینا ہی ہے۔ رواه ابن أبي حاتم في ((تفسيره)) (10/3280)، وأبو نعيم في ((الحلية)) (8/112).

انتقام طبع لوگ:

اللہ والو! بعض لوگ قساوت وسنگدلی کے اس مقام تک پہنچے ہوتے ہیں کہ وہ کسی کو معاف کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوتے اور نہ ہی کسی سے درگزر قبول معذرت کا رویہ اختیار نہیں کر سکے وہ اپنی زندگی میں انتقام لینے کے ذریعے دل کو تشفی دینے کے سوا دوسرا کوئی طریقہ نہیں اپناتے ان کی اور ان جیسے دوسرے لوگوں کی مثال سیاہ بادلوں کی سی ہوتی ہے کہ گھر آئیں تو پھر برسے بغیر چھٹنے کا نام نہیں لیتے اور ان کی طبیعت میں اگر میل آجائے تو پھر ان سے معافی کی توقع بھی نہیں کی جاسکتی معمولی معمولی بات پر وہ غضبناک ہو جاتے ہیں اور پھر کسی قسم کی معافی ومعذرت قبول نہیں کرتے حتی کہ وہ اگر کسی کے گناہ کو نیزے کی نوک سے بھی چھوٹا دیکھیں تب بھی وہ اسے ایک گناہ ہی شمار کرتے ہیں اور عذت ومعذرت (معافی تلافی) چاہئے روز روشن سے زیادہ واضح کیوں نہ ہو اس آنکھیں موند کر انجان و اندھے بن جاتے ہیں آپ اسے دو کانوں والا پائیں گے کہ وہ ان میں سے ایک سے کوئی بات سنتا ہے تو بھڑک اٹھتا ہے اور دوسرے کان سے عذر ومعذرت اور معافی کے الفاظ سننے کو تیار ہی نہیں ہوتا، اگر چہ سامنے والے کے پاس کیسی ہی حجت و دلیل کیوں نہ ہو جس شخص کا یہ حال ہو وہ عقل کا دشمن ہوتا ہے اس پر خواہشات اور ہوائے نفس کا غلبہ ہوتا ہے اور اس نے اسے معاف کر کے نیکی واچھائی کمانے سے روک کر دل کی تشفی کے لئے برائی پر لگا دیا ہے۔

اسوۂ نبوی:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا ضَرَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهِ، وَلَا امْرَأَةً وَلَا خَادِمًا، إِلَّا أَنْ يُجَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَمَا نِيلَ مِنْهُ شَيْءٌ قَطُّ فَيَنْتَقِمَ مِنْ صَاحِبِهِ إِلَّا أَنْ يُنْتَهَكَ شَيْءٌ مِنْ مَحَارِمِ اللهِ فَيَنْتَقِمَ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: "نبی اکرم ﷺ نے کبھی کسی خادم کو مارا ہے نہ ہی بیوی کو، آپ کا مارنا صرف تب ہے جب کہ آپ اللہ کی راہ میں جہاد کر رہے ہوں۔ آپ نے کسی کی تکلیف پہنچانے پر کسی سے کبھی انتقام و بدلہ نہیں لیا سوائے اس کے کہ کسی نے اللہ کی

حرمتوں میں سے کسی کے تقدس کو پامال کیا ہو تو صرف اللہ کی خاطر اس سے بدلہ لیتے تھے۔"[1] (صحیح مسلم)

خبردار رہیں کہ اپنی ذات کے لئے کسی سے بدلہ لینا بھی ظلم ہے جبکہ اصل کمال وتقویٰ تو عفو و درگزر سے کام لینا ہی ہے۔ارشادالٰہی ہے:

﴿وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ﴾

"اور برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی ہے،اور جو معاف کردے اور اصلاح کرلے اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے،(فی الواقع) اللہ تعالی ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔" (الشوریٰ:۴۰)

عفوو صفح:

مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ بات آپ کے علم میں رہنی چاہئے کہ شریعت اسلامیہ کا عفو درگزر کی رغبت دلانا صرف اس حد تک نہیں کہ محض ظاہری طور پر معاف کردیا جائے مگر دل سے غصہ ختم نہ کیا جائے بلکہ یہ ترغیب ظاہر و باطن ہر دو کو ہی شامل ہے ظاہر میں معاف کردینے کو لفظ "عفو" سے تعبیر کیا جاتا ہے اور عفو و صفح دونوں میں فی الجملہ ایک باہمی قرب پایا جاتا ہے جبکہ صفح میں عفو سے بھی زیادہ گہرائی پائی جاتی ہے کیونکہ صفح سے وہ معافی مراد ہے کہ کسی کے قصور کو ظاہر و باطن ہر طرح سے بالکلیہ معاف کردیا جائے اور نوبت بایں جارسید کہ گویا کچھ ہوا ہی نہیں تھا جبکہ عفو سے مراد یہ ہوتی ہے کہ ظاہری ملامت تو ساقط کردی جاتی ہے مگر باطنی باقی رہتی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو ظاہری و باطنی مکمل معافی دینے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:﴿فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ﴾

"ان لوگوں (زیادتیاں کرنے والوں) سے خوب اچھی طرح (ظاہری و باطنی طور پر) سے درگزر کریں۔" (الحجر:۸۵)

یہ صفح وہ معافی ہے کہ جس کے ساتھ عتاب و غصہ سب کچھ ختم کردیا جاتا ہے،قرآن کریم میں عفو و صفح دونوں کے اکٹھے اور صفح و عفو کے الگ الگ ذکر والی بکثرت آیات موجود ہیں:﴿فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾

"ان کی خطائیں معاف کردیں اور ان سے درگزر کریں بے شک اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔" (المائدہ:۱۳)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ﴾

"تم یہودیوں کی شرارتیں معاف کردو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا (دوسرا) حکم بھیج دے۔(البقرۃ:۱۰۹)

تیرے مقام پر فرمان باری تعالیٰ ہے:﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَى وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

"تم میں سے جو بزرگی اور کشادگی والے ہیں انہیں اپنے قرابت داروں اور مسکینوں اور مہاجروں کو فی سبیل اللہ دینے سے قسم نہ کھالینی چاہیئے،بلکہ معاف کردینا اور درگزر کرلینا چاہیئے۔کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف فرمادے؟ اللہ قصوروں کو معاف فرمانے والا مہربان ہے۔" (النور:۲۲)

ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ وَإِنْ تَعْفُوا

[1] صحیح مسلم:2328۔

وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

"اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور بعض بچے تمہارے دشمن ہیں پس ان سے ہوشیار رہنا اور اگر تم معاف کر دو اور درگزر کر جاؤ اور بخش دو تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔" (التغابن: ۱۴)

کہاں اخلاق نبوی اور کہاں ہم:

عفو و درگزر اور معافی نبی اکرم ﷺ کے اخلاق و عادات مبارکہ میں سے ہیں۔ آستین چڑھائے اقتداء و پیروی کے لئے تیار بیٹھے رہنے والے کہاں ہیں؟ وہ کہاں ہیں جن پر انتقام و بدلہ لینے کا بھوت سوار رہتا ہے؟ وہ امام الانبیاء اور سید المرسلین کے اخلاق سے کیا نسبت رکھتے ہیں؟

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ الْجَدَلِيَّ يَقُولُ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، عَنْ خُلُقِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا وَلَا صَخَّابًا فِي الْأَسْوَاقِ، وَلَا يَجْزِي بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلَكِنْ يَعْفُو وَيَصْفَحُ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ نبی اکرم ﷺ کے اخلاق مبارکہ کیا تھے؟ انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ نہ فحش گو تھے نہ فحاشی (فحش کام) کا ارتکاب کرنے والے تھے نہ بازاروں میں شور و شغب آپ کو پسند تھا آپ کسی کی برائی کا جواب برائی سے نہیں دیا کرتے تھے بلکہ آپ معاف فرما دیتے تھے اور درگزر فرمایا کرتے تھے۔[1] (ترمذی، مسند احمد اور اس کی حدیث کی اصل صحیح بخاری و مسلم میں موجود ہے)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿فَمَا أُوتِيتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَى لِلَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ[36] وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ﴾

"تو تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ زندگانی دنیا کا کچھ یونہی سا اسباب ہے، اور اللہ کے پاس جو ہے وہ اس سے بدرجہ بہتر اور پائیدار ہے، وہ ان کے لیے ہے جو ایمان لائے اور صرف اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں [36] اور کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں اور غصے کے وقت (بھی) معاف کر دیتے ہیں۔" (الشوریٰ: ۳۶-۳۷)

[1] ترمذی: 2016۔

آسان دین اور دفع حرج ومضرت

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ اسامہ خیاط حفظہ اللہ

۲۷/۳/۱۴۲۶ھ، ۶/۵/۲۰۰۵ء

اللہ کے بندو! اس اللہ سے ڈرتے رہا کریں جس نے آپ کو پیدا کیا ہے اور رزق دے رہا ہے اور اپنی ظاہری و باطنی نعمتوں سے مالا مال کر رکھا ہے اسے پانے تمام اعمال کا دیکھنے والا نگران سمجھیں اور اس کے سامنے قیامت کے دن جوابدہی کے لئے کھڑے ہونے کو یاد رکھیں وہ دن جسکے بارے میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا﴾

"جس دن ہر شخص نے (اعمال) کو جو اس نے آگے بھیجے ہونگے، دیکھ لے گا اور کافر کہے گا کہ اے کاش میں مٹی ہو جاتا۔" (النبأ:۴۰)

آسانی لانا اور تنگی رفع کرنا:

مسلمانو! اس دین اسلام کی واضح علامت ونشانی امت کے لئے آسانی پیدا کرنا اور اسے مشکلات وتنگیاں دور کرنا ہے اس کے کندھوں پر پڑے بوجھ اور پاؤں میں پڑی بندیوں اور تشدد تک پہنچانے والے راستے بھی بند ہو جائیں اور اس آمادہ کرنے والے اسباب کی راہ رکے تاکہ بندہ اپنے نفس کو بیڑیوں میں نہ باندھے اور وسعتوں کو تنگ نہ کرے اور اللہ کی دی ہوئی رخصتوں کو ساقط نہ کرے، ارشاد الٰہی ہے:

﴿لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾

"اللہ تعالیٰ تم پر کسی قسم کی تنگی ڈالنا نہیں چاہتا بلکہ اس کا ارادہ تمہیں پاک کرنے کا اور تمہیں اپنی بھرپور نعمت دینے کا ہے، تاکہ تم شکر ادا کرتے رہو۔" (المائدہ:۶)

آسانی کا قانون عام:

اس آیت سے پہلے حدث اکبر (جنابت وغیرہ) اور حدث اصغر (موجبات وضوء) سے طہارت و پاکیزگی حاصل کرنے اور اگر پانی نہ ہو یا پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو تو غسل وضوء کی جگہ صرف تیمم کر لینے کے احکام کا قرآنی بیان آیا ہے تاکہ لوگوں کے لئے آسانی پیدا کی جائے، ان سے حرج وتنگی دور کی جائے اور جب بھی کوئی مشقت عذر پیش آجائے تو رخصت کے موجود ہونے کا پتہ دیا جائے اگرچہ اس حکم وقانون طہارت کے بعد اس کا نزول بظاہر اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ یہاں قید پائی جاتی ہے۔ اطلاق نہیں یعنی رفع حرج صرف اسی میں وارد احکام تک ہی محصور پائی جاتی ہے، اطلاق نہیں یعنی رفع حرج صرف اس میں وارد احکام تک ہی محصور ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ رفع حرج صرف غسل ووضوء کے احکام ومسائل سے ہی تعلق نہیں رکھتا بلکہ یہ عام ہے اور یہ تمام احکام دین کو شامل ہے۔

اور اس بات کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے جو کہ سورۃ الحج میں جس میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾

"اس نے تمہیں برگزیدہ بنا (چن) لیا ہے اور تم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی۔" (الحج:۷۸)

یہ آیت اس قید کو اٹھانے والی جو کہ پہلی آیت میں متبادر الی الذھن ہو رہی ہے جبکہ اے اللہ والو! یہ دونوں آیتیں ہی مسلمان کو وجدان کو چھوتی

ہیں اس کے دل کی بشاشیت سے اختلاط و میل جول کرتی اور اس کے اجزاءِ نفس سے امتزاج پاتی ہیں اور اس کے رب کے فضل عظیم، اس کے رحم و کرم اور احسان جمیل کا پتہ دیتی ہیں کیونکہ اس رب کریم نے بندے کے لئے راہ سعادت کو بالکل آسان اور نجات کی سبیل کو ہموار کر دیا ہے اس کا کردار اسے تنگیوں میں مبتلا پا کر پریشان نہیں کرتا اور نہ وہ اپنے دین کو تنگ پاتا ہے۔

مسلم امہ کا امتیاز:

یہ صورت حال بنی اسرائیل کی حالت کی سراسر برعکس ہے ان کی شریعت میں پائی جانے والی سختیوں بوجھوں اور بیڑیوں نے انہیں دبا رکھا تھا ان کے لئے مال غنیمت کا کھانا حرام تھا۔ توبہ کے لئے گناہگار کو اپنے آپ کو قتل کرنا پڑتا تھا اور نجاست کو کپڑے سے دھویا نہیں بلکہ کپڑے کو ہی کاٹنا پڑتا تھا اللہ تعالیٰ نے ان احکام میں نرمی کر کے اس امت کو ان سختیوں سے پوری طرح آزاد کر دیا اور یہ اس امت اسلامیہ، امت مرحومہ کی بہت بڑی فضیلت ہے یہ امت جسے اللہ تعالیٰ نے تمام امتوں سے افضل و اعلیٰ اور اوسط معتدل بنایا ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾

"ہم نے اسی طرح تمہیں عادل امت بنایا ہے تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول (ﷺ) تم پر گواہ ہو جائیں۔" (البقرۃ: ۱۴۳)

علامہ ابن کثیر نے اپنی معروف تفسیر میں اس آیت کے تحت لکھا ہے: "وسط کا معنی ہے اچھا و بہتر جیسا کہ کہا جاتا ہے (عربوں میں سے نسب و مقام کے لحاظ سے قریش سب سے خیر و بہتر ہیں۔"

نبی اکرم ﷺ اپنی قوم کے سب سے بہترین شخص تھے۔ یعنی نسب کے اعتبار سے سب سے اشرف و اعلیٰ تھے اور اسی سے "الصلاۃ الوسطیٰ" بھی ہے جو کہ تمام نمازوں سے افضل ترین ہے اور وہ "نماز عصر" ہے جیسا کہ کتب صحاح وسنن وغیرہ میں خود نبی اکرم سے ثابت ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے جب اس امت اسلامیہ کو تمام امتوں سے بہترین امت بنایا تو اسے وہ شریعت عطا فرمائی جو کہ تمام شریعتوں سے کامل ترین ہے اسے وہ منہج دیا جو کہ تمام مناہج سے مضبوط ترین و سیدھا ہے اور اسے وہ مذہب و طریقہ بخشا جو کہ بالکل واضح و روشن ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

عموم رسالت بقاء دین اور غلبہ اسلام:

اے اللہ کے بندو! اس امت سے حرج و تنگی کو دور کرنا اس امت کے فضائل، اس کی شریعت و قواعد کے عین عادلانہ ہونے اور اس کے نبی کی رسالت و نبوت کے عموم کے عین مناسب ہے وہ رسالت جو کہ تمام رسالتوں کی خاتم ہے اسی طرح اس امت سے تنگی و حرج کو رفع کرنا اس کے دین کی قیامت تک بقاء اور اس کے دیگر تمام ادیان پر غالب ہونے کے بھی عین مطابق ہے چنانچہ اس غلبۂ دین حق کی خبر دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾

"اسی نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے کہ اسے اور تمام مذہبوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرک برا مانیں۔" (التوبہ: ۳۳)

اسلام کامل وشامل نہج ربانی:

یہ دین اسلام ساری نوع بشر کی بہتری کے لئے شامل وکامل نہج ربانی ہے انسانوں کے درجے چاہئے ترقی کے اعتبار سے کتنے ہی باہم مختلف نہ ہوں ان کی تہذیبوں میں چاہئے کتنا ہی اختلاف وفرق کوئی مشابہت نہیں رکھتے اور نہ ہی دوسرے مسالک اس سے ملتے ہیں اللہ نے اس امت کے لئے اس منہج کی پیروی آسان کی ہے اوران کے لئے اس معالم ونشانات واضح فرمائے ہیں۔

رفع حرج ومشقت کی چند مثالیں:

دین میں رفع حرج ودفع مشکلات کی روشن دلیلیں اور واضح گواہیاں موجود ہیں مثلاً:

(۱) پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کرنے کی اجازت ہے۔

(۲) پانی موجود ہونے مگر مرض وغیرہ کی وجہ سے اس کے استعمال کے نتیجہ میں اگر اذیت پہنچنے کا خدشہ ہے تو بھی تیمم کی اجازت ہے۔

(۳) جو شخص کھڑے ہو کر (بحالت قیام) نماز نہ پڑھ سکے اسے بیٹھ کر نماز ادا کرنے کی اجازت ہے۔

(۴) مسافر، بیمار، حاملہ عورت اور بچے کو دودھ پلانے والی عورت کو اجازت ہے کہ وہ رمضان المبارک کے روزہ نہ رکھے۔ (تاہم جب عذر زائل ہو جائے تو اتنے روزے رکھ لے جتنے چھوٹے تھے)

(۵) مسافر کو اجازت ہے کہ وہ دوران سفر چار رکعتوں والی نمازوں کو قصر (دو، دو رکعتیں) پڑھ لے۔

(۶) اسے یہ بھی یہ اجازت ہے کہ ظہر وعصر کو اور مغرب وعشاء کو جمع کر کے پڑھ لے۔

(۷) حیض ونفاس کی حالت میں عورتوں سے نماز کا فریضہ ساقط ہو جاتا ہے۔

(۸) جو شخص بیت اللہ تک پہنچنے کی طاقت نہیں رکھتا اس پر حج فرض ہی نہیں ہے۔

(۹) اگر کوئی شخص بھوک کے ہاتھوں مر رہا ہو اور اس کے پاس کھانے کے لئے کوئی حلال چیز نہ ہو تو ایسے مجبور شخص کے لئے مردار (حرام) تک کھانے کی اجازت نہے اوران تمام امور کی جملہ مذکور ہیں اوران مذکورہ مثالوں کے علاوہ بھی بہت ساری مثالیں موجود ہیں جو دین اسلام میں عدم حرج اور بہت ہی زیادہ آسانیوں کا پتہ دیتی ہیں اوران پر عمل پیرا ہونا اللہ کی اپنے بندوں کو دی ہوئی رخصتوں کو اپنانے کے لئے بہت آسان راہیں، تشدد وسختیوں کو دور کرنے کے طریقے اورحرج سے دوری کا پتہ دیتا ہے۔

آسانی کا عام قاعدہ:

ایک عام قاعدہ ہے جس سے عبادات ومعاملات کے شعبوں میں بکثرت فروع وشاخیں رونما ہوتی ہیں اور وہ سب کی سب حرج کو رفع کرنے کے دائرے میں آتی ہیں اوران کا تعلق آسانی کی راہوں پر چلنے سے ہے جیسا کہ اللہ نے اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾

"اللہ تمہارے لئے آسانی پیدا کرنا چاہتا ہے وہ تمہارے لئے مشکلات کھڑی نہیں کرنا چاہتا۔" (البقرہ:۱۸۵)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرح ہی مشکوۃ نبوت سے پھوٹنے والے نور میں سے ہی نبی اکرم ﷺ کی وہ حدیث شریف ہے جو کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا، وَسَكِّنُوا وَلَا تُنَفِّرُوا۔

"آسانی پیدا کرو مشکلات کھڑی نہ کرو، بشارت و خوشخبری دو، لوگوں کو متنفر نہ کرو۔"[1] (بخاری و مسلم)

اسی طرح صحیح بخاری و مسلم میں ہی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ قَطُّ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَ هُمَا مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا، فَإِنْ كَانَ إِثْمًا كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ

"رسول اللہ ﷺ کو جب دو چیزوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا موقع دیا جاتا تو ان میں سے آسان ترین کو اختیار فرماتے جب تک کہ وہ آسان ترین گناہ نہ ہوتی۔ اگر وہ گناہ ہوتی تو آپ تمام لوگوں سے زیادہ اس سے دور بھاگنے والے ہوتے تھے۔"[2] (بخاری و مسلم)

ایک شرعی ضابطہ اور اقسام مشقت:

تاہم وہ مشقت و تکلیف جو آسانی و رخصت لاتی ہے اس کے لئے ایک شرعی ضابطہ ہے جسا کا لازماً اعتبار کرنا اور لحاظ رکھنا ہوگا کیونکہ ہر جدو جہد کا شمار مشقت میں نہیں ہوتا اور ہر مرض ایسا نہیں کہ اس میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت حاصل ہو جاتی ہو اور ہر بھوک ایسی نہیں کہ اس میں مراد (حرام) کھانے کی گنجائش نکل آتی ہو جیسا کہ بعض لوگ یہ ذہن بٹھائے بیٹھے ہیں بلکہ مشقت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) معمولی سی مشقت:

یہ عرف عام بلکہ عرف سلیم کی رو سے ان مشقتوں میں سے شمار نہیں ہوتی جن پر رخصتی دی گئی ہیں جیسے کسی کام کرنے والے کا ماہ رمضان کے دنوں میں محنت کشی و مزدوری کرنا اور قابل برداشت بخار وغیرہ اور وقتی طور پر بھوک لگ جانا جسمیں آدمی کے ہلاک ہو جانے کا کوئی خدشہ نہ ہو، یہ سب اور ایسے ہی دیگر امور تنگی و حرج شمار نہیں ہوتے کہ انہیں کسی رخصت کے ساتھ رفع کرنا جائز کر دیا جائے اسی لئے شارع حکیم نے ایسے عام معمولی سے امور میں مشقت کر رفع کرنے کو مقصد نہیں بنایا کیونکہ محض یمعمولی مشقت سے تو زندگی کا کوئی بھی کام خالی نہیں ہوتا حتی کہ ضروریات حیات کھانا پینا وغیرہ بھی معمولی محنت و حرکت کا طالب ہوتا ہے۔

(۲) غیر معمولی مشقت:

دوسرے مشقت وہ ہے جو غیر معمولی قسم کی ہو اور عام حالت کی نسبت زیادہ تکلیف دہ ہو جس سے دل تنگ ہوں اور تمام محنتیں اس میں صرف ہو جائیں اور اس کام کا بندے کی ذات یا اس کے مال پر برابر مرتب ہو اور کبھی کبھی ایسا کام بہت سارے ایسے نفع آور اعمال سے انقطاع کا باعث بن جاتا ہے کہ جن کی بدولت بندے کا عمل پاکیزہ ہوتا ہے، یہ کام وہ مشقت ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے رفع فرمایا ہے اور اپنی رحمت سے اپنے بندوں کے لئے نرمی و آسانی اور تخفیف و کمی فرمائی ہے اور قرآن و سنت کی نصوص میں ایسے ہی امور مشقت میں آسانی و رخصت مراد ہے

---

[1] صحیح بخاری: 6125۔

[2] صحیح بخاری: 6126۔

باعث رجوع ومحبت قاعدہ:

اللہ کے بندو! منتخب بات، اس کی غرض وغایت اور اس کا اصل مدار یہ ہے کہ یہ آسانی کا قاعدہ عامہ اور رفع حرج کا اصول ایک ایسا نرم وگہرا اور شفیق ورفیق پُچ ہے جو مسلمان کے مشاء و جذبات پر قابو پالیتا ہے اور اسے اس کے اس رب اعلیٰ وکریم ورحیم کی طرف متوجہ کردیتا ہے جو اپنے بندوں کی تربیت ان احکام وقوانین پر کرتا ہے جو اس نے مشروع ونازل فرمائے ہیں، اسی طرح وہ ان کی تربیت ان نعمتوں سے بھی کرتا ہے جو وہ انہیں عطا فرماتا رہتا ہے۔ وہ ان کے لئے ایسے احکام وقوانین بناتا ہے جوکہ نرمی وآسانی کے کئی رنگوں اور رفع حرج کی کئی اقسام پر مشتمل ہوتے ہیں اور یہ چیزیں ان کے دلوں میں اللہ کی محبت اس کے دین وکتاب کی محبت اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کی تخم ریزی کرتی ہیں اور پھر یہی محبت ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے سامنے خضوع وانکساری اور رجوع کا جذبہ صادقہ پیدا کردیتی ہے۔

اوران کے دلوں میں اللہ کے احکام اور مناہی دینیہ کی تعظیم واحترام کو جنم دیتی ہے اور بندہ اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری اس کے ذکر وشکر، حسن عبادت اور احکام کی بجا آوری ہر دل وجان سے لگ جاتا ہے۔

نمایاں امتیاز اسلام کی وضاحت:

خبردار! اسلام میں رفع حرج کا قاعدہ اس دین کے نمایاں امتیازات میں سے، اس کے عظیم فضائل ومناقب میں سے اور جلیل القدر مقاصد میں سے ہے، خیر وبھلائی کی طرف دعوت دینے والے مشعل ہدایت کے حاملین، حق کے انصار واعوان اور انبیاء کے وارثوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس پر خصوصی وسخت توجہ دیں اور اس کے بیان و وضاحت کے لئے خوب جد وجہد کریں۔ رفع حرج کا یہ قاعدہ ہدایت کے ابواب میں سے ایک عظیم باب ہے اس کی مسلمانوں اور غیر مسلموں میں وضاحت کریں تاکہ وہ عہد وپیمان پورا ہو جو اللہ تعالیٰ نے اہم علم سے لے رکھا ہے اور کتمان علم کے گناہ سے بچیں اور اس دین کا تحفظ ودفاع کریں تاکہ یہ دین الہ کے ارادے کے مطابق اندھیروں میں بھٹکنے والوں کے لئے منارہ نور توحید سالکین اور راہ ہدایت کے مسافروں کے لئے روشنی اور حیرت وپریشانی میں مبتلا لوگوں کے لئے دلیل ثابت ہو اور اسے اختیار کرنے کے نتیجہ میں رفع حرج ہو بوجھ ہلکے ہوں اور پاؤں کی بیریاں ٹوٹیں اور دین حنیف کی معافی تلافی کی وسعتوں کے سنگ میل قائم ہوں ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ﴾

"اور اللہ کی راہ میں ویسا ہی جہاد کرو جیسا جہاد کا حق ہے۔ اسی نے تمہیں برگزیدہ بنایا ہے اور تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی، دین اپنے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کا قائم رکھو، اسی اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ اس قرآن سے پہلے اور اس میں بھی تاکہ پیغمبر تم پر گواہ ہو جائے اور تم تمام لوگوں کے گواہ بن جاؤ۔ پس تمہیں چاہئے کہ نمازیں قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اللہ کو مضبوط تھام لو، وہی تمہارا ولی اور مالک ہے۔ پس کیا ہی اچھا مالک ہے اور کتنا ہی بہتر مددگار ہے۔" (الحج:۷۸)

اداءِ فرائض کی طرح رخصتوں کا اپنانا:

اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو رخصتیں عطا فرمائی ہیں اور ان پر اپنا کرم کیا ہے انہیں اپنانا محض اسی لئے نہیں کہ حرج رفع ہو جائے اور امت کے لئے آسانی ہو بلکہ انہیں اختیار کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ یہ چیز اللہ کے نزدیک بہت محبوب و پسندیدہ ہے جیسا کہ مسند احمد، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان اور شعب الایمان، بیہقی میں صحیح سند سے مروی ایک حدیث میں ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے ارشاد فرمایا: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ أَنْ تُؤْتَى رُخَصُه كما يَكرَهُ أَنْ تُؤْتَى مَعصيتُه

"اللہ تعالیٰ اس بات کو اس طرح پسند فرماتا ہے کہ اس کی دی ہوئی رخصتوں کو بھی اپنایا جائے جس طرح کہ اسے یہ بات ناپسند ہے کہ اس کی نافرمانی کی جائے۔"[1] (صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، مسند احمد، شعب الایمان، بیہقی)

اسی طرح ہی صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ اور سنن کبریٰ بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح سند سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ أَنْ تؤتى رُخصُه كما يُحِبُّ أَنْ تؤتى عزائمُه۔

"اللہ اس بات کو بھی اسی طرح پسند کرتا ہے کہ اس کی دی ہوئی رخصتوں کو اختیار کیا جائے جس طرح کہ اسے یہ پسند ہے کہ اس کے عائد کردہ فرائض کی ادائیگی کی جائے۔"[2] (صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ، سنن کبریٰ، بیہقی)

یہ کوتاہی و عدم وفاء نہیں:

اللہ والو! نبی اکرم ﷺ اس بیان میں ان لوگوں کے اس وہم کا رد موجود ہے جو یہ زعم لئے بیٹھے ہیں کہ بندوں کی اللہ کی دی ہوئی رخصتوں کو اپنانا ایک نقص و کمی تقصیر و کوتاہی اور واجبات کی کما حقہ ادائیگی ہے کہ جس سے اللہ کی رضاء و خوشنودی حاصل ہو یہ عدم وفاء ہے، اس کے سراسر برعکس نبی اکرم ﷺ نے واضح اور جلی طور پر بیان فرمادیا ہے کہ رخصتوں کو اپنانا بھی اسی طرح اللہ کو محبوب ہے جس طرح کہ فرائض کو بجالانا اسے پسند ہے جبکہ ان دونوں کو ان کے مواقع پر اور ان کے قواعد و ضوابط کو پیش نظر رکھ کر اپنایا جائے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور اس آسانی و رفع خرچ والے منہج کو اختیار کرو جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے پسند و منتخب فرمایا ہے اور آپ کو وہ بطور صدقہ عطا کیا ہے۔ لہٰذا آپ اس کا وہ عطیہ و صدقہ قبول کریں۔

---

[1] صحیح ابن حبان: 2742۔

[2] صحیح ابن حبان: 354۔

خواہشات نفس کی پیروی وغلامی کی مذمت

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن محمد آل طالب حفظہ اللہ
۵/۴/۱۴۲۶ھ ۱۳/۵/۲۰۰۵ء

ایمان وتقویٰ:

لوگو! اللہ تعالیٰ سے رتنا ڈرو جتنا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو جتنا کہ اس سے ڈرنے کا حق اور تمہیں ہرگز موت نہ آئے سوائے اس کے تم مسلمان ہو۔" (آل عمران: ۱۰۲)

مینارہ اور سنگ میل ہے جبکہ اسی کی بدولت جہنم پر قائم کئے گئے پل (صراط) پر بندے کا قدم ثابت رہے گا ڈگمگائے گا نہیں اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ یہ بات بھی ذہن نشین رکھیں کہ سب سے سچی بات اللہ کا کلام ہے جو کہ کتاب اللہ ہے اور بہترین طریقہ نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے اور بدترین اموروہ ہیں جو دین میں نئے ایجاد کر کے داخل کئے گئے ہوں اور ایسی ہر نیا فعل بدعت اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا انجام جہنم ہے۔

مقصد تخلیق کائنات:

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو صرف اپنی اکیلے کی عبادت کرنے اور صرف اس کے اوامر ونواہی کے تابع رہنے کیلئے پیدا فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾

"میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔" (الذاریات: ۵۶)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

"اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے تا کہ تم تقویٰ والے بن جاؤ۔" (البقرۃ: ۲۱)

جنت وجہنم کی تخلیق، رسولوں کی بعثت اور آسمانی کتابوں کا نزول سب اسی عظیم حقیقت کے لئے عمل میں آیا کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی ہو اور لوگوں کو انکی خواہشات نفس کی پیروی سے نکال کر انکے خالق ومالک کی عبادت پر لگایا جائے، اس کی توحید کا اقرار و پرچار ہو زندگی کے تمام متعلقہ ہر کام میں اسی کے احکام کی پیروی واطاعت ہو اور اسی کے منع کردہ امور سے مکمل اجتناب کی اجائے اور ہر طرح کے حالات میں اس کی نازل کردہ شریعت کی طرف رجوع کیا جائے اور ہر حال میں اس کے احکام کی اتباع و پیروی کی جائے اور کتاب وسنت کی بکثرت نصوص اس مقصد کی وضاحت کے لئے موجود ہیں اور یہ سب اس لئے ہے کہ تا کہ انسان اس حالت میں رہے کہ جو اس کے رب کو راضی کرنے والی ہو اور اگر وہ اس مقصد عبادت واطاعت کی خلاف ورزی کرے تو اسے اس دنیا کے فوری اور آخرت کے بدیر عذاب کی وعید سنائی گئی

ہے، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾
"ان لوگوں کو اس بات سے بچنا چاہیئے جو کہ ان کے حکم کی نافرمانی وخلاف ورزی کرتے ہیں کہ (ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت آن پڑے یا دردناک عذاب نازل ہو۔" (النور:٦٣)

خواہشات نفس کی پیروی:

مسلمانو! احکام الٰہی، سنت مصطفوی اور شریعت کی خلاف ورزیوں کا اصل سبب خواہشات نفس کی پیروی، اس دنیا کی فوری اغراض کے سامنے جھک جانا اور رزائل وفانی خواہشات کی تکمیل وتسکین ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے خواہشات نفس کی پیروی کو حق کی خلاف ورزی قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:﴿فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ﴾
"لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلے کیا کرو اور خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی۔" (ص:٢٦)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿فَأَمَّا مَنْ طَغَى (37) وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا (38) فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَى (39) وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى (40) فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى﴾
جس نے سرکشی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جو اپنے کے حضور کھڑے ہونے (جوابدہی) سے ڈرتا رہا اور اپنے دل کو خواہشات (کی پیروی) سے روکتا رہا اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔ (النازعات:٣٧-٤١)

ایک جگہ اپنے نبی کریم ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى (3) إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى﴾
"وہ اپنی خواہش نفس سے منہ سے کوئی بات نہیں نکالتے یہ (قرآن) تو حکم الٰہی ہے جو (ان کی طرف) بھیجا جاتا ہے۔" (النجم:٣-٤)

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے معاملہ کو صرف دو ہی چیزوں میں منحصر قرار دیا ہے اور وہ ہیں وحی یا خواہش نفس اور دو کے ساتھ تیسری کوئی چیز نہیں ہے۔

انارکی وغارت گری:

یہ بات جس طرح شرعی نص سے ثابت ہے اسی طرح ہی تجربات ومشاہدات اور عادات واطوار سے معلوم ہو چکا ہے ہ دینی ودنیوی مفادات و خواہشات نفس کی پیروی کرانے اور قواعد وضوابط کو چھوڑ کر شتر بے مہار چلنے سے حاصل نہیں ہوتے کیونکہ ایسا کرنے سے تولا قانونیت وانارکی اور قتل وغارت گری کے حالات پیدا ہو جاتے ہیں۔

اسلام کا تقاضہ اور ترک غلامی نفس:

اے مومنو! اس وقت تک اسلام تکمیل پذیر نہیں ہوتا جب تک کہ بندہ دل وجان سے جان آفرین ذات باری کے تابع نہ ہو جائے اور ہر معاملہ میں اس کے سامنے سرتسلیم خم نہ کرلے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

(162) ﴿لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾

”کہہ دیجئے (اے نبی ﷺ!) بے شک میری نماز (مالی) عبادت، میری زندگی اور میری موت (میرا جینا اور مرنا) سب اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی بات کا حکم ملا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان فرمانبردار ہوں۔“(الانعام: ۱۶۲-۱۶۳)

یہ اس لئے کہ اسلام کی حقیقت ہی اللہ کے لئے فرمانبردار ہونا سر تسلیم خم کرنا اور اس کی اطاعت و پیروی احکام کے تابع ہونا ہے۔غرض اسلام اللہ رب العالمین کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے کا ہی نام ہے اور زندگی کے تمام شعبوں میں اللہ کے حکم اور اس کی شریعت کو نافذ کرنا اور اس کے فیصلوں پر خوشی کا اظہار کرنا فرض و لازم ہے۔اور یہی اسلام کا تقاضہ ہے جس نے اپنے رائے مرضٰ سے اللہ کی شریعت کی خلاف ورزی کی وہ اللہ کا فرمانبردار نہیں، اس کا سر تسلیم اس کے سامنے خم نہیں ہے بلکہ وہ تو اپنی ہی خواہشات کا غلام و بندہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا یہی مقصود ہے: ﴿أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَن يَهْدِيهِ مِن بَعْدِ اللَّهِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ﴾

”بھلا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور باوجود جاننے بوجھنے کے (گمراہ ہو رہا ہے تو) اللہ نے (بھی) اسے گمراہ کر دیا اور اس کے کانوں اور دل پر مہر لگا دی اور اسکی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔اب اللہ کے سوا اسے کون راہ راست پر لا سکتا ہے؟ بھلا تم کیوں نصیحت نہیں پکڑتے۔“(الجاثیۃ:۲۳)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾

”اگر یہ آپ کی بات قبول نہ کریں تو جان لیں کہ یہ صرف اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہشات کی پیروی کرے بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“(القصص:۵۰)

شرط ایمان:

جہاں تمام امور میں اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہی اسلام کا تقاضہ ہے وہیں یہ تسلیم و رضا شرط ایمان بھی ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

”قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ یہ اپنے متنازعہ امور میں آپ کو اپنا حکم و منصف نہ مان لیں اور پھر آپ کے فیصلے پر اپنے دلوں میں کوئی حرج و تنگی بھی محسوس نہ کریں بلکہ اسے خوشی مان لیں۔“(النساء:۶۵)

جبکہ حدیث شریف میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ"

”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب کہ اس کی خواہشات بھی میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائیں۔“(امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ یہ حسن صحیح حدیث ہے اسے ہم نے اپنی کتاب الحجۃ میں صحیح سند سے روایت کیا ہے)

مقاصد شریعت:

مسلمانو! شریعت اسلامیہ کے تمام احکام مخلوق کے مصالح ومفادات بہم پہنچانے کے لئے ہی تو آئے ہیں تاہم یہ بھی نہیں کہ انہیں بندوں کی خواہشات و مرضی کے مطابق ہی وضع کیا گیا ہو چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَن فِيهِنَّ ﴾

”اور اگر (اللہ) برحق انکی خواہشات پر چلے تو آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب درہم برہم ہو جائیں۔“ (المومنون:۷۱)

”درأ تعارض العقل والنقل“ نامی کتاب میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”لوگوں کے مابین انکے متنازعہ مسائل وامور میں صرف اللہ کی طرف سے نازل شدہ کتاب ہی فیصلہ کر سکتی ہے اور اگر وہ ان متنازعہ مسائل کو اپنی ہی عقول سے حل کرنا چاہیں گے تو پھر ہر کسی کے پاس ہی اپنی سی عقل موجود ہے۔“

غلبۂ شیطان اور توبہ:

اللہ والو! کبھی مسلمان کا ایمان کمزور ہو جاتا ہے اور شیطان اس پر غلبہ پا کر اسے معصیت و نافرمانی پر لگا دیتا ہے لیکن جیسے ہی وہ اللہ کے حضور توبہ تائب ہوتا ہے اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور اگر کوئی شخص بغیر توبہ کئے ہی مر گیا تو اس کا معاملہ اللہ کے پاس ہے چاہئے تو اسے عذاب دے اور چاہے تو وہ اسے بخش دے۔ اور بنی آدم میں سے بکثرت مخلوق کا یہی حال ہے اور ہر بنی آدم ہی خطا کار ہے البتہ بہترین خطا کار وہ ہیں جو خطا کرنے کے فوراً بعد توبہ کر لیتے ہیں۔ قابل مذمت گناہگار وہ ہے جس پر ہی سابق میں مذکور وعید صادق آتی ہے جو تکبر کرے، اپنے گناہ و نافرمانی کے دفاع میں جھگڑا کرے اور اڑا رہے اور اپنی عقل ورائے سے اللہ کی شریعت اور اس کے احکام کی خلاف ورزیوں کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دے اور ہر اس اچھے عمل کے خلاف جنگ چھیڑ دے جو اس کی طبیعت اور خواہشات نفس کا مطابق نہ وہ اور اپنی من پسند چیزوں اور خواہشات نفس کو تسکین دینے والی اشیاء کی طرف دعوت دینے اور انکا پرچار کرنے لگ جائے اور پرانے فلاسفروں کا فلسفہ اپنا لے کہ ہر اس چیز کو اپنا لیں جو اس کی عقل کے مطابق اچھی ہو اور جسے اس کی عقل برا کہے اسے برا مان کر ترک کر دے یہاں تک کہ وہ شخص گمراہی کے اندھیروں اور خواہشات کے وسعت وصحراء میں گم ہو کر رہ جائے اور وہ منہ کے بل پڑے اوندھے کوزے کی طرح ہو جائے نہ نیکی کو پہچانے اور نہ برائی پر نکیر کرے بلکہ صرف وہی کرے جو کہ اس کی خواہش نفس میں رچ بس چکا ہے۔

دینی امور اور خواہش نفس:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”دینی امور میں خواہشات نفس کی پیروی وغلامی شہوتوں کی تسکین کے لئے خواہشات نفس کی پیروی سے بہت ہی بری چیز ہے، پہلی پیروی ان لوگوں کا حال ہے جو اہل کتاب اور مشرکین میں سے کفر پر اڑے رہے، صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے انہیں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ، مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا. قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ صِفْهُمْ لَنَا، قَالَ: هُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا، وَيَتَكَلَّمُونَ بِأَلْسِنَتِنَا

"وہ جہنم کے دروازوں پر کھڑے ہو کر لوگوں کو دعوت دے رہے ہیں جنہوں نے انکی دعوت پر لبیک کہا وہ انہیں جہنم میں پھینک دیں گے۔" میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ہمارے لیے ان کے اوصاف ونشانیاں بیان فرمادیں؟ تب نبی ﷺ نے فرمایا: "وہ ہماری نسل (انسانی) سے ہیں اور ہماری ہی زبان بولتے ہیں۔"[1] (بخاری ومسلم)

اسی طرح سنن ابی داوٗد میں حسن درجہ کی سند سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وَإِنَّهُ سَيَخْرُجُ فِي أُمَّتِي أَقْوَامٌ تَجَارَى بِهِمْ تِلْكَ الْأَهْوَاءُ كَمَا يَتَجَارَى الْكَلْبُ لِصَاحِبِهِ وَقَالَ عَمْرٌو : الْكَلْبُ بِصَاحِبِهِ لَا يَبْقَى مِنْهُ عِرْقٌ وَلَا مَفْصِلٌ إِلَّا دَخَلَهُ۔

"عنقریب میری امت میں ایسی قومیں اٹھیں گی جن میں یہ خواہشات نفس یوں پھیلیں گی جس طرح کتے کے باولے پن کی بیماری (مرض کلب) بیمار کے جسم میں پھیلتی ہے اور اس کی کوئی ہڈی اور کوئی جوڑ ایسا نہیں چھوڑتی جس میں وہ داخل نہ ہو جائے۔"[2] (ابو داوٗد، بسند حسن)

امام شاطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وحاصل ما عولوا عليه تحكيم العقول مجردة فشركوها مع الشرع في التحسين والتقبيح ثم قصروا أفعال الله على ما ظهر لهم ووجهوا عليها أحكام العقل فقالوا: يجب على الله كذا ولا يجوز أن يفعل كذا فجعلوه محكوما عليه كسائر المكلفين ومنهم من لم يبلغ هذا المقدار بل استحسن شيئا يفعله واستقبح آخر وألحقها بالمشروعات ولكن الجميع بقوا على تحكيم العقول ولو وقفوا هنالك لكانت الداهية على عظمتها أيسر ولكنهم تجاوزوا هذه الحدود كلها إلى أن نصبوا المحاربة لله ورسوله باعتراضهم على كتاب الله وسنة نبيه۔

"حاصل کلام یہ کہ اپنی عقلوں کے اڑ نگے لگانے والے لوگ اپنی عقلوں کو شریعت کے معاملات میں داخل کر کے ان میں سے کسی حکم کو اچھا اور کسی کو برا قرار دینے لگتے ہیں لیکن اگر وہ اسی حد تک رہ جاتے تو اگرچہ یہ بھی ایک مصیبت سے کم نہیں لیکن پھر بھی معاملہ کچھ آسان تھا وہ لوگ ان تمام حدود کو پھلانگ گئے اور انہوں نے اللہ و رسول کے ساتھ بایں طور جنگ شروع کر دی کہ انہوں نے اللہ کی کتاب مقدس اور نبی ﷺ کی سنت مطہرہ پر اپنی عقل ناقص کے ذریعے اعتراضات کرنے شروع کر دیئے۔[3]

مجال اجتہاد نہیں:

مسلمانو! جہاں قرآن وسنت کی نص وحکم موجود ہو وہاں اجتہاد کی کوئی مجال ہی نہیں ہوتی اور نہ ہی اللہ و رسول کے ارشادات کے مقابلے میں کسی دوسرے کا کوئی قول و رائے قابل التفات سمجھی جائے گی جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا﴾

"اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں اور جو

---

[1] صحیح بخاری:7084۔

[2] ابو داوٗد:4597۔

[3] الاعتصام للشاطبی:523۔

کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہ ہوگیا۔" (الاحزاب:۳۶)

اسی پر بس نہیں بلکہ شریعت سے نفرت کرنا اور اسے چھوڑ کر دوسری راہیں تلاش و اختیار کرنا اعمال کی بربادی کا باعث ہے جیسا کہ سورہ محمد ﷺ میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ﴾

"یہ (بربادی اعمال) اس لئے کہ اللہ نے جو چیز نازل فرمائی انہوں نے اسے ناپسند کیا تو الہ نے بھی انکے اعمال اکارت کر دیئے۔" (محمد: ۹)

امام ابن رجب لکھتے ہیں: "گناہ و نافرمانیاں تب وقوع پذیر ہوتی ہیں جب کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت پر اپنی خواہشات نفس کو ترجیح دے اور انہیں مقدم سمجھے اور بدعات کا ارتکاب تب ہوتا ہے جب کوئی شخص شریعت پر اپنی خواہشات کو ترجیح دے اور یہ پہلے سے بھی زیادہ خطرناک چیز ہے اسی لئے اہل بدعت لوگوں کو اہل خواہشات (یعنی خواہشات نفس کے غلام و پجاری) کہا جاتا ہے اور جب کوئی شخص خواہشات سے شیر خوارگی کا عادل ہو جائے تو پھر اس کا یہ دودھ چھروانا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔"

حدودِ عقول و ادراک:

اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ نے عقول میں ادراک کی ایک حد مقرر فرمائی ہے جہاں جا کر وہ ختم ہو جاتی ہے اور ان عقول کے لئے ممکن ہی نہیں کہ یہ چیز کا احاطہ کرسکیں، ہر چیز کا احاطہ صرف باری تعالیٰ ہی کی صفت ہے جو کہ تمام اشیاء کو بہ تمام و کمال جانتا اور انکے انجام تک بھی خبر رکھتا ہے، رہی بات بندوں کی تو انکا ادراک بہت ہی قاصر و ناقص ہے، رہی بات بندوں کی تو انکا ادراک بہت ہی قاصر و ناقص ہے وہ عادتاً نظریات میں باہم متفق نہیں ہوتے اسی لئے آپ دیکھتے ہیں کہ وہ آج ایک مذہب اپناتے ہیں اور اگلے دن اس سے رجوع کر لیتے ہیں اور پرسوں تک وہ ایک تیسری رائے تو اختیار کر چکے ہوتے ہیں اور اگر عقل کے لئے دیئے تمام فیصلے ہی برحق ہوتے تو مخلوق کے معایش و رزاق اور امور آخرت کی اصلاح کے لئے یہ عقل ہی کافی ہوتی اور انبیاء و رسل علیہم السلام کی بعثت کا کوئی فائدہ ہی نہ ہوتا اور اس اصل کی بناء پر رسالت و نبوت کا سلسلہ کارعبث قرار پاتا اور اس کا کوئی معنیٰ ہی نہ ہوتا جبکہ یہ سارا نظریہ ہی باطل ہے۔

مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اس خطرناک راہ سے بچ کر رہیں کہ اللہ کی شریعت مطہرہ کی کسی بات کو رد کریں یا اس سے نفرت کریں یا اپنی عقل و خواہش کو وحی الٰہی پر ترجیح دیں، اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو شخص شرک کے سوا دوسرے کئی کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرے اسے کافر قرار نہیں دیا جاسکتا ہے اور جو شخص اسے حلال سمجھے وہ خود کافر ہو جائے گا اگرچہ وہ اس کا ارتکاب نہ کرے اور جسے دنیا و آخرت کی نجات عزیز ہو اسے چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو لازم پکڑ لے جس میں اس نے فرمایا: ﴿ وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾

"اور میرا سیدھا راستہ یہ ہے اسی کی اتباع کرو اور (ٹیڑھی) راہوں پر نہ چلو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے دور ہٹا دیں گی اللہ نے تمہیں اسی بات کی تاکید فرمائی ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔" (الانعام: ۱۵۳)

عقل اور اسکے درجات:

اے ایمان والو! انسان میں عقل بہت محدود ہے اور اگر یہ تھوڑی سی عقل بھی نہ ہوتی تو اسے بھی تمام حیوانوں کی طرح مکلف بار امامت نہ کیا جاتا، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس کی بکثرت آیات میں عقل سے خطاب کیا ہے اور عقل وفکر سے کام لینے کا حکم فرمایا ہے بلکہ اس کی علت و سبب اور نتیجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: "تاکہ تم عقل والے بن جاؤ" (آیات کثیرہ دیکھئے: المعجم: ۴۶۸، مادہ عقل)

اللہ تعالیٰ نے انسان میں عقل کا مادہ ودیعت فرمایا ہے اور مختلف لوگ درجہ بدرجہ کم وبیش پیدا فرمائی ہے اور انکی طبیعتوں میں خواہش و شہوت بھی ڈال دی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش کے لئے وحی کو ان سب پر حاکم مقرر فرمادیا ہے، جس نے اپنی عقل کو صرف اللہ وحدہ کے سامنے جھکائے رکھا وہ فرمانبردار اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والا، اسکا اطاعت گزار و اتباع شعار اور اس کی جنت کا مستحق ہے او جس نے عقل کے ساتھ سرکشی کی راہ اختیار کی صرف اپنی ہی رائے کو پسند کیا تو ایسے ہی شخص کے لئے عقاب وعذاب اور سزا کی وعید ہے۔

علامات اہل ہویٰ وخواہش پرست:

علماء کرام نے خواہشات نفس کے پجاریوں اور اپنی ناقص عقول کو شریعت کاملہ سے مقدم رکھنے والوں کی کچھ نشانیاں بیان فرمائی ہیں اور وہ علامات ونشانیوں قرون اولیٰ سے لیکر آج تک ان لوگوں پر پوری طرح فٹ ہوتی چلی آرہی ہیں، ان نشانیوں میں سے چند یہ ہیں:

(۱) متشابہات کی پیروی:

اہل ہویٰ کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ مشتبہات کی پیروی کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ﴾

"جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کی اتباع کرتے ہیں تاکہ فتنہ برپا کریں اور مراد اصلی کا پتہ چلائیں حالانکہ مراد اصلی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور جو لوگ علم میں رسوخ و دستگاہ کامل رکھتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لائے یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو عقلمند ہی قبول کرتے ہیں۔" (آل عمران: ۷)

۲) کبار علماء کی غیبت ومذمت اور کردارکشی:

خواہشات نفس کے غلاموں کی علامتوں میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ وہ علم وفضل اور صلاح ونیکی کے اعتبار سے مشہور ومعروف متقدمین علماء کی مذمت وبرائی کرتے ہیں اور ان کے خلف کی اقتداء کرتے ہیں خصوص صحابہ کرام کو چھوڑ کر بعد والوں کی پیروی کرتے ہیں اور فلاسفہ واہل کلام لوگوں کی مدح سرائی کرتے ہیں جو انکی طبیعت سے لگا کھاتے ہیں۔

(۳) نصوص شریعت کی توہین:

غلامان ہوی وہوس نفس کی علامات میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ وہ نصوص شرعیہ (کتاب وسنت) تعظیم نہیں کرتے بلکہ ان کی مخالفت و اہانت کا ارتکاب کرتے ہیں کہ بعض لوگوں کا حالت تو اس حدتک پہنچ چکی ہے کہ وہ نصوص شریعت کا مذاق اڑاتے اوران سے تمسک وتعلق رکھنے والوں کی پگڑیاں اچھالتے اوران کی شان میں گستاخیاں کرتے پھرتے ہیں ان پر نقد وجرح کے تیر برسائے ان کی مذمت وعلامت کرتے اورانہیں عوام الناس کی نظروں گرانے کے درپے رہے ہیں۔

(۴) سنت سے دوری:

پرستاران حرص وہوی کی علامات ہیں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ انکی عبادات عمل وکردار، شکل وصورت اور چال ڈھال میں سنت کا ظہور نہیں ہوتا اسکے باوجود ان میں سے لوگ اپنے آپ کو کبار علماء اہل سنت کے مقابلے میں لا کھڑا کرتے ہیں اور وہ انہی لوگوں جیسے ہوتے ہیں جن کے بارے میں ارشاد الہی ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُنِيرٍ (8) ثَانِيَ عِطْفِهِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَنُذِيقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَذَابَ الْحَرِيقِ (9) ذَلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدَاكَ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ﴾

”اورلوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ (کی شان) میں بغیر علم (ودانش) کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر کتاب روشن کے جھگڑتا ہے (اور تکبر سے) گردن موڑ لیتا ہے تا کہ (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے گمراہ کردے اس کے لئے دنیا میں ذلت ہے اور قیامت کے دن ہم اسے آتش سوزوں کے عذاب کا مزہ چکھائینگے (اے سرکش! یہ اس (کفر) کی سزا ہے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔“ (الحج:۸-۱۰)

اے دلوں کو پھیرنے والے اللہ! ہمارے دلوں کو اپنے دین پر قائم رکھ اور اے اللہ! راہ گم کردہ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرما۔

فضائل ذکرومقام قرآن

گوانٹانامومیں امریکی فوجیوں کی بے حرمتی قرآن کے تناظر میں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن السدیس حفظہ اللہ

۱۲/ ۴ / ۱۴۲۶ھ، ۲۰/ ۵/ ۲۰۰۵ء

اللہ کے بندو! اللہ اسے اس قدر ڈرتے رہا کروجتنا وہ شخص ڈرتا ہے جو اپنے رب کا خوف وتقویٰ رکھنے والا ہے اوراس نے اپنی زندگی کو اعمال صالحہ کے لئے وقف کررکھا ہے تاکہ وہ اچانک موت آنے سے قبل کچھ کرگزرے کیونکہ موت آجانے سے کسی قسم کا کوئی حیلہ وعذر کام نہ دے سکے گا۔

روحانی سکون کا فقدان:

مسلمانو! اس مادی زندگی کی مدہوشی اور محسوس لذتوں کے پیچھے ہانپتے پھرنے کے نتیجہ میں جوقلق واضطراب بے سکونی اورعدم اس قدر چھایا ہوا ہے مایوسیاں، وناامیدیاں ہیں اور امت مسلمہ بہت بڑے بڑے انقلابات وحادثات سے دوچار ہے ان سب امور نے لوگوں کوتحلیل و تجزیہ کرنے اورخبروں میں دلچسپی لینے پرلگا رکھا ہے اوران سب اشیاء نے پرسکون زندگی اورامن واطمینان لوٹ لئے ہیں، روحانی سکون سے لوگ اجنبی وبے گانہ ہوتے جارہے ہیں، ادھر مزعومہ تہذیب جدید اور جعلی تمدن نے وہ زہر پھیلانا شروع کررکھا ہے اور سیٹلائیٹ وانٹرنیٹ وہ آگ بھڑکائے ہوئے ہیں جوکہ دین واخلاق کوتباہ کئے چلے جارہے ہیں روحانی غلبے کی بہت دھیمی سی خبرملتی ہے اوروہ بھی واضح نہیں اور اس کا ڈھانچہ تو نظرہی نہیں بلکہ محض ایک مدھم سی چنگاری بن کررہ گیا ہے ان حالات میں یہ کوئی انوکھی بات نہیں کہ دل چمکنے کے بعد بجھ گئے ہوں اورایک تروتازگی کے بعدوہ بنجر ہوگئے ہوں ان کا نور مٹ گیا، انکی رونق وچمک جاتی رہی اورانہوں نے ذکر کی شگفتگی چھوڑ دی ہو ارشاد الٰہی ہے: ﴿نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ﴾

"انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں ایسا کردیا کہ وہ خود اپنے آپ کو بھول گئے۔" (الحشر: ۱۹)

تمام مصائب کا حل ذکرالٰہی:

یہ بھی بعید نہیں کہ آج جتنے بھی مصائب ومشکلات رونما ہورہی ہیں ان سب کا سبب اوراصل وخطرناک بیماری اللہ تعالیٰ سے غفلت اوراسے بھلا دینا ہی ہوجس نے روحانیت کے صاف شفاف سرچشموں کو باسی کررکھا ہے اوراس کی گہری ومضبوط۔۔۔کوکھوکھلا کردیا ہے جس کے نتیجے میں ہی یہ تمام مصائب رونما ہورہے ہیں ایسے میں آج ان زبانوں کی ضرورت ہے جو ذکرالٰہی سے تررہنے والی ہوں اورایسے دل ہونے چاہئیں جواس سے لذت وسکون اورراحب واطمئنان پائیں، اوراللہ آپ کی حفاظت فرمائے امید ہے کہ اپنے چاہنے اور پیار کرنے والے کی بات آپ کے علم وفہم اوردل ودماغ میں بیٹھ گئی ہوگی۔

بکثرت ذکر الٰہی کا حکم الٰہی:

مسلمانو! اللہ کی قسم! اس وقت تک دلوں کی اصلاح نہ ہوگی نہ راہیں روشن ہونگی نہ مصائب ومشکلات کا خاتمہ ہوگا اور نہ ہی ہمارے دلوں میں واقع ہوجانے والی سنگینی کم ہوگی اور نہ ہی دلوں کی تھکاوٹ زائل ہوگی جب تک کہ دائمی طور پر اللہ تعالیٰ کا ذکر، اس کی عظمت کا اعتراف اور اس کی بزرگی کو عملاً مان نہ لیا جائے گا اور اس ہر طرح کے غیب کو سب سے زیادہ جاننے والے رب کائنات کی تسبیح وتقدیس شروع نہ کی جائے گی چنانچہ بکثرت ذکر الٰہی کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا﴾

"اے ایمان والو! اللہ کا کثرت کے ساتھ ذکر کرو۔" (الاحزاب:۴۱)

دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

"اور اللہ کا بکثرت ذکر کیا کرو تاکہ تم فلاح پاجاؤ۔" (الجمعہ:۱۰)

ایک تیسرے مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿وَاذْكُرْ رَبَّكَ كَثِيرًا وَسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ﴾

"اور اپنے رب کا بکثرت ذکر کریں اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کریں۔" (آل عمران:۴۱)

قرآن کریم کی وہ آیات جو کہ ذکر الٰہی کی ترغیب دلاتی اور اس کے فضائل و برکات اور فوائد کا پتہ دیتی ہیں وہ اہل عقل و دانش سے مخفی نہیں ہیں۔

ذکر الٰہی: احادیث کی روشنی میں:

اسی طرح ہی ہر دم اللہ کی طرف رجوع وتوجہ رکھنے اور اسی سے لو لگاتے رکھنے والے نبی اکرم ﷺ کی احادیث شریف بھی بکثرت ہیں، ایک صحیح حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ۔

"اپنے رب کا ذکر کرنے والے اور ذکر الٰہی سے محروم انسان کی مثال زندہ انسان اور مردے جیسی ہے۔"[۱] (صحیح بخاری)

اللہ اکبر! ذکر الٰہی تو روح وحیات ہے اور اسے بھلا بیٹھنا فناء وموت ہے،

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُسْرٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ شَرَائِعَ الْإِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ عَلَيَّ، فَأَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ أَتَشَبَّثُ بِهِ. قَالَ: لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللهِ۔

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اسلامی شریعت کے احکام تو بکثرت ہیں لہذا مجھے آپ کوئی ایسی چیز بتائیں کہ جسے میں مضبوطی سے اپنا لوں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تمہاری زبان ہے وقت ذکر الٰہی سے تر رہے۔"[۲] (سنن ترمذی، مستدرک حاکم بسند صحیح)

---

[۱] صحیح بخاری:6407۔

[۲] سنن ترمذی:3375۔

ذکر الٰہی اور اسوۂ رسول ﷺ:

اللہ تعالیٰ سے انس ومحبت اور تعلق وشیفتگی کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ ہر ہر پل اور ہر ہر لمحہ رب کے ذکر میں رطب اللسان رہا کرتے تھے، آنکھ کا جھپکنا اور دل کا دھڑکنا کوئی بھی ذکر الٰہی سے خالی نہ جاتا تھا۔ ہر حال میں اور ہر وقت آپ ﷺ دھڑکتے دل سے اشکبار آنکھوں کے سماں میں ذکر باری تعالیٰ میں مصروف رہا کرتے تھے ۔کیا یہ خود نبی اکرم ﷺ (فداہ ابی امی) کا ہی ارشاد نہیں ہے: أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ وَأَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ وَأَرْفَعِهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ ، وَخَيْرٌ لَكُمْ مِنْ إِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ، وَخَيْرٌ لَكُمْ مِنْ أَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوا أَعْنَاقَكُمْ ؟ "قَالُوا: بَلَى، قَالَ: ذِكْرُ اللهِ تَعَالَى۔

" کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جو تمہارے تمام اعمال سے بہترین، تمہارے مالک ومولا کے نزدیک قیمتی و پاک اور محبوب ترین اور تمہارے درجات میں سے بلند ترین اور تمہارے سونا و چاندی خرچ کرنے سے بھی بڑھ کر اور اس سے بھی بہتر کہ تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو وہ تمہاری گردنیں ماریں اور تم ان کی گردنوں کو اڑاؤ؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ضرور بتائیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "وہ عمل ہے ذکر الٰہی"۔[1] (ترمذی، مسند احمد، مستدرک حاکم بسند صحیح)

ذکر الٰہی اور فرحت قلبی:

برادران ایمان! اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ ذکر کرتے رہنا، اس کے کلمات وتقاضوں کو پورا کرنا اور اس کے الفاظ ومعانی پر تدبر وتفکر کرنا دلوں اور ارواح کو فرحتوں کی دنیا میں لے جاتا ہے اور یہ وہ عز وشرف ہے جو نہ تو سلطنت واقتدار سے ہاتھ آتا ہے اور نہ ہی اسے دولت ومال سے خریدا جاسکتا ہے بلکہ یہ صرف اس صاحب کمال وجمال ذات کرامی کی توفیق سے ہی ملتا ہے شاعر کہتا ہے: "اپنی زبان کو ہمیشہ کلمات قبیحہ کی ادائیگی سے روک کر رکھو اور اسے میرے ساتھی ہمیشہ ذکر الٰہی میں مصروف رہا کرو، اللہ کی طرف اپنے فقر اء ناداری کے ہاتھ اٹھائے رکھو اور گڑ گڑاؤ اور اس کی طرف رہنے دل کا رجحان ورجوع رکھو وہ تمہیں تمہاری مرادوں سے نوازے گا اور تم سعادت وخوشحالی سے مالا مال ہو جاؤ گے۔"

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کے شہ پارے:

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ذکر الٰہی کی فضیلت اور ذکر کرنے والوں کا حال بیان کرتے ہوئے کیا کیا لعل وجواہر لٹائے اور کتنی عمدہ کشیدہ کاری کی ہے لکھتے ہیں: "یہ ذکر الٰہی ہی مسلمان قوم کا اصل ٹھکانہ ہے کہ وہ جب رسے چھوڑ دیں گے تو ان کے جسم مردوں کے قبرستان کی شکل اختیار کر جائیں گے اور یہ ذکر الٰہی ہی ان کے دلوں کی دنیا کی آبادی کا سبب ہے اور جب وہ اسے چھوڑ بیٹھیں گے تو ان کے دلوں کی دنیا ویران ہو جائے گی، اس ذکر الٰہی کی بدولت ہی وہ آفات و بلاؤں کو دفع کرتے ہیں اور مصائب ومشکلات دور کرتے ہیں، جب انہیں کوئی بلاء و مصیبت گھیرے تو وہ فوراً ذکر الٰہی کو اپنا ملجا وماویٰ بناتے ہیں اور جب وہ کسی ہنگامی آفت میں پھنس جاتے ہیں تو وہ اس کی طرف بھاگتے ہیں یہ ذکر جنت کا باغیچہ ہے جس کی طرف وہ پلٹتے ہیں یہ دلوں کی جلا ہے انہیں صیقل کرتا اور چمکاتا ہے اور جب ان پر بیماریوں (امراض وقلوب

---

[1] سنن ترمذی: 3377۔

کے بادل چھا جائیں، تو یہ ذکر الٰہی ہی ان کی دوا بن جاتا ہے۔"

بندے کا ذکر ملا اعلیٰ میں:

برادران ایمان! خیر البشر نبی اکرم ﷺ نے بشارت دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرمایا ہے: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، وَأَنَا مَعَهُ حِينَ يَذْكُرُنِي، إِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي، وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ هُمْ خَيْرٌ مِنْهُمْ، وَإِنْ تَقَرَّبَ مِنِّي شِبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا، وَإِنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً۔

"میں اپنے بندے کے ظن وگمان پر پورا کرتا ہوں وہ جب بھی مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، جب وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ اپنی قوم (دوست واحباب) کے درمیان میرا ذکر کرتا ہے تو میں اسے اس قوم فرشتوں میں یاد کرتا ہوں جو کہ ان لوگوں سے بہت ہی بہتر ہیں۔"[1] (صحیح بخاری ومسلم)

اس بندے سے زیادہ عزت وتکریم والا کون ہوسکتا ہے جس کا ذکر وتعریف کرنے والا خود اللہ تعالیٰ ہو۔ لا الہ الا اللہ، واللہ اکبر

ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ﴾

"اور اللہ کا ذکر تو بہت ہی بڑا (اچھا) کام ہے۔" (العنکبوت: ۴۵)

دار الابرار کے پھل پھول:

اے ذکر الٰہی میں مشغول رہنے والے فاضل حضرات! ذکر واذکار پر محافظت و پابندی کرنا آخرت کے دار الابرار میں پھولوں اور پھلداریوں کی تخم ریزی وآبیاری کرنا ہے اور جنت کے پودے لگانے میں کوتاہی کون کرسکتا ہے سوائے اس فریب خوردہ کے جو کہ مفلس ونادر عقل ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾

"اے ایمان والو! تمہیں تمہارے اموال واولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردیں اور جس نے اس کا ارتکاب کیا وہ لوگ خسارہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔" (المنافقون: ۹)

ذکر الٰہی روحانی سکون کا ذریعہ:

جی ہاں! جب ذکر الٰہی دل میں جاگزیں ہوجاتا ہے اور قلب وروح میں رچ بس جاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی توبہ واستغفار اور ہر وقت اللہ کی طرف رجوع کئے رہنے کا مادہ بھی شامل ہوجاتا ہے تو ایک ایسا آمیزہ تیار ہوجاتا ہے جو نفس کی تطہیر وخوشحالی روح کے تزکیہ وبالیدگی کا سامان اور اسکے نور وصفائی کا ذریعہ بن جاتا ہے اور یہ چیز روح کی تقویت وترقی کے لئے وہی کام سرانجام دیتی ہے جو زمین وفصل کے لئے عبادان

---

[1] صحیح مسلم: 2675۔

رحمت کی ٹپکتی ہوئی ۔۔۔کام دیتی ہے،لہذا ایسی گھڑیوں میں اس نور بصیرت کے حصول سے پیچھے نہ رہیں جوکہ ذکر کرنے والوں پر چمکتا ہے ذکر کی خوشبو سے انکے مدارک پھر لیتے ہیں ذکر کرنے والا اللہ کے ذکر کی بناء پر اللہ کے نور سے چمکتا ہوا تاج پہنایا جاتا ہے جس سے اس کے حسن و جمال میں چار چاند لگ جاتے ہیں ذکر کرنے والے کے دل میں حب الٰہی بھر جاتی ہے اور اس رعب و جلال حاصل ہو جاتا ہے اور وہ ایک روحانی سکون و اطمینان کی دولت سے مالا مال ہو جاتا ہے، ارشاد الٰہی ہے:﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾

"جو لوگ ایمان لاتے اور ان کے دل ذکر الٰہی سے سکون و اطمینان پاتے ہیں (انہیں اللہ اپنا راستہ بھی دکھلاتا ہے) اور سن رکھو کہ اللہ کی یاد (ذکر الٰہی) سے دل آرام و اطمینان پاتے ہیں۔" (الرعد:۲۸)

دلوں کو خوشی وغمی ہر موقع پر ذکر الٰہی سے اطمینان و سکون ملتا ہے وہ پرسکون ہو جاتے ہیں اور آہ وزاری نہیں کرتے اگرچہ انہیں کتنے ہی فتنوں اور آمائشوں کے پہاڑوں سے ٹکرانا پڑے وہ گھبراتے نہیں، اگر جب بھی ان میں تزکیہ و تصفیہ اور روحانی تطہیر وصفائی کا کام کرنے والا انگارہ ٹھنڈا پڑ جاتا ہے، تو وہ فوراً ذکر الٰہی کی پناہ کا سرمایہ ہاتھ لگ جاتا ہے اور یہ ذکر الٰہی اس بندے کو اسی وعدے تک پہنچا دیتا ہے جس کی کبھی خلاف ورزی نہ ہوگی، اس کے لئے خوشحالی اور عمدہ انجام ہے ارشاد الٰہی ہے:﴿وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا﴾

"اور اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لئے (بھی) اللہ تعالیٰ نے بخشش اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔" (الاحزاب: ۳۵)

شاعر کہتا ہے:

"تم دنیا میں اللہ کا بکثرت ذکر کرو تاکہ اسی وقت آسمانوں میں تمہارا ذکر کیا جائے اور جب بھی کسی مشکل میں پھنس جاؤ تو اللہ کی قدرتوں کا اعتراف کرتے ہوئے اسے ہی اسی طرح پکارو جس طرح کہ ذوالنون (حضرت یونس علیہ السلام) نے اسے (مچھلی کے پیٹ میں) پکارا تھا۔"

لاالہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین

ذکر الٰہی اور عذاب الٰہی سے نجات:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: مَا شَيْءٌ أَنْجَى مِنْ عَذَابِ اللَّهِ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ۔

"اللہ کے عذاب سے نجات دلانے والی ذکر الٰہی سے بہتر دوسری کوئی چیز نہیں ہے۔"[1] (ترمذی)

کیوں نہ ہو کہ وہ دعا جو اللہ کی حمد و ثناء اور تعظیم و تمجید کے سرچشموں سے اٹھے وہ دراصل اللہ کے سامنے اس بندے کے خضوع و انکساری اور رجوع و خاکساری کا ایک اقرار ہوتی ہے اور وہ ہر چیز کو جاننے والے علیم و خبیر کی طرف جھکنے اور اس ذات الٰہی کی صدق عمل سے اطاعت کرنے کا اقبال و اظہار ہے۔

[1] ترمذی:3377۔

(۱) منہج اعتدال سے ہٹے ہوئے لوگ:

اے بھلے لوگو! اعمال صالحہ سے پیچھے ہٹے ہوئے لوگوں کا ایک گروہ ایسا بھی ہے جو راہ و منہج اعتدال سے ہٹے ہوئے ہیں انہوں نے حجاب حق کو تارتار کر دیا ہے اور جہالت و تکبر میں مبتلا ہو کر دین کا تار و پود بکھیر دیا ہے اور دن دہاڑے مسلمانوں کی خونریزی کی ہے۔

(۲) ان کا دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جنہیں سیٹلائیٹ کا جنو ہے وہ انٹرنیٹ اور دوسری ٹیکنالوجی کے رسیا ہو چکے ہیں جہاں سے فنی گندگیاں پھوٹتی ہیں اور ذلیل و مخرب اخلاق و شیرینی کیا جانیں؟ اور یہ لوگ ذکر الٰہی کے فضائل و فوائد، برکات و ثمرات اور جلیل القدر مقاصد و غایات سے کیسے مستفید ہو سکتے ہیں؟

ذاکرین کا کردار:

اے ایمان والو! کیا آپ کی نگاہوں نے اللہ کی طرف لو لگائے اس کا ذکر کرتے والے شخص کا نظارہ کیا ہے جس کے کردار کا مختصر ساخاکہ یہ ہے کہ قرآن اس کا انیس و غمخوار ہے، تنہائی میں اللہ کا ذکر اس کا ہمنشین و ساتھی ہوتا ہے، اس کی فطرت و طبیعت میں نرمی پیدا ہو چکی ہے۔ اسے راہ استقامت و ہدایت پر ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو اس کی نسبت سکون و اطمینان ہے اور تمام مسلمان اس کے شر و اذیت رسانی سے محفوظ ہیں۔ مبارک ہو اس کو جس کی یہ حالت ہو اور بشارت ہے اس کے لئے جسے اللہ نے وہ زبان عطا فرمائی ہے جو ذکر الٰہی سے تر رہتی ہے شکر باری تعالیٰ سے پر رہتی ہے اللہ کی حمد و ثناء پر ہشاش بشاش ہوتی ہے اور اللہ سے امید و رجاء کے ساتھ مسلسل پرنم رہتی ہے اللہ کی تسبیح اور توبہ و استغفار سے تر رہتی ہے اور تفکر و عبرت میں کامیاب کروانے میں معاون بنتی ہے، اسی طرح کے لوگوں پر اللہ کی مدد و نصرت اور اس کی مغفرت و بخشش نازل ہوتی ہے اور ایسے لوگوں کی امت ہی شکستوں اور پسپائیوں سے نجات پاتی ہے اور عوام گڑھے میں اوندھے منہ گرنے سے بچاتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

"اے ایمان والو! جب (کفار کی) کسی جماعت سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور بکثرت ذکر الٰہی کرو تاکہ فلاح و مراد پاؤ۔" (الانفال: ۴۵)

قتیبہ بن مسلم اور ایک عابد دعاگو:

امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں لکھا ہے کہ قتیبہ بن مسلم نے بعض معرکوں کے دوران امام و عابد شخص محمد بن واسع کے بارے میں دریافت کیا جبکہ زوروں کی جنگ جاری تھی انہیں بتایا گیا کہ وہ اپنی جاءنماز پر اپنی انگشت شہادت کو اٹھائے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس سے دعائیں کرتے رہے ہیں اس پر معروف مسلم جرنیل قتیبہ بن مسلم نے کہا: "اللہ کی قسم! محمد بن واسع کی وہ انگلی مجھے ایک ہزار جنگجو نوجوان اور ایک ہزار معروف تلوار سے بھی زیادہ وہ پیاری ہے۔" اللہ اکبر

اثرات و ثمرات ذکر کی ایک جھلک:

اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے! امت کو مشکلات سے نکالنے اور اسے دشمنوں پر فتح و نصرت دلانے میں ذکر الٰہی اور ذاکرین کا اثر ملاحظہ کریں

اور اس پر غور وفکر کریں۔

اے ایمان والو! یہ ذکر اور اسکے اسرار رموز کی ایک خوشبودار جھلک ہے اور اس کے فضائل و برکات اور ثمرات و اثرات کا مختصر سا تذکرہ ہے، یہ ذکر اگر مومن کے دل وزبان دونوں پر ہی جاری ہو جائے تو یہ دنیا ہی اس کے لئے جنت بن جاتی ہے اور یہ اس کی انتہائی غرض وعنایت اور اپنے رب کے ساتھ انس ومحبت کا ذریعہ ہو جاتا ہے اور ایسے شخص کے لئے بشارت وخوشخبری ہے۔

غفلت شعار لوگ:

اللہ والو! تعجب انگیز بات یہ ہے کہ آپ مسلمانوں کے مابین ایسے لوگوں کو بھی دیکھیں گے جنہیں غفلت کی قینچیوں نے کاٹ کر ریزہ کر رکھا ہے غفلت وبھول اپنی تمام تر ظلمتوں اور مدہوشیوں کے ساتھ ان پر چھا چکی ہے اور غفلت نے ان پر دبیز پردے گرا رکھے ہیں اور ضیاع نے ان پر حجاب اور تالے لگا رکھے ہیں جنکی بدولت انکی زبانیں گنگ ہو چکی ہیں اور ان کے دل تاریک ہو گئے اور وہ اندھے پن اور گمراہی کے تاریک اندھیروں میں سرگرداں ہیں۔

(۲) آپ ان میں سے بعض ان لوگوں کو دیکھیں گے جو اپنے شب و روز لغویات، غیبت وچغلی اور واہیات گوئی میں گزارتے ہیں اور دوسرے مسلمانوں کی آبروؤں میں منہ مارتے پھرتے ہیں اور ذکر الٰہی ان کے وہم وگمان میں بھی نہیں آتا اور نہ ہی ان کی زبان و دل اس پر لگتے ہیں ایسے ہی لوگوں کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ﴾

"اور جو کوئی اللہ کی یاد (ذکر الٰہی) سے آنکھیں بند کر لے (تغافل کرے) تو ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں اور وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔" (الزخرف: ۳۶)

(۳) ان میں سے بعض لوگ وہ ہیں جو لہو لعب اور باطل امور میں گھنٹوں برباد کر دیتے ہیں اور دینی زبان سے چند انتہائی ہلکے پھلکے کلمات ادا نہیں کر سکتے جو کہ میزان حسنات میں بہت ہی بھاری اور رب رحمان کے نزدیک بڑے ہی محبوب ہیں اور جنہیں کہہ کر وہ بکثرت نیکیاں جمع کر سکتے ہیں اور وہ کلمات یہ ہیں: ((سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم)) (صحیح بخاری آخری حدیث)

(۴) کئی لوگ وہ ہیں جن کے دلوں نے مناجات ودعا اور خشوع وخضوع کی حلاوت وشیرینی اور لذت ہی نہیں چکھی اور نہ ہی ان کی آنکھوں نے آنسو بہانے کا مزہ پایا ہے۔

(۵) ان میں سے بعض لہو لعب اور سہو میں بنی سحبان کے آدمی وائل کے ہمسر ہو جاتے ہیں (جو کہ فصاحت و بلاغت میں اپنی مثال آپ تھا) اور جب ذکر ودعاء کی باری آتی ہے تو۔۔۔ سے بھی زیادہ اپنی مراد ظاہر کرنے سے عاجز آجاتے ہیں (جو کہ بنی ربیعہ کا ایک کم عقل شخص تھا، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ أُولَئِكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾

"ان پر افسوس (ان کے لئے ویل وہلاکت) ہے جن کے دل ذکر الٰہی سے سخت ہو رہے ہیں یہی لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔" (الزمر: ۲۲)

(٦) ویل و ہلاکت ہے، افسوس وتباہی ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل اللہ سے دعاومناجات اور ذکر الٰہی کرنے کی بجائے سخت پتھر ہو چکے ہیں اور اس سے دور جا چکے ہیں، دل بنجر و پتھر کی طرح سخت ہیں اور زبانوں پر زنگ ہوا ہے اور نافرمانی پر تلی ہوئی ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللهِ، فَإِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللهِ قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ، وَإِنَّ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللهِ الْقَلْبُ الْقَاسِي۔

"ذکر الٰہی کے سوا بکثرت گفتگو نہ کرو کیونکہ ذکر الٰہی کے سوا کثرت سے گفتگو سنگدلی لاتی ہے اور اللہ سے سب سے زیادہ دور وہ شخص ہوتا ہے جو سنگدل ہو۔"[1] (ترمذی)

ذکر الٰہی اور زوال وحشت:

اللہ کے بندو! کیا اس سے بڑھ کر بھی آنسوؤں حسرتوں اور آہوں والا کوئی ہوگا جس نے لذت آگئیں مناجات اور اللہ کی جناب میں کوتاہی کی ہے علامہ ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"غافل شخص اور اللہ تعالیٰ کے مابین ایک وحشت ہوتی ہے جو صرف ذکر الٰہی سے ہی زائل ہوتی ہے۔"

من گھڑت اذکار اوراد:

اے ذکر حکیم اور قرآن کریم والی امت! یہاں ایک توجہ طلب امر ہے جسے اس مختصر نصیحت و یاد دہانی میں بھی ہم نظر نہیں کرنا چاہتے اور وہ امر یہ ہے کہ بعض لوگوں نے کچھ جعلی اذکار و اوراد گھڑ رکھے ہیں جنہوں نے انہیں بندوں پر اللہ محب اور پوری کائنات کے سردار نبی ﷺ سے ثابت شدہ مسنون اذکار سے دور کر رکھا ہے وہ اذکار نہ صرف صحیح اسناد پر مشتمل مسنون و ماثور اور کتاب وسنت سے ثابت شدہ اذکار کے مخالف ہیں بلکہ وہ تو صفات وقار سے بھی کوئی مناسبت نہیں رکھتے ہیں اور عجیب شور وشغب کا نمونہ پیش کرتے ہیں جبکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "جو شخص ذکر الٰہی کرنا چاہے اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ اپنی آواز کو بہت دھیما رکھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ﴾

"اور اپنے رب کا ذکر دل ہی دل میں کریں اور وہ عاجزی وخوف کے ساتھ ہو اور دھیمی و پست آواز سے اسے صبح و شام یاد کرتے رہیں اور غافل نہ ہو جانا۔" (الاعراف: ۲۰۵)

اور اس کے آگے شیخ الاسلام لکھتے ہیں: "بعض لوگ جو خود ساختہ و جعلی اور من گھڑت اذکار اوراد میں جھومتے گھومتے، جھولتے چلاتے اور خوفزدہ لوگوں کی سی آوازیں نکالتے ہیں، یہ نبی اکرم ﷺ کے مبارک طریقے سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں رکھتیں۔"

تلاوت قرآن و ذکر الٰہی:

مسلمانو! خبردار ہو جاؤ تلاوت قرآن کو چھوڑے رکھنے اور ذکر الٰہی سے غفلت و لاپرواہی برتنے جیسی حرکات کو چھوڑ دیں ان شگافوں کی

[1] ترمذی: 2411۔

پیوندکاری اور رفوگری کریں ایک دوسرے کو ذکر الٰہی کی وصیت وتاکید کرتے رہیں اور ہر گھڑی ہر جگہ اور آن سکے ذکر ومناجات کا شوق پالے رکھیں تو آپ فلاح ومراد پا جائیں گے، سعادت وخوشی آپ کا مقدر ہوگی توفیق خیر آپ کی حلیف اور مدد ونصرت الٰہی آپ کا نصیب ہوگی اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو خواب غفلت کے جھونکوں سے بچالے ہمیں اپنے صراط مستقیم کی ہدایت سے نوازے اور اپنے فضل وکرم سے ہمیں دردناک عذاب سے محفوظ رکھے وہ بڑا ہی صاحب جود وسخا اور اہل فضل وکرم ہے۔

افضل ذکر تلاوت قرآن:

اے ایمان والو! موت آجانے سے پہلے پہلے بکثرت ذکر کرلو اے دینی پیارے بھائیو! سب سے افضل ترین ذکر جس کا اجر وثواب زیادہ ہے اور جو زیادہ باعث نور وفائدہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کی قدر وقیمت بڑھانے اور اس کے محبت وبرہان ہونے کا پتہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَهَذَا ذِكْرٌ مُبَارَكٌ أَنْزَلْنَاهُ﴾

"یہ بابرکت ذکر ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے۔" (الانبیاء:۵۰)

دوسری جگہ فرمایا: ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ﴾

"یہ تو محض ذکر ونصیحت اور واضح وصاف صاف قرآن ہے۔" (یٰسین:۶۹)

کیوں نہ ہو، اس قرآن نے اپنے تیز وروشن نور سے دنیا بھر کی ظلمتوں اور تاریکیوں کو منور کر دیا ہے اور بیمار دلوں کو صحت مند و بیدار کر دیا ہے تاکہ وہ راہت ہدایت پاسکیں۔

حلاوت ولذت قرآن:

اس قرآن کی ایک خاص حلاوت وشیرینی ہے اس کی ایک مخصوص لذت وتازگی ہے اس کا نچلا حصہ گھرے سایوں والا ہے اور اوپر کا حصہ پتوں اور پھلوں سے لدا ہوا ہے اور یہ ہی تمام کتابوں پر غالب آتا ہے اس پر دوسری بہترین کوئی کتاب غالب نہیں آسکتی،

بقول شاعر:

"قرآن وہ بہترین ساتھی ہے جس کی گفتگو سے آدمی اکتاتا نہیں اور اسے جتنا زیادہ دہرائیں اس میں اتنا زیادہ مزہ اور جمال وحسن آتا ہے جو شخص شوق ومحبت کے ساتھ اس کی تلاوت کرتا رہے یہ اس کے لئے اللہ کے یہاں سفارشیں کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ تک اپنے سوال وحاجت کو پہنچانے کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔"

اے امت قرآن! اے امت فرقان! یہ ہے قرآن کریم کی عظمت وجلال اس کا مرتبہ وجمال اور اس کا مقام وکمال۔

قرآن کی بے حرمتی کا مجرمانہ فعل:

اس سب کچھ کے باوجود اور باوصف اس کے کہ نہ صرف ملت محمدیہ بلکہ شرائع سماویہ میں یہ بات طے ہے کہ قرآن کریم کی تعظیم اور تقدیس و شرف کا اقرار کرنا واجب ہے لیکن جو چیز زخموں پر نمک چھڑکنے والی جذبات کو ٹھیس پہنچانے والی اور انتہائی دل آزاری کا باعث ہے جس

نے تمام دنیا کو ہلا کر رکھ دیا اور جس کی مذمت ونکیر ہر جگہ کی جا رہی ہے وہ فعل (امریکی عیسائیوں کا گوانٹانا موکے عقوبت خانے میں) ہماری سب سے مقدس ترین کتاب، ہماری سب سے زیادہ عزوشرف والی قابل احترام چیز جو کہ ہماری عزت وشرف کا سبب اور ہمارے لئے باعث فخر واعتذار ہے وہ ہے قرآن کریم کی توہین جس کی بے حرمتی وگستاخی کی گئی ہے وہ ہمارے رب کی کتاب کریم ہے اور ہمارے دستور حیات پر دست درازی کی گئی ہے اور دلوں میں چھپے وبغض وکینہ کی کوئی حد ہے تو اپنے فعل میں یہ لوگ اسے بھی پار کر گئے ہیں۔

مسلمانوں کی دلآزاری:

ان کے اس فعل قبیح سے مسلمانوں کے جذبات کو سخت ٹھیس پہنچی، ان کے احساسات کو مجروح کر کے انہیں بھڑکایا گیا ہے اور مسلمانوں کی مقدس ترین چیز ان کی زندگی کے لئے مشعل نور اور ان کے وجود کے بھید کی بے حرمتی کر کے دنیا بھر کے مسلمانوں کی دلآزاری کی گئی ہے۔

سوا ارب مسلمانوں کا احتجاج ومذمت اور قرار واقعی سزا کا مطالبہ:

ہم اس پاک سرزمین اور حرم طائر ومقدس سے ان ایک ارب (سوا بلین) مسلمانوں جو اسے اپنی مقدس کتاب مانتے ہیں ان کے نام سے احتجاج ومطالبہ کرتے ہیں کہ اس واقعہ کی منصفانہ تحقیق کروائی جائے اور بدترین جرم کا ارتکاب کرنے والے مجرموں کو قرار واقعی سزا دے کر انہیں کیفر کردار تک پہنچایا جائے تا کہ آئندہ اس بیماری کے جراثیم مٹ جائیں، اس جرم کا کوئی اعادہ نہ کرنے پائے اور غدارانہ فعل شنیع کی دوبارہ کسی کو جرات نہ ہو اسی میں دنیا بھر کے مسلمانوں کے جذبات کا احترام پایا جاتا ہے۔ تمام معاشروں میں مروج تہذیبی واخلاقی اقدار کا اسی میں تحفظ ہے اور روئے زمین کے تمام ممالک میں عدل وانصاف حق اور امن وسلامتی کے قیام کا بھی یہی تقاضا ہے، ایسے میں ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ ہر جگہ کے مسلمانوں سے فوراً معافی مانگی جائے تا کہ غضب وغصے کی گرہیں کھلیں اور لامتناہی ابلتے ہوئے جذبات کی آگ ٹھنڈی ہو اور وہ شگاف بند ہو جو اس قسم کے دردناک وذلیل افعال پیدا کرتے ہیں جن کے نتائج کبھی اچھے نہیں ہو سکتے اور اس کے ساتھ ہی ایسے واقعات مختلف اقوام ومعاشروں میں سنگدلی ونفرت کی آگ بھڑکتی ہے اور نسل درنسل تشدد کے دروازے کھلتے جاتے ہیں اور باہم آویزشوں کی کڑیوں سے کڑیاں ملتی ہی چلی جاتی ہیں اور یہ واقعات دلآزاری مختلف تہذیبوں میں تصادم پیدا کے علاوہ دوسری کوئی خدمت سر انجام نہیں دیتے جو کہ تاریخ کے سینے میں نقش ہو جائیں گے اور اس قوم کی بداعمالیوں اور شرانگیزیوں کی فہرست میں گہری وسیاہی سے لکھے جائیں گے اور وہ شخص برائی ہوگیا اور اس کے ہاتھ میں ایک عذر آگیا جس نے وضاحت کر دی اور خبردار کر دیا جبکہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ﴾

"اور سب کاموں کا انجام اللہ کے ہاتھ واختیار میں ہے۔" (الحج: ۴۱)

غم وغصہ اور دکھ کی آہوں کراہٹوں سے ہمارے دل جل گئے ہیں اور آنکھوں سے گہرے سرخ رنگ کے خونی آنسو رواں ہیں۔

اللہ اپنی پناہ میں کر ھے ہم اسی سے تحفظ مانگتے ہیں۔ اے اللہ! ہم معافی کے خواستگار ہیں اور ان ظالموں نے تیری کتاب کی جو بے حرمتی کی ہے اس اسے اپنی براءت کا اظہار کرتے ہیں اور اور بیان کے ذریعہ تجھ سے اپنے برئ الذمہ قرار پانے کا سوال کرتے ہیں اور امت کو نصیحت اور ان کی خیر خواہی چاہتے ہیں تو ہی ہمیں کافی اور تو ہی بہترین کارساز ہے، تو ہی ہمیں کافی اور تو ہی بہترین کارساز ہے تو ہی ہمیں کافی اور تو ہی

بہترین کارساز ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

سعودی حکومت کا جراٴتمندانہ موقف:

اس دولت قرآن سعودی عرب کے موقف انتہائی قابل ستائش ہے کہ حرمین شریفین والے اس ملک نزول وحی والے علاقے اور قرآن کو اپنا قانون و دستور بنانے والی مملکت نے اس بدترین واقعہ وحادثہ کا بروقت نوٹس لیا اور انتہائی جراتمندانہ وقائدانہ موقف اختیار کرتے ہوئے اس مجرمانہ فعل کی شدید مذمت کی اور اس ملک کے لئے اور اس کے ربانی تانے بانے کا یہ کوئی انوکھا و پہلا موقف نہیں اللہ تعالیٰ اس ملک کو مزید خیر و برکت عطا کرے اسے توفیق مزید سے نوازے اور اسے ثبات واستقامت بخشے ،اس مجرمانہ فعل کے سلسلہ میں تمام سرکاری وغیر سرکاری اداروں اور اسلامی و عالمی تنظیموں نے جو جرائمندانہ موقف اختیار کیا ہے وہ باعث اجر و شکر ہے ان کی یہ خوبی اللہ ہی کی طرف سے ہے اور ان کے یہ مواقف انتہائی باعث برکت ہیں، یہ کمرتوڑ نکیر اور یہ طوفان بردوش مذمت صرف غیرت وحمیت کو برانگیختہ کرنے،غم وغصہ کو بھڑکانے اور جذبات کو موجزن کرنے کے لئے ہی نہیں بلکہ یہ اس فعل کی مذمت کرنے اور جذبات کی صحیح رہنمائی کرنے کے لئے ہیں اور انہیں عام آداب، اخلاقی قواعد اور شرعی ضوابط و اصول کی تحم کرنے کے لئے بھی ہے شاید کہ یہ سوئیاں اور ٹیکے مزید عبرت انگیزیوں کا باعث بن جائیں اور تعمیری وسنجیدہ مثبت عمل کے آفاق کی طرف پروانو کا آغاز ثابت ہوں اور اصلاح و تعمیر وترقی کے میدانوں کی راہیں کھول سکیں ورنہ اللہ اپنے دین کا محافظ اور اپنی کتاب کا حامی و ناصر ہے، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾

”بے شک یہ کتاب (نصیحت) ہم ہی نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔“ (الحجر:۹)

مجرموں کے اس کرتوت سے قرآن کو مزید رفعتیں ملیں گی اور مسلمان اس سے مزید گہرا تعلق پیدا کرلیں گے اور اللہ اپنے اس نور دین کو پورا کرکے ہی رہے گا چاہئے یہ بات کافروں کو بری ہی کیوں نہ لگے، اللہ والو! خبردار رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو، اپنے آپ کے بارے میں اور اپنے قرآن کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کی اتنی وایسی تلاوت کرو جتنی وجیسی تلاوت کرنے کا اس کا حق ہے، اس کے احکام کو عملی جامہ پہناؤ، اس کی بے حرمتی پر غیرت کھاؤ اور اس کا ہر طرح سے دفاع کرو اور اسکی بے حرمتی کا انتقام لو اور اس سلسلہ میں ہر ممکن کوشش کرو تاکہ تم رحم کئے جاؤ۔

عدل کی فضیلت ومقام اور ظلم کی مذمت وانجام

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن محمد آل طالب حفظہ اللہ

۱۹/ ۴/ ۱۴۲۶ھ، ۲۷/ ۵/ ۲۰۰۵ء

رجوع الی اللہ:

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے، ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا (70) يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرا کرو اور سیدھی بات کیا کرو، وہ تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا تو بے شک وہ بڑی مراد پائے گا۔" (الاحزاب: ۷۰-۷۱)

اپنے رب کی طرف رجوع کرلو اور اپنے دل اس کے سامنے مطیع وفرمانبردار کردو، دنیا کی یہ زندگی آپ لوگوں کو فریب میں مبتلا نہ کردے دلوں کا فاقہ وحاجت درپیش آتی ہے اور انکی اس غرض تو اللہ کی طرف رجوع اس محبت اور اسی سے لو لگانے کے سوا کوئی چیز پوری نہیں کرسکتی اور نہ ہی اس کی پراگندگی کو اس کے سوا کوئی چیز سمیٹ سکتی ہے کہ وہ اپنے تمام اعضاء جسم کی حفاظت کرے، حرام اشیاء وامور سے مکمل اجتناب وگریز کرے اور مشتبہ اشیاء وشکوک وشبہات سے بچارہے اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو اپنے نفس کی نگرانی کرتا رہے، اس پر ضمیر کا پہرے دار بٹھا رکھے اپنے رب سے ڈرتا رہے اور آخرت کے لئے تیار رہے۔

زندگی کا لطف اور جینے کا مزہ:

ایمان والو! زندگی کا لطف اور جینے مزہ تبھی آتا ہے جب انسان اپنے مکمل حقوق پارہا ہو۔ اور ملکوں کی آبادی اور تہذیبوں کا قیام صرف عدل و انصاف برابری ومساوات اور حصول حقوق سے ہی ممکن ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نفس کی فطرت میں عدل وانصاف کی محبت ودیعت فرمائی ہے اور تمام سلیم الفطرت اور حکیم العقل لوگ عدل کے استحسان پر متفق ہیں، بادشاہوں، قائدین، عظیم لوگوں اور سرداروں کی مدح سرائی اسی صفت کی بدولت ہوتی ہے حتی کہ آسمانی رسالتوں اور نبوتوں میں بھی اسی کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾

"ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان پر کتابیں نازل کیں اور ترازو (قواعد عدل) تاکہ لوگ عدل وانصاف پر قائم رہیں۔" (الحدید: ۲۵)

اسلام دین عدل:

دین اسلام لوگوں کو مختلف دینوں کے ظلم وجور سے اسلام کی طرف نکالنے کے لئے آیا ہے، یہ آسمان اور زمین بھی عدل کے ساتھ ہی قائم ہیں حتی کہ خود ذات باری تعالیٰ عدل وانصاف کے صفت عالی سے متصف ہے اور اس نے عدل کی ضد ظلم کی اپنے آپ سے نفی فرمائی ہے

چنانچہ ارشادِ ربانی ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾
"اللہ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔" (النساء:۴۰)

دینِ اسلام بھی عدل پر ہی قائم ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا﴾
"اور تمہارے رب کی باتیں سچائی اور عدل و انصاف میں پوری ہیں۔" (الانعام:۱۱۵)

اپنے احکام و قوانین میں عادل و منصف مزاج ہے، یہ کسی طرح کے ظلم و جور اور زیادتی کی اجازت نہیں دیتا بلکہ اسلام ہمیشہ حق کا ساتھ دیتا ہے وہ چاہئے جہاں بھی ہو۔ اسلام عہد و پیمان اور معاہدات کو پورا کرنے کا حکم دیتا ہے حتی کہ کفار کے ساتھ اس معاملہ میں بھی اس کی یہی تعلیمات ہیں چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿ وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ﴾
"اور اگر آپ کو کسی قوم سے دغابازی کا خوف تو (ان کا عہد) انہی کی طرف پھینک دو (اور) برابر (کا جواب دو) بے شک اللہ دغابازوں کو دوست نہیں رکھتا۔" (الانفال:۵۸)

سورۃ المائدہ میں ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾
"اور لوگوں کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف چھوڑ بیٹھو، انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیز گاری کی بات ہے۔" (المائدہ:۸)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کسی قوم کے ساتھ تمہارا بغض و عداوت تمہیں عدل و انصاف کو ترک کرنے پر برانگیختہ نہ کردے۔ عدل ہر کسی کے ساتھ اور ہر حال میں واجب ہے اللہ نے خود اپنے رسول ﷺ کو اس کا حکم دیا اسی کا پتہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ﴾
"(اے نبی کہہ دیں کہ) مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے مابین عدل و انصاف کروں۔" (الشوریٰ:۱۵)

فضائل و مقامِ عدل:

اور اس عدل و انصاف کا حکم ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی ساری مخلوق کو فرمایا ہے چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ﴾
"بے شک اللہ تمہیں عدل و انصاف اور نیکی و احسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔" (النحل:۹۰)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: الْإِمَامُ الْعَادِلُ۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جن سات قسم کے لوگوں کو اپنے عرش بریں کے سائے تلے جگہ دے گا ان میں سے سرفہرست اس شخص کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا وہ: "عدل گستری کرنے والا انصاف پسند حاکم و بادشاہ۔" جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے۔[1] (بخاری و مسلم)

جبکہ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِنَّ الْمُقْسِطِينَ عِنْدَ اللهِ عَلَى مَنَابِرَ مِنْ نُورٍ عَنْ يَمِينِ الرَّحْمَنِ عَزَّ

[1] صحیح بخاری:660۔

وَجَلَّ، وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ، الَّذِينَ يَعْدِلُونَ فِي حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيهِمْ وَمَا وَلُوا۔

"عدل وانصاف کرنے والے اللہ کے یہاں اس کی دائیں جانب نور کے منبروں پر سرفراز ہونگے اور اللہ کے دونوں ہاتھ ہی عین و برکت والے ہیں اور یہ لوگ وہ ہیں جو فیصلوں میں اپنے اہل وعیال میں اور اپنے زیر تسلط عوام میں عدل وانصاف کرتے ہیں۔"[1] (صحیح مسلم)

ظلم کی نفی ومذمت:

عدل وانصاف کی ضد ظلم وجور ہے اور یہ قیامت کے اندھیروں کا باعث ہے، اسے اللہ نے اپنے آپ پر حرام قرار دیا ہے اور بندوں میں بھی باہم حرام کیا ہے اور کوئی ظالم فلاح نہیں پا سکتا، ارشاد الٰہی ہے: ﴿لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾

"ظالم لوگ فلاں نہیں پائیں گے۔" (البقرۃ:۱۲۴)

جبکہ سورہ آل عمران میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ﴾

"اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔" (آل عمران:۵۷)

شرک ظلم عظیم:

اس میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں کہ سب سے بڑا ظلم اور بدترین ظلم اللہ کے ساتھ کسی کو اس عبادات وغیرہ میں شریک کرنا ہے جیسا کہ سورہ لقمان میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾

"بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔" (لقمان:۱۳)

عدل پر قیام اقتدار:

مسلم امہ اگر عدل وانصاف قائم کرے تو اسے اللہ کی تائید اور اس دنیا میں تسلط واقتدار ملتے ہیں چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے: "اللہ تعالیٰ عدل پرور حکومت کو قائم رکھتا ہے وہ چاہیے کافر ہی کیوں نہ ہو اور ظلم وجور کرنے والی حکومت کو قائم نہیں رکھتا وہ چاہیے مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔"

ظلم کا انجام:

مسلمانو! ہر حال میں عدل او انصاف کرنے کا حکم ہے اور ظلم کا انجام دنیا وآخرت میں بہت ہی برا ہے حدیث شریف میں ہے: مَنْ ظَلَمَ قِيدَ شِبْرٍ مِنَ الْأَرْضِ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ۔

"قیامت کے دن زمین کے ساتوں طبقوں سمیت اسے اس کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا۔"[2] (بخاری مسلم، مسند احمد، صحیح الجامع:۶۳۸۵)

جس نے کسی پر ظلم کیا تو اس کا بدلہ اس کے ظلم سے بھی زیادہ دردناک ہوگا، چنانچہ حدیث میں ہے: إِنَّ اللَّهَ لَيُمْلِي لِلظَّالِمِ، حَتَّى إِذَا

---

[1] صحیح مسلم:1827۔

[2] صحیح بخاری:2453۔

أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ۔

"اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیئے جاتا ہے لیکن جب اسے پکڑتا ہے تو پھر وہ اس سے بچ کر نہیں نکل سکتا۔"[1]

مظلوم کی دادرسی:

اگر کسی پر ظلم کیا گیا تو مظلوم کا حق ضائع نہیں ہوگا وہ مظلوم چاہیے چوپایہ ہی کیوں نہ ہو چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوقَ إِلَى أَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ

"قیامت کے دن ہر کسی کا حق ضرور دلوایا جائے گا حتی کہ بے سینگ بکری کو سینگوں والی بکری سے حق دلوایا جائے گا۔"[2] (صحیح مسلم)

ظالم کا حشر:

صحیح بخاری میں ارشاد نبوی ﷺ ہے: مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَظْلِمَةٌ لِأَخِيهِ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهَا، فَإِنَّهُ لَيْسَ ثَمَّ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ، مِنْ قَبْلِ أَنْ يُؤْخَذَ لِأَخِيهِ مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَخِيهِ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ۔

"جس نے اپنے کسی بھائی کی آبرو یا کسی بھی چیز پر ظلم کیا ہو، اسے چاہئے کہ وہ اس سے آج ہی معافی تلافی کروالے قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جب کسی کے پاس کوئی درہم و دینار نہیں ہوگا اگر کسی کے نامہ اعمال میں کوئی نیک عمل ہوگا تو اس کے ظلم کے بقدر اس سے وہ لے لیا جائے گا اور اگر اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی تو مظلوم کے گناہ لے کر اس کے کھاتے میں ڈال دیئے جائیں گے۔"[3] (صحیح بخاری)

مظلوم کی بدعاء:

مظلوم چاہئے کتنا ہی کمزور و بے بس کیوں نہ ہو اللہ اس کا مددگار ہے، حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ، يَرْفَعُهَا فَوْقَ الْغَمَامِ، وَتُفْتَحُ لَهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَيَقُولُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ: وَعِزَّتِي لَأَنْصُرَنَّكِ وَلَوْ بَعْدَ حِينٍ۔

"مظلوم کی بددعاء کو اللہ تعالیٰ بادلوں پر رکھ کر اوپر اٹھاتا ہے اور اس کے لئے آسمانوں کے دروازے کھول دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرمایا ہے: (مجھے میری عزت و جلال کی قسم میں تیری مدد ضرور کروں گا اگرچہ وہ کچھ دیر کے بعد ہی کیوں نہ ہو)۔"[4] (ترمذی)

ارشاد الٰہی ہے:﴿وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَى وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ﴾

"اور تمہارا رب جب نافرمان بکریوں کو پکڑتا ہے تو اس کی پکڑ اس طرح کی ہوتی ہے بے شک اس کی پکڑ بڑی سخت دردناک ہے۔" (هود: ۱۰۲)

---

[1] صحیح بخاری:4686۔
[2] صحیح مسلم:2582۔
[3] صحیح بخاری:6534۔
[4] ترمذی:2526۔

الزام تراشی و بہتان طرازی کرنے والے:

کیا ظالم شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا کیا وہ مظلوموں کی بدعائیں سے بھی خوف نہی کھاتا، وہ لوگ جو دوسروں پر تہمتیں لگاتے ہیں ان کے خلاف بلاوجہ بدگمانیاں کرتے ہیں اور اہل ایمان کو ان کی آبرووں میں اذیت پہنچاتے ہیں انہیں کہہ دیں کہ مظلوم کی دعاء مقبول ہوتی ہے قیامت کے دن کی اللہ کے حضور پیشی و جوابدہی کو یاد رکھیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا ﴾

"جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے کام (کی تہمت) سے جو انہوں نے نہ کیا ہو ایذاء دیں تو انہوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر پر اٹھایا۔" (الاحزاب:۵۸)

اسلام میں عدل کی اہمیت:

اللہ والو! اسلام میں عدل و انصاف کا مقام و مرتبہ بہت ہی بلند ہے، اس کے یہاں اجر و ثواب بھی بہت زیادہ ہے، عادل و منصف کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور اللہ عدل گستری و انصاف پروری کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ عادل و منصف شخص قیامت کے دن اللہ کے عرش کے سائے تلے ہوگا اور حاکم و قاضی اور ثالث کو انصاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ﴾

"اللہ تمہیں اس بات کا حکم دیتا ہے کہ تم لوگوں کی امانتیں ان کے مالکوں کو لوتا دو اور جب تم لوگوں کے مابین فیصلہ کرو تو عدل و انصاف سے فیصلہ کرو، اللہ تمہیں بہت خوب نصیحت کرتا ہے۔" (النساء:۵۸)

ہر حال میں عدل:

فیصلہ متنازعہ امور میں تقسیم چیز کی تقسم سے تعلق رکھتا ہو، کسی فرد کے بارے میں فیصلہ صادر کرنا ہو یا کسی جماعت کے بارے میں کسی کی تصنیف کردہ کتاب و رسالہ سے تعلق رکھتا ہو یا کسی پر نقد و جرح اور تعدیل و تحسین کرنا ہو، ہر معاملہ میں ہی عدل کرنا واجب ہے۔

اولاد میں عدل و برابری:

ایسے ہی اولاد پر فرض ہے کہ وہ داد و ہش اور معاملات و تعلقات میں اپنی اولاد کے مابین مکمل عدل و انصاف کرے، عطاؤں نوازشوں اور ہبہ میں کسی کو کسی بھی فوقیت نہ دے۔ اسی سلسلہ میں معروف صحابی حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ بڑا مشہور ہے نبی اکرم ﷺ نے جب دیکھا کہ انہوں نے اپنی اولاد کے مابین ہدیہ دینے میں عدل و انصاف سے کام نہیں لیا تو آپ نے اس کے ایک بیٹے کو دیئے جانے والے ہدیہ کو ردّ کر دیا اور ارشاد فرمایا: فَاتَّقُوا اللهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ۔

"اپنی اولاد کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔"[1]

بیویوں میں انصاف ومساوات:

اسی طرح شوہر پر بھی واجب ہے کہ وہ ایک سے زیادہ ہونے کی شکل میں اپنی بیویوں سے مساویانہ سلوک برتاؤ کرے، نان ونفقہ دینے اور وظیفۂ زوجیت ادا کرنے کے سلسلہ میں ان کے مابین عدل وانصاف کرے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ﴾

"اگر تمہیں خدشہ ہو کہ تم (ان کے مابین) عدل وانصاف نہ کر پاؤ گے تو پھر صرف ایک (پر ہی اکتفاء کرو) پھر اپنی کنیز جس کے تم مالک ہو۔"(النساء:۳)

ایک طرف جھکاؤ کا انجام:

جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث میں نبی اکرم ﷺ سے یہ بات ثابت ہے: مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ فَمَالَ إِلَى إِحْدَاهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ مَائِلٌ۔

جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کی طرف جھک جائے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو جھکا ہوا (فالج زدہ) ہوگا۔"[2] (ابوداود)

قول وکلام میں عدل:

عدل وانصاف ہر چیز میں مطلوب ہے حتی کہ قول وقرار اور کلام وگفتگو میں بھی عدل کرنا واجب ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا ﴾

"جب تم کوئی بات کہو تو (اس میں بھی) عدل سے کام لو۔" (الانعام:۱۵۲)

کلام وگفتگو میں عدل وانصاف کا مشکل ترین مرحلہ خود اپنے بارے میں کلام کرنے کا ہے اور جس نے اپنے نفس کی اس پر تربیت وتہذیب کر لی وہ کامیابی وفلاح پا گیا اور جب کسی کو عدل وانصاف کی توفیق دے دی گئی اور یہ عمل اس کے نزدیک مقام حب وپسندیدگی پا گیا تو پھر اللہ اسے حق کی تعلیم بھی عطا فرماتا ہے اور وہ شخص اللہ کی تمام مخلوقات کے ساتھ مہربان ورحمدل ہو جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ کا تابع فرمان بن جاتا ہے اور ٹیڑھ ترچھے راستوں سے اجتناب کرنے والا ہو جاتا ہے ارشاد الٰہی ہے: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَى أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴾

"اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور اللہ کے لئے سچی گواہی کو خواہ (اس میں) تمہارا یا تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کا ہی نقصان

---

[1] صحیح بخاری:2587۔

[2] ابوداود:2133۔

کیوں نہ ہو، اگر کوئی امیر یا فقیر تو اللہ ان کا خیر خواہ ہے تم خواہش نفس کے پیچھے چل کر عدل نہ چھوڑ دینا اور اگر تم ۔۔۔شہادت دو گے یا (شہادت سے) بچنا چاہو گے تو (جان رکھو) اللہ تمہارے تمام کاموں سے خوب واقف ہے۔" (النساء:۱۳۵)

عدل کے تقاضے:

عدل وانصاف اپنے آپ کے ساتھ صدق وسچائی بھی چاہتا ہے اور اس کا مطالبہ یہ بھی ہے کہ بندہ اللہ عز وجل کو اپنے ہر فعل پر نگراں مانے اور اس کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ وہ خواہشات نفس سے بچ کر رہے ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَادَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ﴾

"اے داوَد! ہم نے آپ کو زمین میں بادشاہ بنایا ہے لہذا آپ لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلے کیا کریں اور خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی، جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب (تیار) ہے۔" (ص:۲۶)

زیر دست ملازمین میں عدل:

جس طرح بیویوں اور بچوں کے مابین عدل وانصاف مطلوب ہے اسی طرح ہی خادموں، ملازموں اور زبردست مزدوروں کے مابین بھی یہ مطلوب ہے ارشاد نبوی ہے: الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ

"مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی (اسے بے یار و مددگار چھوڑ کر) اسے ہلاکت میں ڈالے"۔[1] (رواہ الخمسہ، صحیح الجامع:۶۷۰۷)

اے مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہا کریں اور اسے ہر وقت اپنے کردہ و نا کردہ افعال کو دیکھنے نگرانی کرنے والا تسلیم کریں اور یہ خوب ذہن نشین کرلیں کہ کل بروز محشر تمہیں اللہ کے حضور جوابدہی کے لئے کھڑے ہونا پڑے گا اور آپ کو تمام اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

---

[1] صحیح بخاری:2442۔

اسلام کا اقتصادی نظام رکاوٹیں اور ان کا علاج

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ سعود الشریم حفظہ اللہ

۲۶/۴/۱۴۲۶ھ، ۳/۶/۲۰۰۵ء

اللہ والو! سب سے پہلی وصیت و تاکید جو میرے اور آپ سب کے لئے ہے وہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ہم سب ڈرتے رہا کریں اور پوشیدہ وعلانیہ ہر کام میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے اور نگرانی کرنے والا مانیں اے اللہ کے بندو! اللہ کا تقویٰ اختیار کریں اور برائی ہو جائے تو اس کے بعد نیکی بھی کریں جو کہ اس برائی کو مٹادے گی اور لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آئیں، ارشاد الٰہی ہے:﴿إِنَّهُ مَن يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ﴾

"بے شک جو شخص اللہ سے ڈرتا رہے اور صبر وہمت سے کام لے تو (وہ جان لے کہ) اللہ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔"

(یوسف:۹۰)

مال مادّی ترقی کہ شہ رگ:

لوگو! دنیوی زندگی میں مادی ترقی کی شہ رگ ہے بعینہ جس طرح کہ شریعت و دین روحانی ومعنوی زندگی کے لئے شہ رگ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مال کے لئے انسانی دل و دماغ میں بڑی قدر ومنزلت، پذیرائی اور غلبہ ونرم گوشہ پایا جاتا ہے اور اگر کوئی شخص مال کے معاملہ میں میزان شریعت کا دامن چھوڑ بیٹھے، قناعت شعاری اور رضا بالقضاء ہاتھ سے نکل جائیں تو یہ چیز اس انسان کو انتہائی ناپسندیدہ بخل اور مال کی زہریلی بھوک بنا دیتی ہے۔

مال سے انسان کی محبت:

اللہ کے بندو! یہ یقینی بات ہے کہ مال سے ابن آدم کی محبت اتنی ہے کہ یہ اس کے بدن میں یوں چلتی ہے جسے اس کی شریانوں میں خون دوڑتا رہتا ہے یہ کیوں نہ ہو جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود ابن آدم کے بارے میں فرمایا ہے:﴿وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ﴾

"یہ خیر ومال کی محبت میں بہت ہی سخت ہے۔" (العادیات:۸)

اس آیت میں خیر سے مراد مال و دولت ہے۔ اور پورے بنی آدم کا مجموعی طور پر تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:﴿وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا﴾

"اور تم مال سے انتہائی شدید محبت کرتے ہو۔" (الفجر:۲۰)

اسی بناء پر لوگوں نے حصول مال و دولت کے سلسلہ میں بہت بھگ دوڑ کی اس فتنہ پرور مال کو پانے اور جمع کرنے کے لئے ہر قسم کی تکلیف ومشقت اٹھائی۔

نیت پر مراد:

مال کو جمع کی محنت ومشقت کے درست و بجا نا دوست و بیجار فاسد و باطل ہونے اور اس محنت پر حصول اجر وثواب یا عدم اجر و اثواب کا انحصار اس بات پر ہے کہ اس مال کو جمع کرنے کا قصہ و نیت اچھی ہے یا بری اور اسے حاصل کرنے کا انداز وطریقہ صحیح ہے یا غلط اور ان دونوں ہی چیزوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ﴾

"اے انسان! تو اپنے رب کی طرف (پہنچنے میں) خوب محنت کوشش کرتا ہے سو اس سے جا ملے۔" (الانشقاق:٦)

اور یہ بات اس لئے ہے کہ یہ مال دو دھاری تلوار کی طرح ہے کہ یہ خیر بھی ہے اور فی نفس الوقت یہ شر بھی ہے۔ اہل اسلام و ایمان جب اسے حسن مقصد و نیک نیتی سے کماتے ہیں تو یہ ان کے لئے ایک نعمت ہوتا ہے جس پر وہ صبح و شام اللہ کی حمد و ثناء بیان کرتے اور اس شکر بجالاتے ہیں اور یہ اس امت خیر کا امتیاز ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾

"وہ لوگ جو دن رات اپنے اموال کو پوشیدہ و علانیہ خرچ کرتے ہیں ان کے لئے ان کے رب کے پاس اجر وثواب ہے انہیں کوئی خوف نہیں اور نہ ہی وہ کوئی غم کھائیں گے۔" (البقرۃ:٢٧٤)

باعث حسرت و بلاء:

یہی مال اہل کفر کے لئے حسرت و بلاء اور آمائش و امتحان کا باعث ہے اگرچہ یہ ان کے پاس کئی ذرائع سے جمع ہوا ہوا اور بکثرت یکجا ہو چکا ہے کیونکہ وہ اس مال کو اس کے صحیح مصارف میں خرچ نہیں کرتے اور سب اس لئے ہے تاکہ یہ مال ان کے لئے ندامت و شرمندگی کا باعث اور انکے لئے بلاء و مصیبت ثابت ہو جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِأَنْفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ﴾

"اور کافر لوگ یہ خیال نہ کریں کہ ہم انہیں جو مہلت دیئے چلے جاتے ہیں تو یہ ان کے حق میں اچھا ہے (نہیں بلکہ) ہم انہیں اس لئے مہلت دیتے ہیں کہ وہ مزید گناہ کرلیں، آخر کار انہیں ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔" (آل عمران:١٧٨)

حرام ذرائع کسب وصرف:

اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرنے والوں کے مال کو حاصل کرنے صرف کرنے کے مقامات و مصارف اللہ و رسول ﷺ کے حرام کردہ ہی ہوتے ہیں جیسے سود خوری و رشوت ستانی اور دوسرے حرام و باطل طریقوں سے لوگوں کا مال کھا جانا اور اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکنا وغیرہ اور اللہ کی قسم یہی وہ اسباب ہیں جنکی بناء پر انکا یہ مال انکے لئے قیامت کے حسرت و ندامت کا باعث بن جائے گا جبکہ ندامت کوئی فائدہ بھی نہ دے سکے گی اور کفر سے بڑا گناہ اور کیا ہوگا اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ﴾

”بے شک جو لوگ کافر ہیں وہ اپنا مال اس لئے خرچ کرتے ہیں تا کہ وہ (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکیں سو وہ ابھی مزید خرچ کرینگے مگر آخر کار وہ (خرچ کرنا) ان کے لئے (موجب) حسرت وافسوس ہوگا اور وہ مغلوب ہو جائیں گے اور کافروں جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے۔“ (الانفال:۳۶)

مال کی اہمیت:

اللہ کی انفرادی اور اجتماعی و جماعتی زندگی میں مال و دولت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم میں اس کی مدح و تعریف اور مذمت و نکیر ہر دو صورتوں میں ۸۰ سے زیادہ مقامات پر اس کا ذکر آیا ہے۔

اقتصادی ترقی و آبادکاری کی ترغیب:

مسلمانو! ہماری روشن و تابناک شریعت اسلامیہ انسانوں کو اس زمین کی آبادکاری اور اس میں ہر اقتصادی ترقی کی ترغیب دلاتی ہے اور اس بات کی تاکید کرتی ہے کہ اس کے سلسلہ میں بندوں پر اللہ تعالیٰ کے جو حقوق ہیں ان کی ادائیگی میں یہ مددگار ثابت ہو چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: إِنْ قَامَتِ السَّاعَةُ وَفِي يَدِ أَحَدِكُمْ فَسِيلَةٌ، فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ لَا تَقُومَ حَتَّى يَغْرِسَهَا فَلْيَغْرِسْهَا۔

”جب قیامت بپا ہوگی اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کھجور کا صرف ایک ہی چھوٹا سا پودا (درخت کا قلم) ہو اور اسے اس بات کی استطاعت ہو کہ وہ اسے بوئے (زمین میں گاڑے) بغیر نہ اٹھے تو اسے چاہئے کہ وہ اسے بو کر ہی اٹھے، اسے اس پر بھی اجر وثواب ملے گا۔“[1] (صحیح بخاری)

اقتصادی استقلال و خودمختاری:

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ضمانتوں کی فراوانی اور ذخائر کا خاص اہتمام کیا ہے تا کہ یہ اقتصادی ترقی حاصل ہو اور مسلسل جاری رہے اور ان میں سے نمایاں ترین چیز مسلم معاشرے میں مستقل ترقی اور اقتصادی استقلال کا حصول ہے تا کہ مسلم معاشرہ قیادت کی صلاحیتیں رکھے دوسروں کا تابع بن کر چلنے پر مجبور نہ ہونے پائے، دوسرے اس کی پیروی کریں، اس کسی کی کاسہ لیسی پر مجبور نہ ہونا پڑے۔

اقتصادی استقلال و آزادی کا مطلب یہ ہے کہ مسلم معاشرہ غیر مسلم اقوام کا اقتصادی طور پر تابع نہ رہے اس کی بجائے وہ اقتصادی میدان میں خود کفیل ہو اور کسی غیم مسلم ملک کی دخل اندازی کے بغیر مسلم معاشرہ اپنے ممالک میں پائے جانے والے اقتصادی ترقی کے ذرائے سے استفادے پر قادر ہو کیونکہ جو قوم اقتصادی قابو کھو بیٹھتی ہے وہ سیاسی، فوجی، اجتماعی و معاشری اور ثقافتی وعلمی دباؤ بھی کھو دیتی ہے لہذا مسلمان معاشرے میں اقتصادی ترقی اس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک کہ اقتصادی خودمختاری و آزادی حاصل نہ ہو اور مقامی طور پر ترقی نہ ہو۔

---

[1] صحیح بخاری فی الادب: 479۔

مسلم امہ میں اقتصادی بگاڑ:

دورحاضر میں امت مسلمہ اقتصادی بے ضابطگی اور صفت ترقی کی آگ میں جھلس رہی ہے ۔اسی طرح امت اسلامیہ ایسے اقتصادی فساد و بگاڑ سے دو چار ہے جو مسلم معاشروں پر کھلنے والے بڑے بڑے راستوں سے موقع بموقع آہستہ آہستہ در آرہا ہے اور راستے انفرادی بھی ہیں اور تنظیموں کی شکل میں بھی پائے جاتے ہیں اور ایسے راستوں میں توسیع اقتصادی میدان میں بدنظمی و انارکی پیدا کرتی ہے اور یہ اسباب بالآخر سیاسی و معاشرتی عدم توازن و عدم استقرار کا باعث بنتے ہیں اور ایسے ہی اسباب آخر کار ترقی و اموال کی مارکیٹ میں مسلمانوں کی پسماندگی و عدم ترقی اور مسلمانوں کے لئے انتہائی نقصان دہ اقتصادی ضعف و کمزوری پیدا کرنے کا موجب ہوتے ہیں ۔

غیروں کے قرضوں سے بچاؤ کی سبیل:

نئی تحقیقات اور اسٹڈیز نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ اقتصادی بدحالی اور ترقی کے مابین بھی ایک مخالف تعلق پایا جاتا ہے،اسی بناء پر اگر امت اسلامیہ اقتصادی اسلامی کو صحیح و حقیقی معنوں میں اختیار کرلے تو ہو جادہ سے ہٹنے نہ پائے گی اور اسے ان بھول بھلیوں میں سر مارنے کی ضرورت نہ رہے گی جنہیں انٹرنیشنل اسٹاک مارکیٹ اسٹاک ایکسچینج اور پروفٹس کا نام دیا جارہا ہے جو کہ شرعی قواعد و قوانین کے تابع نہیں ہیں، اسی طرح وہ غلط موازنہ کی انارکی و بدنظمی سے بھی بچ جائیں گے اور ضروریات زندگی نیز تعیّشات کے لئے قرضوں کے پنجے دبنے سے بھی جان چھوٹ جائیگی جو کہ معاشروں پر ایسے قرضوں کا باعث بنتے ہیں جنہیں وہ برداشت نہیں کر سکتے ۔

بے روزگاری و ناخواندگی رہائش اور علاج کے مسائل کا حل:

اسی بناء اسلامی اقتصاد کی ترقی کسی ایسی اقتصادی پیداوار کو قبول نہیں کرتی جو حسن تقسیم سے ہٹ کر وجود میں آرہی ہو اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ تمام تر جدو جہد اور اسلامی اقتصادیات کے اہدات و مقاصد انتہائی توجہ کے ساتھ اس انداز سے طے کئے گئے ہوں کہ وہ مسلم افراد میں بے روزگاری و ناخواندگی کے مسائل اور رہائشی مشکلات کے ساتھ ساتھ صحت و علاج کی رکاوٹوں کو بھی دور کر سکیں ۔

اسلامی اقتصاد کا اصل مفہوم:

اگر لوگ اقتصادیات کے مفہوم کی حقیقت پر غور کریں تو اس طرح کی مالی بدنظمی و انارکی اور خبط میں مبتلا نہ ہوں کیونکہ اقتصاد و اقتصادیات وہ کلمات ہیں جنکا سرحرفی اصل مادہ "قصد" ہے جس سے وہ ماخوز ہیں اور قصد کا معنی ہے قول و فعل میں استقامت ،درستگی ،عدل و انصاف اور توازن اور جس طرح یہ چیزیں قول و فعل میں مطلوب ہیں اسی طرح ہی اموال کے مصادر و مصارف اور مقامات کسب و انفاق میں بھی مقصود ہیں ،چنانچہ اسلامی اقتصاد درحقیقت ترقی میں توازن اور مال کے بازار میں اعتدال سے عبارت ہے اور ہر مسلمان معاشرے کو افراط و تفریط اور کمی بیشی یا کوتاہی و زیادتی میں مبتلا ہوئے بغیر اعتدال و توازن برقرار رکھنے پر آمادہ کرتا ہے لہذا اے اللہ کے بندو! مسلمان معاشروں پر واجب تھا کہ وہ اقتصاد و ترقی کی منازل طے کرنے کی کوشش کرتے اور اس کے لئے صرف ایک ہی مصدر و منبع ہدایت کو اپناتے جو کہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت ہے کیونکہ صحیح عقیدہ اور صحیح مصدر و منبع اس بات کی ضمانت دیتے ہیں کہ ملکیت کے حقوق افراد

ومعاشروں کی ہر سطح پر مضبوطی سے کام کریں۔

کوتاہ بینوں کا تعجب:

بعض سادہ وکم فہم اور کوتاہ بین لوگ اس تجویز پر تعجب کریں گے کیونکہ ان کی کوتاہ نظری میں اقتصادیات ان قواعد وضوابط اور معیاروں کے تابع ہوتے ہیں جنہیں صرف ریاض کے صیغوں میں ہی سمجھا جاسکتا ہے،اس کم فہمی وکوتاہ نظری کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ موجودہ اقتصادی نظام جوکہ ہمارے عہد حاضر پر غالب ہے، یہ دراصل غیر مسلموں کے یہاں اس کے مناسب حال کا ماحول میں پایا گیا اور یہ بھی تب جب انکے یہاں اخلاقی اقدار وقواعد بدل گئے جوکہ ان کے افکار وکردار پر حکمران تھے اور یہ اس وقت ہوا جب انہوں نے فردی فلسفہ کو اس فلسفی حلقہ کی طرح اختیار کرلیا جوکہ فکر وسوچ پر مسلط رہے اور اسے ذاتی مصلحت تک محدود کردے اور اس خاص ذاتی مصلحت سے آگے نظر ہی نہ ڈالنے دے اسی بناء پر اقتصادیات میں غیر مسلم قوموں کا نظریہ اشتراکی نظریہ (سوشلزم) اور راس مالی نظریہ (کیپیٹیلزم) کے بارے میں تذبذب کا شکار رہا اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نوع چاہے کوئی بھی کیوں نہ ہو لیکن اعتقاد اقتصادی ترقی پر اپنی تاثر ضرور دکھلاتا ہے۔

اقتصادی ترقی کب؟

اسلامی اقتصادیات کی تحقیق ومطالبہ اور اسٹڈی میں حقیقی پیش قدمی بدرجہ اولیٰ صرف اسی وقت آئے گی جب انہیں اسلامی اخلاق وقواعد کے ساتھ منضبط کرلیا جائے گا اور اس کے لئے اس رنگ کو محفوظ رکرلیا جائے گا جوکہ اللہ کی منشا کے مطابق ہے اور اقتصادیا کے ڈھانچے کو اپنے خود ساختہ قالبوں میں ڈھال کر اس کی شکل کو مسخ نہ کیا جائے یا اس کے چہرے کو بگاڑ نہ دیا جائے۔اور ہم نے جو بات ذکر کی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اسلام ملکیت کے نظریہ کو استعمال کرنے اس میں تصرف کرنے کے ساتھ تعلق رکھنے والی اقتصادی سرگرمیوں کو بھی اس نظر سے دیکھتا ہے کہ وہ اللہ کی شریعت اور ممنوع کردہ امور کی حدود میں پابند ہیں اور وہ شریعت وممانعت یہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (278) فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ﴾

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اگر ایمان رکھتے ہو تو جتنا سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اور اگر ایسا نہ کرو گے تو خبردار ہوجاؤ (کہ تم) اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کے لئے (تیار ہوتے ہو) اور اگر توبہ کرلو گے (اور سود چھوڑ دو گے تو تمہیں اپنی اصل رقم لینے کا حق ہے جس میں نہ دوسروں کا نقصان ہے نہ تمہارا نقصان۔“ (البقرۃ:۲۷۸-۲۷۹)

عالم اسلام کی پستی کے اسباب:

شریعت اسلامیہ میں تو ایسے دلائل بھی موجود ہیں جو اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ اس وقت مسلمانوں کے حالات کی خرابی، ان کی ذلت و رسوائی، انکی کمزوری اور دشمنوں کا اس پر غلبہ اس بات کا نتیجہ ہوسکتا ہے کہ وہ بازار مال میں شرعی احکام وقواعد کی خلاف ورزیوں کا ارتکاب کررہے ہیں چنانچہ ارشاد نبوی ہے: إذا ضَنَّ الناسُ بالدينارِ والدرهمِ، وتَبَايَعُوا بالعِينَةِ، وتَبِعُوا أذنابَ البقرِ،

وتَرَكُوا الجهادَ في سبيلِ اللهِ، أَدْخَلَ اللهُ تعالى عليهِمْ ذُلًّا، لا يَرْفَعُهُ عنهم؛ حتى يُرَاجِعُوا دِينَهُمْ۔

"جب لوگوں نے درہم و دینار کے سلسلہ میں بخل شروع کر دیا اور بیع عینہ کا طریقہ کاروبار اپنالیا اور گائے بیل کی دم پکڑلی زراعت میں جٹے رہے) اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چھوڑ بیٹھے تو اللہ ان پر ایسی ذلت نازل فرمائے گا جسے ان سے اس وقت تک زائل نہ کرے گا جب تک کہ وہ اپنے دین کی طرف نہ لوٹ آئیں گے۔"[1] (مسند احمد، اس کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ابن القطان نے اسے صحیح قرار دیا ہے، معجم طبرانی کبیر، شعب الایمان بیہقی، صحیح الجامع: ۶۷۵، الصحیحۃ: ۱۱)

اقتصادی پیش قدمی میں رکاوٹیں:

اللہ آپ کی حفاظت ونگرانی فرمائے! اسلامی اقتصادی نظام کو مطلوبہ سطح تک ترقی پانے کے لئے علماء دین اور مسلم ماہرین اقتصادیات و معاشیات کی مخلصانہ وبھرپور کوششوں کی ضرورت ہے اور یہ چیز اس بات کی محتاج ہے کہ یہ لوگ اسے صحیح اسلامی اقتصادیات کے داخلے کی چابی مہیا کرنے میں اپنی سنجیدہ و بھرپور ذمہ داری نبھائیں اور اس میں اپنا حصہ و رول ادا کریں اور اس کے ساتھ ہی اس مسئلے کی واقعی ترکیب اور اجتماعی ومعاشرتی تشکیل کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے اسی طرح اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ہر نئی تحقیق و اسٹڈی میں ذکر کئے گئے مشہور ومعروف اقدامات کئے جائیں اور وہ یہ کہ ہر ملاحظہ ومفروضۃ اور تجرید وصول و بنیاد بنا کر دیکھا جائے یا الفاظ دیگر تمام امور کا مکمل احاطہ کرنے والے استنباطی منہج کو اختیار کیا جائے تاکہ اس پوشیدہ بیماری کا سراغ لگایا جاسکے اور اسی سبب کی کھوج لگائی جائے کہ غیر مسلموں کے اقتصادی نظام کے مقابلے میں اسلامی اقتصادی نظام کے غلبہ وظہور کی راہ میں کیا رکاوٹ اور کونسا پوشیدہ سبب حائل ہے یہ بات ہم سے اس چیز کا مطالبہ کرتی ہے کہ ہم اس سلسلہ میں ہدایت وراہنمائی کی راہیں پانے کے لئے منہج نبوی کو تلاش کریں کیونکہ ان سب راہوں کی بنیاد اسی سبیل وہی منہج ہے۔ اور اس کا نقطہ آغاز یہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَأَحَلَّ اللهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾

"اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔" (البقرۃ: ۲۷۵)

دوسری جگہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا﴾

"اے ایمان والو! اپنے (ایک دوسرے کے) اموال کو آپس میں باطل طریقوں سے نہ کھاؤ ہاں اگر آپس کی رضامندی سے تجارت کا لین دین ہو (اور مالی فائدہ ہو جائے تو یہ جائز ہے) اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرلو، اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تم پر بڑا مہربان ہے۔" (النساء: ۲۹)

اقتصادی مشکلات کا اصل سبب:

مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہا کرں اور اسی بات کو ذہن نشین کرلیں کہ آج عالم اسلام کو جن اقتصادی مسائل ومشکلات کا سامنا ہے ان کا سبب صرف یہ ہے کہ وہ صحیح اسلامی اقتصادی نظام ومنہج غائب ہو چکا ہے جو کہ عام زندگی میں اقتصادی سرگرمیوں کی تمام جوانب اور ان کے تمام

[1] ابن القطان: 5/ 296۔

گوشوں کو عزم و تعاون اور خلوص و احسان کے ساتھ منظم کرتا ہے اور اسی سے امت کے لئے تمام مصالح و مفادات بہم مہیا ہوتے ہیں اور اس سے تمام مضرات و مفاسد کا دفعیہ ہوتا ہے۔

مالیاتی اداروں کا تعاون:

بنکوں اور انشورنس کمپنیوں کے طور پر کام کرنے والے اسلامی مالی اداروں میں موجودہ صحیح قواعد کے بارے میں معاشروں، حکومتوں اور نگران اداروں کو انکی قدر و قیمت جاننے اور انکا مثبت اثر دیکھنے کے لئے ان مالی اداروں کے تعاون اور ان میں اسلامی اقتصادی نظام کے نفاذ کی سخت ضرورت ہے اور جب ہم اس قسم کی صحیح اقتصادی سرگرمیوں کو تیز کرنا چاہیں تو ہم سب پر واجب ہے کہ ہم اس وسیع میدان کے دو اہم عناصر کو ہرگز نہ بھولیں اور وہ دونوں اہم عنصر ہیں:

(۱) نظام زکوۃ (۲) نظام وقف

کیونکہ ان دونوں کی بدولت اقتصادی و اجتماعی امن کے قیام کے لئے لامحدود و بےشمار امداد حاصل ہوتی ہے۔

دورِ حاضر کے تقاضوں کو سمجھنا اور اپنی بزنس مارکیٹ تشکیل دینا:

اللہ والو! ان دو چیزوں کے ساتھ ہی اس بات کا بھی اضافہ کرلیں کہ موجودہ اقتصادی گلوبلائیزیشن کے ساتھ کیسے پیش آنا ہے اس کے ساتھ چلنے کے بارے میں بھی مکمل راہنمائی حاصل کریں جو کہ آج ایک ایسی حقیقت بن چکا ہے کہ اس نے ساری دنیا پر اپنا سکہ جما لیا ہے اور یہ اس بات کی مزید تاکید کردیتی ہے کہ اسلامی ممالک کو آپس میں ایک دوسرے کی تعمیر و ترقی کے لئے اقتصادی تعاون کرنا چاہئے کہ وہ انٹرنیشنل بزنس مارکیٹ کے مقابلے کی اپنی اسلامی مارکیٹ وجود میں لائیں کیونکہ یہ ضروری ہے کہ مسلمانوں کا مستقبل خود مسلمانوں کے اپنے ممالک میں بنایا اور انہیں سے وابستہ کیا جائے انہی کی زمینوں پر قائم ہو، انہی کی جد و جہد سے ہو اور انہی کے اخلاق و کردار کے بل بوتے پر تشکیل پائے تاکہ مسلمان اپنی ہی طاقتوں اور وسائل میں ہر قسم کی اقتصادی و فکری گداگری کا شکار نہ ہونے پائیں کیونکہ جو بھی امت اس قسم کی گداگری پر اپنے مستقبل کی بنیاد رکھتی ہے وہ عقل کے۔۔۔ صحرا میں گمراہ و سرگرداں امت ہوتی ہے، وہ کہاں ترقی کی منازل طے کرے گی؟ اور کہاں اپنی ہمعصر قوموں پر ظہور و غلبہ حاصل کرپائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ﴾

"وہ (اللہ) ہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو نرم کیا تو اس کی راہوں میں چلو پھرو اور اللہ کا (دیا ہوا) رزق کھاؤ اور اسی کے پاس (قبروں سے) نکل کر جانا ہے۔" (الملک: ۱۵)

دو عظیم نعمتیں: صحت وتندرستی اور فراغت وفرصت
تعطیلات موسم گرما کے تناظر میں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ اسامہ خیاط حفظہ اللہ
۳/۵/۱۴۲۶ھ، ۱۰/۶/۲۰۰۵ء

شکرانِ نعمت:

اللہ کے بندو! اس اللہ سے ڈرتے رہا کریں جس کی رحمت اور علم ہر چیز پر محیط ہے اور اس کی ظاہری و باطن تمام نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتے رہا کریں اور اس بات کا یقین رکھیں کہ اس نے شکر کرنے والے کو مزید نعمتوں سے نوازنے کا وعدہ فرمایا ہے اور کفرانِ نعمت و ناشکری کرنے والوں کو سخت عذاب کی وعید سنائی ہے۔

بارانِ نعمت:

اے مسلمانو! اللہ کی نعمتوں کا یکے بعد دیگرے نازل ہوتے جانا، اس کے احسانات کا مسلسل جاری رہنا اور اس کے فضل و کرم ہر وقت سایہ فگن رہنا اس رب کریم کا وہ فیض ہے جو لا انقطاع ہے اور یہ وہ بارانِ رحمت ہے جس کو کبھی تھمنے والی نہیں۔ انہی لا انتہاء نعمتوں کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے: ﴿ وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ الْإِنسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ ﴾

"اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو ان کا احاطہ نہیں کر سکو گے بے شک انسان بڑا ظالم و ناشکرا ہے۔" (ابراہیم: ۳۴)

دو عظیم نعمتیں:

اللہ کی انہی نعمتوں کے سمندر سے دو نعمتیں ایسی بھی ہیں کہ لوگوں کی کثیر تعداد ان کے بارے میں فریب خوردہ و ناقدری کرنے والی ہے، ان دونوں نعمتوں کا ذکر صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی اس حدیث میں آیا ہے جس میں نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ۔

"دو نعمتیں ایسی ہیں کہ لوگوں میں بکثرت ان کے بارے میں فریب (ونقصان اور ناقدری کرنے میں مبتلا ہیں اور وہ نعمتیں ہیں صحت اور فراغت وفرصت۔"[1] (صحیح بخاری)

(۱) صحت نعمت وجوانی اور ہماری فریب خوردگی:

کتنے ہی لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے سماعت و بصارت و بینائی اور قوت وطاقت کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع مہیا کر رکھا ہے۔ انہیں جوانی کی شادابی اس کی رونق اور بہاروں سے نوازا ہوا ہے، وہ اپنی صحت وتندرستی کے بارے میں یوں فریب خوردہ ہے کہ وہ اسے ایسے کاموں میں استعمال نہیں کرتا جو اسے اپنے رب اعلیٰ کی رضاء تک پہنچا دیں وہ اس صحت کے سلسلہ میں یوں بھی دھوکے میں مبتلا ہے کہ وہ

[1] صحیح بخاری: 6412۔

اسے ایسے کاموں میں صرف نہیں کرتا جو اس کے لئے دنیا و آخرت کی سعادتوں کا باعث بننے والے ہیں اور اس بات کو بھول جاتا ہے کہ نعمت کی آفت اس کا زوال ہے، کتنے ہی تندرست و توانا لوگ جن کے جسم و جان میں کسی قسم کی کوئی بیماری و تکلیف نہیں ہوتی وہ اچانک کسی بیماری مبتلا ہوئے اور امراض نے انہیں ضعیف و کھوکھلا کر کے رکھ دیا اور بیماریوں نے اس کی راتوں نیند و راحت حرام کر دی اور اسے جلد ہی بے وقت بوڑھا کر کے رکھ دیا کسی کو کوئی ایسی بیماری لا حق ہوگئی کہ وہ اس کے اور اسکی من چاہی اشیاء کے مابین حائل ہوگئی حالانکہ وہ ایک مالدار شخص ہے اور ناز و نعمت کی یہ چیز اس کے پاس موجود ہے مگر وہ انہیں استعمال کرنے سے قاصر ہے۔

اگر کوئی شخص اپنی جوانی کو ایسے کاموں میں ضائع کرتا اور اپنی عمر کو ایسے امور میں برباد و فناء کرتا ہے اور اپنی قائے جسم کو ایسے افعال میں بلا کرتا ہے جو کہ حرام خواہشات نفس ہیں، جنسی جذبات کی تسکین ہے دوسرے حقیر افعال اور ذلیل اغراض و مقاصد ہیں اور ان کے ذریعے سے اپنے رب کی طرف اس کی رضاء والے اعمال کے ساتھ وسیلہ تلاش نہیں کرتا اور نہ ہی اللہ سبحانہ کے یہاں نیکیوں کا بیلنس جمع کرتا ہے جن کی بدولت اس سے ملاقات کے وقت اسے سعادت و خوشی نصیب ہو، ایسا شخص بہت ہی بری طرح فریب خوردہ ہے اور ان نعمتوں کے سلسلہ میں ایسے دھوکے میں مبتلا ہے جو اسے اسی حسرتوں اور ندامتوں کا شکار کر دے گا جس کی مثال ملنا مشکل ہے کیونکہ اس نے موقع ضائع کر دیا اور غنیمت کو کھو بیٹھا اور اس نے فوائد کو نقصانات میں تبدیل کر دیا۔

نعمت فراغت و فرصت اور ہماری فریب خوردگی:

صحت و تندرستی کی طرح ہی فرصت و فراغت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں پر عظیم نعمتوں میں سے ایک نعمت عظمیٰ ہے، اور فراغت و فرصت سے مراد ہے کہ کام کاج اور مصروفیات سے کچھ خالی وقت اور دل کا ہر اس چیز سے خالی و محفوظ ہونا جو کہ زندگی کو بے قرار و ناخوشگوار اور مکدر کر کے رکھ دیتی ہیں اور جینا دوبھر ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے جب اسے یہ نعمت عطا کی ہے تو اس کی ناشکری و فریب خوردگی یہ ہے کہ بندہ اپنی عمر کی گھڑیاں اور اپنا وقت اس نعمت کا شکر ادا کرتے اور ہوئے نہ گزارے اور اس شکر یہ ہے کہ وہ اپنے اوقات فرصت کو ایسے امور میں صرف کرے جن کے ذریعے خود اس کی اپنی شان دوبالا ہو، اس کی عزت و قدر بڑھے، اس کی بھلائیوں میں اضافہ ہو، اس کا معاشرہ سعادت و خوشحالی پائے اور اس کی قوم تقویت حاصل کرے بلکہ بندہ اس کے برعکس جب اپنے اوقات کو لہو و لعب، فضول و عبث کاموں میں اور آوارگی و فحاشی اور گھٹیا قسم کے کاموں میں صرف کرے ادنی درجے کی اشیاء سے تعلق رکھے تو وہ شخص اپنے قیمتی وت کو برباد و ضائع کرنے والا ہے، جب وہ برے قول و فعل میں عمر نکال دے تو اس نے اپنے وقت کو رائیگاں صرف کر دیا۔

وہ شخص اس نعمت فرصت و فراغت کے بارے میں ایسے دھوکے میں پھنس گیا کہ جسکا رفع کرنا اور اس کے آثار و نتائج سے چھٹکارا پانا بھی مشکل ہے۔

پانچ غنیمت چیزیں:

اسی سے بچانے کے لئے نبی اکرم ﷺ نے ہمیں یہ ہدایت دی ہے کہ اپنی عمر کے اوقات اور فرصتوں کو غنیمت سمجھو جو کہ اللہ تعالیٰ نے مہیا فرمائی ہیں اور اپنے بندوں پر انعام کی ہیں، ان کے بارے میں راہنمائی کرتے ہوئے انہیں اللہ کی منشا کے مطابق صرف کرنے کی تاکید

فرمائی ہے چنانچہ مستدرک حاکم اور شعب الایمان بیہقی میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اغتنِمْ خمسًا قبل خمسٍ : شبابَك قبل هَرَمِك، وصِحَّتَك قبل سَقَمِك، وغناك قبل فقرِك، وفراغَك قبل شُغلِك، وحياتَك قبل موتِك.

"پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے قبل غنیمت سمجھو (۱) موت سے پہلے زندگی کو (۲) بیماری سے پہلے صحت وتندرستی کو (۳) مشغول ہوجانے سے پہلے فرصت وفراغت کو (۴) بڑھاپے سے پہلے جوانی کو (۵) اور فقر وتنگدستی سے پہلے مالداروآسودہ حالی کو۔"[1] (مستدرک حاکم، شعب الایمان بیہقی، باسناد صحیح)

تعطیلات سے استفادے کا صحیح طریقہ؟

فرصت وفراغت کے اوقات کی نعمت سے فائدہ اٹھانے کا بہتری طریقہ، کامیاب راستہ اور صاحب توفیق وحظ اندازوہ ہے جسے اہل علم و دانش لوگ ان چھٹیوں میں اختیار کرتے ہیں جن کے آغاز کے ساتھ ہی تعلیمی سال ختم ہوجاتا ہے اور علمی میدان کی ہر سطح کے امتحانات مکمل ہوجاتے ہیں اور وہ ساری محنت ومشقت اور شب وروز کی پڑھائی وغیرہ سے فرصت حاصل ہوجاتی ہے، ان عقلمند لوگوں کے نزدیک چھٹیوں کا معنیٰ یہ نہیں ہوتا کہ اب وہ ہر رات جاگ کر گزار کریں گے یا ہر رات کا اکثر حصہ وہ جاگ کر ضائع کریں گے اور وہ بھی لہو ولعب کی مجلسوں میں جہاں محض گپیں ہی ہانکی جائیں گی افواہیں پھیلائیں اور سنی جائیں گی، جھوٹی باتوں کی ترویج واشاعت ہوگی جو کہ دلوں میں بغض ونفرت بھرنے والے ہیں بدظنیاں پھیلانے والے ہیں اور ہر طرح کے شر وفساد کو جنم دینے والے ہیں اور پھر انکے نتائج پر ناجائز وممنوع چیز تک پہنچانے والے ہوتے ہیں، یا پھر وہ اپنی چھٹیوں کا یہ مقصد نہیں لیتے کہ اپنے اوقات کو ضائع کرنے کے لئے بازاروں میں آوارہ گھومتے پھریں، راستوں کو تنگ کردیں مومن مردوں اور اہل ایمان عورتوں کو اذیت وتکلیف پہنچائیں یا پھر ان ڈراموں اور پروگراموں کو دیکھنے میں ساری چھٹیاں برباد کردیں جنہیں اکثر سیٹیلائیٹ چینلز نشر کرتے ہیں اور ایسے ہی دوسرے وہ کام کریں جو نہ تو اللہ کو راضی کرنے والے ہیں نہ بندوں کو ان سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے نہ وہ حق کے مددگار ہوتے ہیں نہ باطل سے روکنے کا موجب بنتے ہیں نہ وہ کسی اچھے اخلاق کا مظاہرہ ہوتے ہیں نہ کردار کی تہذیب کا ذریعہ بنتے ہیں۔

اسی طرح یہ چھٹیاں کوئی لمبے لمبے عرصے کے لئے سونے کا موقع بھی نہیں کہ دن کا غالب حصہ سوئے پڑے رہیں اور باجماعت نمازیں اور جمعہ تک ہاتھ سے جاتا رہے مصالح ومفادات معطل ہوں کام کاج میں ہرج آئے اور جد وجہد میں کساد بازاری آئے سرگرمیاں مدھم پڑ جائیں، سستی ودرماندگی پھیلے۔

غنیمت موقع:

ان سب امور کے برعکس ان کے نزدیک موسم گرما کی یہ چھٹیاں ایک ایسا غنیمت موقع ہوتی ہیں کہ جس میں وہ ہر مفید کام کر گزریں جس سے ان کی عقول، نفوس اور اجسام کو فائدہ پہنچے، وہ نیکیوں اور بھلائی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کے لئے اپنی آستینیں چڑھا لیتے ہیں،

[1] مستدرک حاکم: 7846۔

مباح و پاکیزہ اشیاء سے فائدہ اٹھاتے ہیں کیونکہ وہ اپنی عظیم ذمہ داری کا احساس رکھتے ہیں اور خوب سمجھتے ہیں کہ قیامت کے دن انہیں ان نعمتوں کے عطا کرنے والے کے روبرو کھڑے ہونا ہے اور وہاں ان نعمتوں کی جوابدہی ہوگی اسی ذمہ داری و جوابدہی کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے اس حدیث میں خبر دی ہے جو کہ سنن (جامع) ترمذی میں حسن درجہ کی سند سے مروی ہے اس میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ عُمُرِهِ فِيمَ أَفْنَاهُ، وَعَنْ عِلْمِهِ فِيمَ فَعَلَ، وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَ أَنْفَقَهُ، وَعَنْ جِسْمِهِ فِيمَ أَبْلَاهُ"

"قیامت کے دن بندے کے قدم اپنی جگہ سے اس وقت تک ہلنے نہ پائیں گے جب تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں باز پرس اور پوچھ تاچھ نہ کرلی جائے گی:

(۱) اس کی عمر کے بارے میں کہ اس نے اسے کہاں فنا کیا؟

(۲) اس کی جوانی کے بارے میں کہ اس نے اسے کن کاموں میں کیسے گزاری؟

(۳) اس کے مال کے بارے میں کہ اس نے وہ کہاں سے کمایا؟

(۴) اور پھر اپنے مال کو کن کن مقامات پر صرف کیا؟

(۵) اور جو علم حاصل کیا اس پر کیا عمل کر کے دکھلایا؟۔[1] (ترمذی باسناد حسن)

ذمہ داری و جوبداہی:

وہ لوگ والدین کی ذمہ داری اور جوابدہی کے بارے میں بھی خوب جانتے ہیں کہ ماؤں باپوں، تربیت کرنے والے مردوں اور عورتوں اور ایسے دوسرے متعلقہ لوگوں پر اپنے نوجوانوں کے اوقات کا تحفظ کرنے کے سلسلہ میں کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور ان کی صحیح راہنمائی کرنے کے معاملہ میں ان پر کیا واجب ہے تاکہ نوجوان نسل اعلیٰ مراتب و منازل اور بہترین مقاصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو اور ان میں وہ روح پھونک دیں کہ جس سے لوگوں کے لئے پائی گئی اتنی بہترین امت کے بہترین نوجوان ثابت ہوں۔

ازدیادِ نعمت:

اس کے ساتھ ساتھ ہی اور اسی احساس ذمہ داری سے پہلے بھی اور بعد میں بھی انہیں اس بات کا یقین ہے کہ شکر کرنے کا یہ طریقہ و انداز جس پر وہ رواں دواں ہیں اس پر چلنے والے شخص کو مزید نعمتوں سے نوازے گا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرما رکھا ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾

"اور جب تمہارے رب نے (تمہیں) آگاہ کیا کہ شکر کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دونگا اور اگر ناشکری کرو گے تو (یاد رکھو کہ) میرا عذاب (بھی) بڑا سخت ہے۔" (ابراہیم:۷)

[1] ترمذی: 2417۔

نگرانی میں کوتاہی نہ برتیں:

اللہ کے بندو! بیٹوں اور بیٹیوں کے سلسلہ میں ہم پر جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ارشاد نبوی ﷺ ہے: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ فِي أَهْلِهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ، وَهِيَ مَسْؤُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ فِي مَالِ سَيِّدِهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.

"تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور ہر شخص اپنے زیرِ نگرانی لوگوں کے بارے میں جوابدہ ہے۔ حاکم اپنی رعیت کا نگران اور ان کے بارے میں جوابدہ ہے۔ مرد اپنے اہل وعیال کا نگران اور ان کے بارے میں جوابدہ ہے عورت اپنے شوہر کے گھربار کی نگران اور اپنی زیر نگرانی لوگوں اور گھر کے بارے میں جوابدہ ہے، خادم اپنے مالک کے مال کا نگران اور اپنی زیرِ نگرانی چیز کے بارے میں جوابدہ ہے۔ خبردار تم میں سے ہر شخص اپنی زیرِ نگرانی چیز کے بارے میں جوابدہ ہے۔"[1] (بخاری ومسلم)

جو شخص نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث شریف میں وارد ہ بیان کریم سنتا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اس ذمہ داری چشم پوشی نہ کرے جو اس پر ان بچوں کی نسبت عائد ہوتی ہے جنہیں اللہ نے اس کی نگرانی میں دے رکھا ہے۔

چھٹیوں میں چشم پوشی نہ کریں:

یہ چھٹیاں اس بات کا سبب و بہانہ ہیں ان اعمال و افعال کے سلسلہ میں کوتاہی و چشم پوشی نہ کی جائے جو کہ جائز ہی نہیں اور نہ ہی ان چھٹیوں میں تفریح طبع اور عیش کوشی کے بہانے اس بات کی ہی اجازت ہے کہ اپنے نفس کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دی جائیں کہ جو چاہئے کرو اور جو جی نہ چاہئے نہ کرو بلکہ ان چھٹیوں میں تو نگراں کی ذمہ دارا اور توجہ کا فریضہ مزید تقویت اختیار کر جاتا ہے۔

دانشمندانہ نگرانی:

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ ہی بچوں کا خیال رکھنا چاہئے اور دانشمندانہ انداز سے ان پر کڑی نظر رکھی جائے ان سے مل بیٹھنے کے مواقع پیدا کئے جائیں ان سے حال احوال معلوم کرتے رہیں اور مختلف امور میں باز پرسی کرتے رہیں کیونکہ خطرات رنگا رنگ ہیں اور نسل نو کو خراب کرنے والے بڑی سنجیدگی سے اپنے کرتوتوں میں لگے ہوئے ہیں اور نوجوانوں کی باگ ڈور ڈھیلی چھوڑ دی جائے تو ان کا ان خطرات سے دو چار ہوجانا بھی بڑا ہی آسان ہے اور وہ آسانی سے ان کی آگ سینکنے میں لگ سکتے ہیں۔

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اہل توفیق بندگان الٰہی کو اپنے لئے نمونہ ومثال بنائیں اور اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کا شکرادا کرنے کے لئے انہی لوگوں کا منہج و انداز اپنائیں تا کہ اللہ کی نعمتیں ناراضگیاں دور ہوں اور آپ پر جو ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں ان کی ادائیگی ہو۔

---

[1] صحیح بخاری:2409۔

اوقات کار میں نظم وضبط کی برکات اوران میں بدنظمی کے نقصانات

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن حمید حفظہ اللہ
۱۰/۵/۱۴۲۶ھ، ۱۷/۶/۲۰۰۵ء

زادسفر اور جدو جہد:

لوگو! میں اپنے آپ کو اور آپ لوگوں کو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت وتاکید کرتا ہوں ۔اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے! اللہ سے ڈرتے رہا کریں، اس دنیا کا کوئی اعتبار وبھروسہ نہیں اور جو شخص سفر کا ارادہ کرتا ہے وہ زادسفر ساتھ لے لیتا ہے اور جس شخص کی نیت صاف ہو اور وہ مادی وسائل کو بھی اختیار کرکے تو اسے اللہ کی مدد پہنچ جاتی ہے ۔جسے اپنے مطلوبہ چیز کا مقام ومرتبہ اور شرف واہمیت معلوم ہو وہ اس کے حصول کے لئے خوب جدو جہد کرتا اور عزم بالجزم سے کام لیتا ہے اور مقدور بھر کوشش کرتا ہے ۔

نفس کی تہذیب:

نفس ایسی چیز ہے کہ اگر اسے لالچ وطمع دلائیں تو وہ لالچ وطمع میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اگر اپنے قناعت اور تھوڑی سی چیز پر رضامندی کی عادت ڈالیں گے تو وہ قانع اور راضی برضاء وقضاء ہو جاتا ہے جب اسے طمع ولالچ کی عادت چھڑا دینگے تو وہ اسے یوں چھوڑ دے گا جیسے کہ بچے کا دودھ چھڑایا جاتا ہے تو وہ دوبارہ اس طرف توجہ ہی نہیں کرتا، اہل اخلاص نے نجات وخلاصی پانے کا خوب اہتمام کیا اور کوتاہی کرنے والوں نے کوتاہی کی محشر ندامت وشرمندگی اٹھانے والے ہوگئے مگر اس وقت ندامت وپشیمانی کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا ارشاد الہی ہے: ﴿مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفۡسِهِۦ وَمَنۡ أَسَآءَ فَعَلَيۡهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّٰمٖ لِّلۡعَبِيدِ﴾

"جس نے کوئی نیک عمل کیا، وہ اس کے اپنے ہی لئے (مفید) ہے اور جس نے برائی کی اس کا وبال خود اسی پر ہوگا اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے ۔" (حم السجدۃ:۴۶)

ترقی ودینداری کا سبب:

مسلمانو! مسلم امہ کی قوت وترقی اور حسن دینداری کا انحصار اس کے ایمان کی قوت، حسن عمل، مضبوط نظم ونسق، پیدوار کی مقدار اور حسن تدبیر ہے، ارشاد الہی ہے: ﴿ وَالۡعَصۡرِ (1) إِنَّ الۡإِنسَانَ لَفِي خُسۡرٍ (2) إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ﴾

"(اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے) قسم ہے عصر کی کہ انسان نقصان وخسارہ میں ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے ہیں اور آپس میں حق (بات) کی تلقین اور صبر کی باہم تاکید کرتے رہے ۔" (سورۃ العصر)

تعطیلات موسم گرما میں لمحۂ فکریہ:

اللہ کے بندو! موسم گرما کی ہواؤں کے چلنا شروع کرنے اور اکثر ممالک میں چھٹیوں کا موسم شروع ہوتے ہی خصوصا ایسے دور میں جبکہ بعض لوگ چھٹیوں کا کام کاج چھوڑ بیٹھنے اور بیکار ہوجانے کے معنوں میں لیتے ہیں اور اسے ضیاع وقت کا زمانہ بنا لیتے ہیں ایسے میں ضروری لگتا ہے کہ لمحہ بھر کے لئے ہم فکر ونظر سے کام لیں، کام، پیداوار، ڈیوٹی آوا ز تحفظات وقت، عمر کی گھڑیوں کی حفاظت اور آرام کے اوقات وساعات کے بارے میں غور وفکر کرلیں۔

قوت اور حسن ایمان وعمل:

معاشروں کا پیداوار، ڈیوٹی آورز کے نظم وضبط، کسب معاش اور آرام وراحت کی گھڑیوں کے مکمل ٹائم ٹیبل کی سیٹنگ پر قادر ہونا ان کی قوت کی سب سے بڑی دلیل ہوتا ہے اور صرف اسی پر بس نہی ں بلکہ یہ انکے حسن ایمان، عمل صالح اور اصلاح کے معنیٰ ومفہوم کے ادراک کا بھی ثبوت ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم وکرم فرمائے ان آیات پر ذرا غور وفکر کرکے دیکھیں جو کتاب اللہ کی ہیں اور ان میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان جتلاتے ہوئے بتایا ہے کہ میں نے تمہارے لئے اسباب معاش مہیا فرمائے ہیں تا کہ تمہیں حسن معیشت حاصل ہو چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ قَلِيلًا مَا تَشْكُرُونَ﴾

"اور ہمیں نے زمین میں تمہارے لئے ٹھانہ بنایا اور اس میں تمہارے لئے سامان معیشت پیدا کیا (مگر) تم کم ہی شکر کرتے ہو۔" (الاعراف: ۱۰)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهِ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ﴾

"وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو نرم کیا تو اس کی راہوں میں چلو پھرو اور اللہ کا (دیا ہوا) رزق کھاؤ اور (تمہیں) اسی کی پاس (قبروں سے) نکل کر جانا ہے۔" (الملک: ۱۵)

ایک تیسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے: ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

"جب نماز ادا ہو جائے تو زمین پھیل جاؤ اور اس اللہ کا فضل (رزق تلاش کرو اور اللہ کا بکثرت ذکر کرتے رہو تا کہ نجات پاؤ۔" (الجمعہ: ۱۰)

کام اور آرام کے اوقات کا ربانی ٹائم ٹیبل:

اس کے بعد اس تنبیہ پر بھی غور فرمائیں جس میں اوقات عمل (راحت وآرام کی گھڑیوں کا پتہ دیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا[9] وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا[10] وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا﴾

"اور ہم نے نیند کو تمہارے لئے (موجب) آرام بنایا اور رات کو پردہ (ولباس) مقرر کیا اور دن کو معاش (کا وقت) قرار دیا۔" (النباء: ۹-۱۱)

اسی طرح ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِتَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا﴾

"اور ہم نے دن اور رات کو دو نشانیاں بنایا ہے، رات کی نشانی کو تاریک بنایا اور دن کی نشانی کو روشن تا کہ تم اپنے رب کا فضل (رزق) تلاش کرو اور برسوں کا شمار و حساب جانو اور ہم نے ہر چیز کی (بخوبی) تفصیل بیان کر دی ہے۔" (بنی اسرائیل: ۱۲)

ایسے ہی ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَالنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا﴾

"اور وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے رات کو لباس و پردہ اور نیند کو آرام بنایا اور دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت ٹھہرایا۔" (الفرقان: ۴۷)

اور اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کے بارے میں فرمایا: ﴿إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا﴾

"دن کے وقت تو آپ کو دوسرے بہت سے شغل ہوتے ہیں۔" (المزمل: ۷)

سنن وقوانین الٰہیہ سے دوری:

مسلمانو! یہ اللہ کی آیات ونشانیاں ہیں اور شب و روز بنی بشر کے سلسلہ میں یہ سنن وقوانین الٰہیہ ہیں لیکن بعض لوگوں کے انداز اور خاص طور پر ہمارے علاقوں میں ہمارے معاشرے کے بکثرت افراد کے طریقۂ کار وطرز عمل کو دیکھ کر آدمی دہشت زدہ ہو جاتا ہے اور اسے انکی حالت پر افسوس ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی ان آیات اور ان سنن وقوانین الٰہیہ سے کتنے غافل و دور ہیں، وہ دیکھتا ہے کہ ان کے یہاں سارے پیمانے ہی لٹ چکے ہیں، وہ دن بھر سوتے رہتے ہیں اور رات کو اپنے لئے حصول معاش کا وقت بلکہ لہو ولعب کا وقت بنا بیٹھے ہیں یہ ایک عجیب انقلاب ہے بلکہ یہ انتشاء و اضطراب اور اناء کی ولا قانونیت ہے اور اس کے اثرات زندگی اور زندہ چیزوں اور بہت برے مرتب ہوتے ہیں وہ پیداواری، ماحولیات اور امن عامہ کا معاملہ ہو یا چاہئے اس کا تعلق اقتصادی معاشی اور اجتماعی ومعاشری جوانب سے ہو۔

الٹے پیمانے، الٹی گنگا بہنا:

جی ہاں! برادران واحباب گرامی! بغور دیکھنے والے کو جس چیز پر انتہائی افسوس ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ تمام خاندانوں اور سبھی شہروں کے اہلیان میں سے ہر چھوٹے بڑے اور مرد وزن کو دیکھتا ہے کہ ان کی زندگی کا پیمانہ ہی الٹ چکا ہے ان کے معاش میں انقلاب وتغیر آچکا ہے، وہ اپنی راتوں کو جاگ کر گزار دیتے ہیں اور پھر جب صبح اٹھتے ہیں تو وہ کام کاج کی صلاحیتوں اور پیداوری اہلیتوں سے عاری ہوتے ہیں اور بلا تفریق وہ طلبۂ علم ہوں یا ملازمین اور ملازمت پیشہ لوگ حکومت وکمپنی کے عمومی کام پر مامور ہوں یا چاہئے اپنے ذاتی کام پر وہ پیداواری موت کے اعتبار سے بہت کمزور ہو چکے ہیں وہ دسروں کے ساتھ مشترک عمل کی بھی صحیح طاقت نہیں رکھتے اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں اور پنی ذمہ داری کو نبھانے میں کمی کا شکار ہو چکے ہیں، آپ دیکھیں گے کہ آنکھوں کے ابرو سوجھے اور لٹکے ہوئے ہیں اور دونوں آنکھیں رتجگے کے نتیجے میں سرخ ہوتی ہیں۔ ان پر اونگھ غالب رہتی ہے اور وہ انتہاء درجے کی سستی وکاہلی میں مبتلا ہوتے ہیں جسم میں کمزوری اور قوتوں میں ضعف عیاں ہوتا ہے اور پنے کام میں یکسوئی وتوجہ بہت ہی کم رہ جاتی ہے اور اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی باحسن طریق سر انجام نہیں دے پاتے۔

سلیقۂ نظم وضبط کا فقدان:

قوانین فطرت اور سنن الہیہ کے برعکس چلنے کی یہ ڈگر اور دن کے کاموں کو رات پر ڈال لینے کا یہ رویہ اس بات کی دلیل ہے کہ ایسے روگ انتشار و انارکی اور آوارگی میں مبتلا ہو چکے ہیں، ان میں نظم وضبط کا سلیقہ کا ماند پڑ چکا ہے بلکہ یہ تو اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ وہ مہلک ڈھیلے پن اور تباہ کن غیر انحصاری میں مبتلا ہو گئے ہیں اور لوگوں کے کندھوں پر بوجھ بن رہے ہیں یوں لگتا ہے کہ انہیں اپنی خواہشات نفس کی تسکین اور مرغوبات کے حصول کی فکر کے سوائی غم نہیں یہ اپنے وجود کی حقیقت، اپنے پیغام کی طبیعت وفطرت اپنے انداز میں سنجیدگی یہ اور عظیم ذمہ داری سے منحرف ہو رہے ہیں یا جان بوجھ کر اندھے بن رہے ہیں۔

آوارہ لوگوں کا ٹولہ:

وہ شخص جو اپنی امت وقوم ومعاشرے کا خیر خواہ مخلص ہے اس کے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے گرد وپیش میں بکھرے ہوئے۔ سر گردوں اور آوارہ گردوں اور آوارہ نوجوانوں کے گروہ پر ہی نظر ڈالے جو کہ زندگی کے ایک کنارے پر بھی رہا ہے اور نہ صرف زندگی کے کنارے بلکہ وہ تو زمانے کے کنارے پر زندگی گزار رہے ہیں، رات بھر بلا کام کاج جاگ رہے ہیں اور یہ دن کو اس وقت سوئے ہوئے ہوتے ہیں جبکہ زندہ قوموں کے افراد بیدار مصروف سعی وعمل اور مشغول جد وجہد ہوتے ہیں۔

ٹھوس اقدام کی ضرورت:

توجہ کے ساتھ نظر دوڑانے والے کو افسوس کے ساتھ اس صورت حال کا سامنا کرنا پڑے گا کہ ان نوجوانوں کو نصیحت کرنے والا بھی کوئی نہیں اور نہ ہی ان کے پاس اس انداز پر انہیں ٹوکنے والا ہے اور انداز بھی وہ کہ جسکا انجام اچھا ہو ہی نہیں سکتا، انجام کا اچھا ہونا تو در کنار ا نکا یہ رویہ سراسر ان کے لئے جسمانی اور مالی ومادی نقصان کا باعث ہے، یہ صورت حال اس بات کی سخت متقاضی ہے کہ کوئی ٹھوس اقدام کیا جائے تاکہ لوگ صحیح راہ پر آئیں اور ان کے لئے پھر سے قانون قدرت کے مطابق رات سکون وآرام اور دن معاشی کدوکاوش اور کام کے لئے ہو جائے۔

خلاف ورزی فطرت کے نقصانات:

رات اگر حرکت وعمل کے لئے ہوگئی، نیند اور سکون وآرام کے لئے نہ رہی تو نتیجہ کیا ہوگا؟ ہر طرح کے اخراجات میں اضافہ ہو جائے گا پانی کا استعمال، روشنی وبجلی کے مصارف، راستوں کی صفائی وستھرائی اور تعمیر وترمیم کے اخراجات بڑھیں گے مشزیاں دن رات اپنی طاقت سے زیادہ کام کرینگی جس سے ان میں ضعف وعجز پیدا ہوگا۔اس کے علاوہ امن وامان کے مسائل اقتصادی مشکلات اور اجتماعی ومعاشرتی امور وغیرہ رونما ہونگے۔

اصلاح اور نظم وضبط:

مسلمانو! امت کو اصلاح چاہیئے اس طرح امت کو اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ وہ سنجیدگی سے کام کرنے والی قوی اقوام کی صف میں کھڑی

ہوجائے اور اسی اصلاح کا پہلا زینہ ہی یہ ہے کہ ہم خود اپنے آپ میں اور اپنے بچوں میں نظم وضبط کی قدرت پیدا کریں اور اپنے کام کی گھڑیوں پر دقیق انداز سے قابو پانا سیکھیں، یہ کوتاہی جس میں ملازمین و ذمہ داران، طلبہ و مدرسین اور مرد و زن سبھی مبتلا ہیں اس کے ازالہ کے لئے ایک سنجیدہ موقف اختیار کرنے اور جرا تمندانہ قدم اٹھانے کی ضرورت ہے اور ایسا فیصلہ کرنے کی حاجت ہے جو لوگوں کو دوبارہ اصل راہ پر چڑھا دے بلکہ انہیں اس مقام تک پہنچا دے کہ وہ بھی دسروں کے برابر کھڑا ہونے کے قابل ہو جائیں اور وہ بھی اسی طرح کام کریں جس طرح کہ دنیا بھر کے ممالک میں دوسرے لوگ کام کرتے ہیں اور معاشرتی و ماحولیاتی حالات کو اپنے لئے حجت و دلیل بنانے کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے کیونکہ شب و روز میں کارفرما اللہ کا قانون عام ہے جو تمام بنی بشر کے معاشروں، موسموں اور جغرافیائی مناطق (بر اعظموں) کو شامل ہے، ہمارے رب تعالیٰ نے رات کو سکون و آرام کے لئے بنایا ہے اور دن کو تلاش معاش کے لئے مقرر فرمایا ہے، اسی نے رات کی نشانی کو تاریک بنایا اور دن کی نشانی کو روشن کیا تا کہ اپنے رب کا فضل (رزق) تلاش کیا جائے اور یہ چیز ساری زمین پر بسنے والوں کے لئے یکساں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو نماز جمعہ کی ادائیگی کر چکنے کے بعد والے وقت کے بارے میں لوگوں سے مخاطب ہوتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا ہے: ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ﴾

"اور جب نماز مکمل ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (رزق) تلاش کرو۔" (الجمعہ:۱۰)

تلاش معاش و روز اس حکم پر عمل صرف ظہر کے بعد والے اسی وقت میں ہو سکتا ہے جو موسم گرما میں سورج کی جھلس کر رکھ دینے والی دھوپ و گرمی کا وقت ہوتا ہے اور یہ خطاب و حکم سب سے پہلے جزیرہ عرب کے لوگوں پر ہی نازل ہوا تھا۔

ورکنگ آورز کی ترتیب پر نظر ثانی:

اصلاح کے اہم عناصر جنکی طرف مخلص مصلحین لوگوں کو دعوت دے رہے ہیں انہیں میں سے اس معاملہ میں سنجیدگی سے فکر و نظر بھی ہے کہ اپنے کام کاج کی گھڑیوں (ورکنگ آورز) کی ترتیب پر نظر ثانی کی جائے اور لوگوں کو اسی پر آمادہ و پابند کیا جائے تا کہ معاشرہ ایک منظم و پیداواری معاشرہ بن جائے جو اپنی قوتوں اہلیتوں، لیاقتوں اور اللہ داد صلاحیتوں کو صحیح طور پر بروئے کار لا سکے اور اس کے تمام طبقے مرد و زن اور نوجوان و بوڑھے اپنی اپنی ذمہ داریوں نبھائیں، یہ ایک ضروری اور نوجوان و بوڑھے اپنی اپنی ذمہ داری نبھائیں۔ یہ ایک ضروری امر ہے کہ ہمارا معاشرہ اصول فطرت و قواعد قدرت کے مطابق دن کو کام کرنے والا نہ کہ خلاف فطرت و قانون قدرت رات کو کام کرنے والا، راتوں کو بہت محدود پیمانے پر صرف وہی کام کئے جانے چاہیے جن کا تعلق رات سے ہے جیسے سیکیورٹی سروسز اور راتوں کی شفٹیں وغیرہ۔

(۳) عادت صبح خیزی اور اس کی برکات:

مسلمانو! سب سے پہلی چیز جس کی طرف توجہ دینا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ہماری امت مسلمہ کو صبح کی امت ہونا چاہئے، صبح کے آغاز پر اللہ کی مخلوقات اور روئے زمین پر بسنے والی تمام اقوام اللہ کا فضل و رزق تلاش کرتی ہیں۔ اے مسلمانو! اے نوجوانو! آپ کا اسلامی دن طلوع فجر کے ساتھ شروع ہوتا ہے اور نماز عشاء کے بعد ختم ہوتا ہے چنانچہ بعض سلف صالحین امت نے کہا ہے:

"مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو سورج طلوع ہو جانے کے بعد فجر کی نماز ادا کرتا کہ وہ رزق کیسے دیا جاتا ہے۔" اور اس سے کہیں زیادہ صادق و

بلیغ قول ہمارے نبی اکرم ﷺ وہ ارشاد ہے جو اس صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے جو کہ حضرت ابو ہریرہ، ابن عمر اور صخر بن وداعہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اسی میں نبی اکرم ﷺ نے یہ دعا فرمائی ہے: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِأُمَّتِي فِي بُكُورِهَا

"اے اللہ میری امت کے لئے اس کی صبح میں برکت فرمادے۔"[1] (ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ مسند احمد)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں:

(بورك لامتي في بكورها)

"میری امت کے لئے اس کی صبح میں برکت فرمائی گئی ہے۔"

اس حدیث کے راوی حضرت صخر رضی اللہ عنہ اپنے لڑکوں کو صرف صبح صبح ہی کام (تجارت کے لئے) بھیجا کرتے تھے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے پاس اس کثرت سے مال جمع ہوگیا کہ انہیں یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ وہ اس مال کو کہاں رکھیں۔

اسلامی دن کے آغاز کا نماز فجر سے ربط:

اے اہل اسلام! آپ کا اسلامی دن فجر کی نماز کے ساتھ مربوط ہے اور اسی سے اس کا آغاز ہوتا ہے اور اسی وقت ہی تلاوت قرآن کی گھڑی ہوتی ہے کیونکہ صبح کے وقت قرآن کا پڑھنا موجب شہود وحضور ملائکہ ہے۔ (دیکھئے سورہ بنی اسرائیل:۷۸)

اس وقت مسلمان اپنے نئے دن کا استقبال کرتا ہے اور اپنے روز جدید اور کام کا آغاز کرتا ہے اسے "فلاح وکامیابی کی طرف دعوت دینے والے (موذن) نے دعوت دے دی اور بتادیا کہ نماز نیند سے بدرجہا بہتر ہے اس نے اپنے رب کی عبودیت و بندگی کا شعور پایا اسے ایمان وعمل صالح کا احساس ہوا وہ برکت، کام میں نشاط وسرگرمی اور خوشدلی کا خواستگار رہے، جی ہاں! اچھے کام اور جسمانی نشاط وتازگی کا جیسا کہ بخاری ومسلم کی ایک متفق علیہ حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلَى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ، يَضْرِبُ كُلَّ عُقْدَةٍ: عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيلٌ فَارْقُدْ، فَإِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ صَلَّى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَأَصْبَحَ نَشِيطًا طَيِّبَ النَّفْسِ، وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ۔

"شیطان تم میں سے کسی کے سر کے پیچھے والے حصہ یا گدی پر تین گرہیں لگاتا ہے جبکہ وہ سویا ہوا ہوتا ہے اور ہر گرہ پر وہ یہ بات اس کے دل میں ڈالتا ہے کہ ابھی تو رات بڑی لمبی باقی ہے ابھی سوئے رہو، اگر وہ شخص نیند سے بیدار ہو جائے اور اللہ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور اگر وہ وضوء کرلے تو دوسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور اگر نماز پڑھ لے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور وہ شخص تر وتازہ اور خوشدل ہو کر اپنی صبح کا آغاز کرتا ہے ورنہ وہ دن بھر سست وخبیث النفس رہتا ہے۔"[2] (متفق علیہ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللهِ

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص فجر کی نماز ہر وقت ادا کرلے وہ اللہ کی سپرد داری میں آجاتا ہے۔[3]

---

[1] ترمذی:1212۔
[2] صحیح بخاری:1142۔
[3] ترمذی:2164۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ، فَقِيلَ: مَا زَالَ نَائِمًا حَتَّى أَصْبَحَ، مَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ، فَقَالَ: بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنِهِ۔

نبی اکرم ﷺ کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا گیا اور یہ کہا گیا کہ وہ دن چڑھنے تک سویا رہا حتی کہ نماز کے لئے بھی نہیں اٹھا تو نبی اکرم ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا: "وہ ایسا شخص ہے کہ شیطان نے اس کانوں میں پیشاب کردیا ہے۔"[1] (صحیح بخاری)

صاحب حظ وتوفیق لوگ:

علی الصبح بوقت فجر اٹھنے والے لوگ ہی صاحب حظ وتوفیق ہوتے ہیں ان کے چہرے شاداب و چمکدار اور ان کی پیشانیاں منور ہوتی ہیں ان کے تمام اوقات میں اللہ تعالیٰ برکت فرمادیتا ہے وہ صحیح معنوں میں سعی وعمل اور جد و جہد کرسکتے ہیں وہ مادی اسباب کو اختیار کرتے ہیں اور اپنے معاملات کو اللہ کے سپرد کرکے اسی پر توکل وبھروسہ کرتے ہیں وہ بکثرت کام سرانجام دینے والے، سب سے زیادہ خوشدل، انتہائی قانع اور اعلیٰ درجے کے صادق الایمان لوگ ہوتے ہیں اور ان کے لئے اللہ کی طرف سے برکات وفتوحات کے دروازے کھل جاتے ہیں جیسا کہ خود ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ﴾

"ہم یقیناً ان پر زمین وآسمان سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے ہیں۔" (الاعراف: ۹۶)

ان برکات کا کوئی حصر وشمار نہیں ہوتا نہ عمل میں نہ عدد میں نہ شکل وصورت میں نہ زمان ومکان میں اور نہ ہی اشخاص میں زمین وآسمان سے برکات باراں شروع ہوجاتی ہے، ہر قسم کی برکتیں اور ہر رنگ وشکل کی برکتیں جنہیں لوگ جانتے ہیں وہ بھی اور جو انکے وہم گمان میں بھی نہیں ہوتیں وہ بھی۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: اسْتَقِيمُوا وَلَنْ تُحْصُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَعْمَالِكُمُ الصَّلَاةَ، وَلَا يُحَافِظُ عَلَى الْوُضُوءِ إِلَّا مُؤْمِنٌ۔

"سیدھی روش اختیار کرو اور حق پر قائم رہو اور تم ہرگز مکمل طور پر اس کا ثواب شمار نہیں کرسکو گے (بلکہ کوتاہی ہو ہی جائیگی) اور یہ بات جان لو کہ تمہارے نیک کاموں میں سے سب سے بہتر نماز ہے اور وضوء پر محافظت و پابندی صرف مومن ہی کرسکتا ہے۔"[2] (ابن ماجہ، مسند احمد، مستدرک حاکم، سنن کبریٰ بیہقی، معجم طبرانی کبیر، صحیح الجامع: ۹۵۲، مشکوۃ: ۲۹۲)

جبکہ قرآن کریم میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ عَلِمَ أَنْ لَنْ تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾

"اور صرف اللہ ہی رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے اور اسے خوب معلوم ہے کہ تم اسے ہرگز نہ نبھا سکو گے پس اس نے تم پر مہربانی کی لہٰذا تمہارے لئے جتنا قرآن پڑھنا آسان ہو اتنا ہی پڑھو۔" (المزمل: ۲۰)

---

[1] صحیح بخاری: 1144۔

[2] ابن ماجہ: 278۔

ترک صبح خیزی کے نقصانات:

اللہ کے بندو! جب لوگ صبحگاہی کا بیدار ہونا (اور ہر وقت نماز فجر پڑھنا) چھوڑ بیٹھیں گے اور ان مبارک گھڑیوں کو نظر انداز کر دینگے تو انکے اوقات تنگ ہو جائیں گے ان کے سینوں میں گھٹن پیدا ہو جائے گی اور انکے اعمال میں اضطراب و پریشانی آجائے گی۔

ہمارا دین ومنہج اور اعلان الٰہی:

یہ ہے ہمارا دین اور یہ ہے ہمارا اصل منہج اور یہ ہیں ہمارے نبی اکرم ﷺ کی ہدایات پھر دوسرے لوگ ہم سے سبقت کیوں کر لے گئے ہیں؟

ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْزُونٍ (19) وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ (20) وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَعْلُومٍ (21) وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ فَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَسْقَيْنَاكُمُوهُ وَمَا أَنْتُمْ لَهُ بِخَازِنِينَ﴾

"اور ہم نے یہ زمین کو بھی پھیلایا ہے اور اس پر پہاڑ (بنا کر) رکھ دیئے ہیں اور اسمیں ہر ایک موزوں چیز اگائی ہے اور ہم ہی نے تمہارے لئے اور ان لوگوں کے لئے جنہیں تم روزی نہیں دیتے، اس میں معاش کے سامان پیدا کئے ہیں اور ہمارے ہاں ہر چیز کے خزانے ہیں اور ہم انہیں بمقدار سب اتارتے رہتے ہیں اور ہم ہی ہوائیں چلاتے ہیں جو (بادلوں کے پانی سے) بھری ہوئی ہیں اور ہم ہی آسمان سے بارش برساتے ہیں ہم ہی تمہیں اس کا پانی پلاتے ہیں اور تم اس کا خزانہ ہیں رکھتے۔" (الحجر:۱۹-۲۲)

صبح خیزی کے فوائد:

مسلمانو! صبح خیزی و بیداری مخلوقات و اشیاء کی فطرت کے ساتھ برابری و استقامت کا پتہ دیتی ہے اور علی الصبح جاگ جانا عزم کی قوت اوت تندہی و جدو جہد کے لئے بھرپور تیاری کی دلیل ہے۔ جو شخص حصول علم کے لئے کوشاں یا کسی بھی کام کی تکمیل کا خواہاں ہو تو اسے صبح جلد بیدار ہونے کی عادت ڈالنا چاہیئے یہ بیداری شرافت لیاقت چستی وسنجیدگی اور قوت ارادہ کی علامت ہے اور اس سے اس شخص کے غفلت ولاپرواہی اور ذہنی انتشار سے دوری کا پتہ بھی چلتا ہے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ دو آدمی نماز فجر کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے، کنیز نے انہیں اندر داخل ہونے کی اجازت دے دی مگر انہیں اندر داخل ہونے کچھ تردد ہوا، اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: "اندر چلے آؤ! کیا سمجھتے ہو کہ ابن ام عبد غافل (سوئے) پڑے ہونگے۔"

صبح صبح بیدار ہو جانے سے ذہن صاف رہتا ہے طبیعت عمدہ و تازہ رہتی ہے دل حاضر و ہوشمند رہتا ہے نفس پاک صاف رہتا ہے، فکر میں نورانیت آتی ہے اور اس میں تمام قوتوں کے یکجا ہو جانے کا راز پوشیدہ ہے آدمی میں صلاحیت ملکہ پیدا ہوتا ہے اور جوانی وشباب میں اٹھان رونما ہوئی ہے صبح کے وقت ہوا میں تازگی، عقل میں پاکیزگی، نفس میں شادابی وطہارت اور روح میں بالیدگی پائی جاتی ہے، نسیم صبحگاہی کی نفس پر ایک لطیف اور خاص ہی تاثیر ہوتی ہے جو کہ قلب و بدن اور اعصاب پر بھی مرتب ہوتی ہے، صبح اٹھنے پر جسم بہترین کیفیت و

حالت میں ہوتا ہے اور قوائے انسانی اکمل ترین شکل میں پائی جاتی ہیں۔

لوگوں کے عجیب وغریب اور نادر اقوال میں سے ہی یہ بھی ہے کہ: "لمبے چوڑے کاروبار والے لوگ وہی ہوتے ہیں جو کہ صبح جلد بیدار ہوتے ہیں۔" بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ: "وہ عورتیں نارمل ڈلیوری کسی عموما دن کی پہلی گھڑیوں میں ہی رونما ہوتے ہیں۔" اور بعض ریسرچ کرنے والوں نے لکھا کہ اکتاہٹ و چڑچڑاپن اور دیگر نفسیاتی امراض عموما صبح جلد نہ اٹھنے اور دو پہر ہونے کے قریب تک سوئے رہنے کی وجہ سے جنم لیتے ہیں۔

صبح خیزی و برکات میں یکجہتی:

اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے! ذرا غور وفکر کر کے اندازہ لگائیں اور دیکھیں کہ جب کسی بندے میں سنجیدگی کے ساتھ یہ سرانجام دینے اور صبح جلدی بیدار ہونے کی عادت پیدا ہو جائے تو ان چیزوں کے ساتھ ہی برکت بھی جمع ہو جاتی ہے، مال کام کاج و کاروبار اور وقت میں برکت وہ اپنے مال سے فائدہ اٹھاتا ہے، اس کے وقت میں وسعت پیدا کر دی جاتی ہے وہ خوشدلی سے کام شروع کرتا ہے اور چند منٹوں اور گھنٹوں میں وہ کام سرانجام دے دیتا ہے جسے دوسرے لوگ جنکے اوقات میں برکت نہیں ڈالی گئی ہوتی وہ کئی کئی دنوں میں بھی اس کے برابر کام نہیں کر پاتے لیکن صبح اٹھنے کے عادی کو برکت دی جاتی اسے انشراح صدر حاصل ہوتا ہے وہ خوشدلی سے کام کو ہاتھ ڈالتا ہے اور اس پر بھرپور توجہ دیتا ،وہ تسلیم ورضا کے جذبات سے معمور و بھرپور رہوتا ہے اور کام کی بآسانی تکمیل اس کا مقدر ہوتی ہے۔

اللہ آپ پر رحم فرمائے اللہ سے ڈرتے رہا کریں، قوانین وسنن کو اپنائیں اپنے کام میں سنجیدگی کا مظاہرہ کریں اپنے امور پورے عزم واحتیاط سے سرانجام دیں، دنیا وآخرت کی فلاح وکامرانی آپ کے قدم چومے گی، فلاح ونجات کی طرف بڑھو نماز نیند سے بدرجہا بہتر ہے۔

سالانہ چھٹیاں، وقت کا صحیح مصرف
اور نوجوان تعطیلات موسم گرما کے تناظر میں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبد الرحمن السدیس حفظہ اللہ
۱۷/۵/۱۴۲۶ھ، ۲۴/۶/۲۰۰۵ء

عمدہ زادہ راہ اور توشہ آخرت:

اللہ کے بندو! ہرکس و ناکس کے لئے جو بہترین وصیت اور ہر آنے جانے والے کے لئے جو عمدہ توشہ اور سب سے عمدہ زاد آخرت ہوسکتا ہے وہ ہے ظاہت و پوشیدہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنا لہذا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کریں کہ جس نے آپ کو وجود بخشا ہے تخلیق فرمائی اور امداکی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى﴾

"اور زاد راہ لے لو اور بہترین زاد (آخرت) تقویٰ ہے۔" (البقرۃ:۱۹۷)

وقت ایک قیمتی جوہر:

مسلمانو! اقوام وامم کا تہذیبی دائروں اور ترقی کے میدانوں میں عروج حاصل کرنا، کامیابی کے میدانوں میں سبقت لے جانا اور خوشحالی کے اعتبار سے اپنی مراد کو پہنچنا اس بات کے ساتھ مربوط ہے کہ کوئی قوم اپنی سعادت و قیادت کے پیچھے جواہر میں سے اہم جوہر اور سیادت و راہبری کی بنیادوں میں سے اہم ترین اساس کا کس قدر اہتمام کرتی ہے اور وہ جوہر اساس ہے اپنے وقت کو غنیمت سمجھتے ہوئے اس سے صحیح طور پر فائدہ اٹھانا اور اسے معاشروں کی تعمیر و ترقی اور بھلائی و خیر سگالی کے لئے صرف کرنا۔

عقلمند ومحتاط شخص:

جی ہاں! یہ عمریں بھلے لوگوں کے کے نزدیک اعمال کے خزانے جمع کرنے کا وقت ہوتی ہیں اور لوگوں میں سے سب سے زیادہ عقلمند اور محتاط شخص وہ ہے جو اپنے شب و روش کے اوقات کو مفادات و مصالح اور بھلائیاں جمع کرنے اور اپنی امت و قوم، اپنے معاشروں اور خود اپنی ذات سے مفاسد و شر اور برائیاں دور کرنے میں صرف کرے، ہر منت جو رائیگاں جائے وہ ایک ایسا موقع ہوتا ہے جو کہ بلا سود ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور اسے نہ لوٹایا جاسکتا ہے اور نہ وہ ہاتھ لگتا ہے اور اسے برادران ایمان! زندگی کے بارے میں ہمارا پیغام ایسا ہے کہ اس کے شب و روز تو بہت بڑی بات ہے اس کے منٹ اور سیکنڈ بھی اتنے قیمتی اور اس سے بلند و بالا ہیں کہ انہیں ضائع کیا جائے۔

تعطیلات موسم گرما اور کامیاب طلبہ:

برادران اسلام! گذشتہ چند دنوں سے گزشتہ تعلیمی سال کی رات نے اپنے بردے گرادیئے ہیں اور تعطیلات موسم گرما اپنے خوبصورت ملبوسات کے ساتھ مزین ہوگئی ہیں اور اس کے میدان و وادیاں سرسبز و شاداب ہوگئی ہیں تاکہ جد و جہد کرنے والے طلبہ و طالبات اور کامیابیوں سے ہمکنار ہونے والے، ان نوجوانوں اور دوشیزاؤں سے مصافحہ کریں اور انہیں پیغام تہنیت و مبارک دیں جو حصول علم، جد و جہد

اور سر بلندی و ترقی کے لئے اس جھنڈے کے سائے میں سر گرم عمل ہیں۔

شاعر یہ کہتے ہیں:

"ہمیں ہمارے اباء و اجداد کی عظمت نے آسمانوں تک پہنچا دیا اور ہم تو اس سے بھی بلند مقام حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

ناکام طلبہ:

ان طلبہ و طالبات کی طرح نہیں جنہوں نے کامیابی کے سرٹیفکیٹوں کی سیاہی کا سرمہ آنکھوں میں نہیں لگایا اور نہ ہی سرٹیفکیٹ کی چمک دھمک پر ہاتھ رکھا ہے بلکہ ایسے علم و درسگاہوں کو چھوڑ گئے اپنے قلم و قرطاس لپیٹ بیٹھے اور عبث و بیکار لہو و لعب اور کھیل کود تماشوں میں گھوڑے دوڑانے لگے راتوں کو جاگتے ہیں اور دنوں کو سوتے ہیں، اپنے قیمتی وقت کو لہو و لعب اور نافرمانیوں میں برباد کرتے ہیں اور باطل و ہذیان گوئی میں دسروں کی عزتوں سے کھیلتے ہیں اور انکی پگڑیاں اچھالتے ہیں، سیٹلائیٹ کے نشے میں اور فرصت کے خیال میں مبتلا ہو کر اپنے قیمتی اوقات کو طرح طرح کے کھیل تماشے کے میدانوں کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔

ہرگز نہیں۔ اے اللہ والو! یہ قطعاً ٹھیک نہیں، عقلمند و سمجھدار مسلمان اپنی زندگی کے عام اوقات میں اور موسم گرما کی تعطیلات میں بالخصوص زندگی کی مہموں کو سر کرنے میں جٹ جاتا ہے۔ اس کا ہتھیار و اسلحہ اس کی ہیں استقامت دیا مردی اور اس کی نیکی ہوتے ہیں، بندوق کی نالی اور گھوڑا اس کے اپنے ہوتے ہیں اور اس کا ترکش اس کی جد و جہد سعی و حرکت اور امانتداری ہوتی ہا اور یہ عمریں ایک امانت ہی تو ہیں جو ہمارے گلے میں ڈل دی گئی ہیں۔

ہر سال ایک تہائی بیکار؟

اے ماہرین تعلیم و تربیت اور اے نسل نو کے مسائل کا حل تلاش کرنے کی فکر کرنے والو! کیا یہ بات ذہن میں صحیح لگتی ہے کہ ہمارے طالب علم اور پیارے نوجوانوں کا طبقہ چھٹیوں کا سارا عرصہ جو ایک تہائی سال سے زیادہ ہوتا ہے وہ اس عرصے کو سعی و عمل، جد و جہد اور سرگرمی و امید کے بغیر ہی گزار دیں؟ جبکہ یہ بات معلوم اور طئے ہے کہ زندگی میں جو سہل انگاری و تن آسانی جمود کا باعث بنتی ہے وہ فکری ضعف و کمزوری و جسمانی ڈھیلے پن کا سبب بھی بنتی ہے، اور انسان عظمتوں کی سیڑھیوں پر اس وقت لگ نہیں چڑھ سکتا جب تک کہ وہ پہلے مشکلات اور سختیوں سے نہ نپٹ لے کیونکہ یہ تو قوت و جوانی کو جانچنے کا پیمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے اگر تو بات یہی تو پھر یہ واجب ہے کہ ہم اپنے بچوں اور نوجوانوں کو پوری آزادی کے ساتھ ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کا عادی بنائیں اور یہ احساس انہیں خود اسی بات پر آمادہ کرے نہ کہ وہ شکست خوردگی و ناچار خود سپردگی میں ایسا کریں کیونکہ

بقول شاعر:

"دنیا کا یگانہ روزگار شخص وہ فرد ہے جو دنیا میں کسی دوسرے پر بوجھ نہ بنے اور نہ کسی پر اعضاء کرے۔"

سستی و درماندگی سے پناہ کی دعا:

سستی ولاپرواہی اور دوسروں پر ناروا بھروسہ کئے بیٹھے رہنا طلبہ کی راہ میں خیر و بھلائی سائلین کی نگاہیں سے رشد و ہدایت کے سنگ میل محو کر دیتی ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ ہمیشہ یہ دعا فرمایا کرتے تھے: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَالْجُبْنِ، وَالْبُخْلِ،

"اے اللہ! میں عجز و درماندگی، سستی و کاہلی، بزدلی اور بخل سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔"[1] (صحیح مسلم)

اور دانشمندوں کے حکیمانہ اقوال زریں میں سے یہ قول معروف ہے:

"جو راحت وسکون پسند ہو گیا اس نے اپنی مردوں سے کبھی کچھ نہ پایا۔"

اسی طرح کے اقوال زریں میں سے اس کے مقابل یہ قول زریں ہے:

"جو جتنی محنت کرے گا، اس کی اتنی ہی تمنائیں بر آئیں گے۔"

غرض جس نے اللہ سے لو لگائی، اس پر وثوق و بھروسہ کر لیا اور اس پر توکل کرتے ہوئے اپنے آپ کو مہم جوئی کا عادی بنا لیا تو اس کے سامنے تمام مشکلات آسان ہو جاتی ہیں نہ گرمی اس کی راہ روک سکتی اور نہ ہی کسی قسم کا قلق و اضطراب رکاوٹ بنتا ہے اور نہ ہی ناامیدی اسے لیلائے مراد پانے سے باز رکھ سکتی ہے بلکہ وہ ہر چیز کو اپنے سامنے ہاتھ کھولے استقبال کے لئے خندہ روئی و آسانی سے تیار پاتا ہے اور یوں وہ اللہ کے فضل و کرم سے عز و شرف سے ہمکنار ہو جاتا ہے جو شخص صدق دل سے اللہ کی طرف راہ فرار اختیار کرتا ہے اللہ اسے بہترین مقام عطا فرماتا ہے، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: احْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ، وَاسْتَعِنْ بِاللهِ وَلَا تَعْجِزْ۔

"اس چیز پر جب نظر رکھو جو آپ کے لئے نفع آور ہو اور (اسے پانے کے لئے) اللہ سے مدد طلب کرو اور دعا خیر درماندہ ہو کر نہ بیٹھ جاؤ۔"[2] (صحیح مسلم)

ناامیدی جو میری ہمت کو آوازیں دیتی ہے میں اس کی پرواہ ہی نہیں کرتا بلکہ میری امید و رجاء کی طرف سے چیلنج سن کر خود ناامیدی دم سادھ کر خاموش بیٹھ جاتی ہے۔

اسلام کا ایک نمایاں پہلو:

اے امت مسلمہ! زمانہ تعطیلات میں نوجوانوں کا ذمہ داریوں کے میدانوں میں اترنا اور اپنے وجود کا ثبوت مہیا کرنا اور اپنے مستقبل کے پروگراموں کو عملی جامہ پہنانا اسلام کے روشن پہلوؤں میں سے ایک نمایاں پہلو ہے جس میں سنجیدگی و سرگرمی، جدو جہد مسلسل اور سعی پیہم کا خزانہ پایا جاتا ہے جس کی بدولت ہم اپنے قیمتی اوقات کا تحفظ کر کے عروج و کمال کے اوج ثریا تک پہنچ سکتے ہیں اور امت کے لئے فخر و اعتزاز کا باعث بننے میں تا کہ وہ اپنی عظمت رفتہ اور اقتدار از دست گزشتہ کو دوبارہ پالے، فاسد قسم کی پرزور اور تباہ کن نظریات کی راہ روک سکیں جو کہ

---

[1] صحیح مسلم:2722۔

[2] صحیح مسلم:2664۔

اس امت کی طرف چوری چھپے بڑھ رہی ہے۔اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و پناہ میں رکھے۔

اہل علم وقلم اور اہل فکر ونظر کی ذمہ داریاں:

یہ طے شدہ قاعدہ ہے کہ جدو جہد میں حصول کامیابی ہے اور سستی کا نتیجہ محرومیوں کے سوا کچھ نہیں ہے جو محنت کی تھکن اٹھائے گا وہی عنقریب اپنی امیدوں کا میٹھا پھل کھائے گا، برادران ایمان! ان چھٹیوں کو صحیح نفع آور مصرف میں لگانے کے لئے لمبی چوڑی امیدیں جن میں افراد سے وابستہ ہیں وہ علماء و عاۃ و مبلغین، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے محکمہ احتساب سے منسلک افراد، اہل فکر ونظر، اہل قلم و قرطاس اور ذرائع ابلاغ ومیڈیا کے کارپرواز ہیں کہ وہ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی عقول میں تعمیر و ترقی لائیں ان کے کردار میں استقامت و درستگی پیدا کریں ان کی روحانی تہذیب اور اخلاق تربیت کریں اور اس سلسلے میں اپنے اپنے دعوتی و تبلیغی وسائل و میڈیا بروئے کار لائیں، سمرسنٹرز، علمی دروس وتربیتی مذاکرات جیسے تمام اسلوب و ذرائع سے کام لیں اور ان میں سے افضل الذکر قرآن کریم کے حلقات خاص طور پر قابل ذکر ہیں ان پر خصوصی توجہ دی جائے اور نسل نو کو اس قرآن کے چشمہ صافیہ سے خوب سیراب کیا جائے کہ وہ قرآن کریم کو حفظ کریں، اس کی تلاوت کریں اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہو کر ہدایت پائیں، اس کے درس وتدریس کا فریضہ سرانجام دیں، اس کے مفاہیم ومعانی پر تدبر و تفکر کریں اور ان کی اقتداء و پیروی کریں خصوصا آج کل جبکہ امت کی آبرو اور اس نے مما لک انتہائی درندگی بردوش سرخ حملوں کی زد میں ہیں اس کے مقامات مقدسہ اور اشیاء مبارکہ کی بے حرمتی کی جارہی ہے اسکی دولتیں دو دو ہاتھوں میں لوٹی جارہی ہیں اور اس کا سب سے مقدس اثاثہ اور اس کی بقاء کا راز مسلمانوں کا خون ہے جسے تشدد و پسند و جرائم پیشہ لوگ اور تو اور خاص البلد الحرام (حرم شریف) میں بھی بہانے سے باز نہیں آرہے، ان حالات میں مذکورہ حضرات کی نوجوانوں کے سلسلہ میں ذمہ داریاں مزید بڑھ جاتی ہیں اور اس بات کی ضرورت مزید سخت ہو جاتی ہے کہ نوجوان نسل کو اسلام کے منہج وسطیت و اعتدال کی حقیقت کھول کر سمجھائیں جائے تا کہ وہ اس معاملہ میں صاحب بصیرت ہوں انہیں مسلسل نصیحت و راہنمائی مہیا کی حد بندی کریں اور ان کے ردعمل کو حکیمانہ انداز باہمی مذاکرات و بات چیت کو عمدہ و باء آور کاموں میں لگوایا جائے اور ساتھ ہی ان کی حوصلہ افزائی اور ترغیب وتشویق کے لئے مختلف میدانوں اور ذہنی آزمائش کے امتحانوں میں لائق وفائق طلبہ کامیابی پر انعامات کا اعلان کیا جائے کیونکہ یہی تو وہ اکسیر و نسخہ کیمیاء ہے جو ان سے وابستہ امیدوں کو برلانے والا ہے اور یہی ان میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے پاکیزہ جذبے میں اضافہ کرتا اور اسے جلا دیتا ہے، ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ﴾

"اور (نعمتوں کے) شائقین سبقت لیجانے والوں کو چاہئے کہ اسی میں سبقت لیجائیں (رغبت کریں)۔" (المطففین:۲۶)

مالدار و کاروباری حضرات کی ذمہ داری:

مسلمانو! جب ہم کام کرنے دو رمہارتوں کے حصول کی بات کرتے ہیں جن کا نوجوانوں میں پورے ضبط و اتقان کے ساتھ پایا جانا ضروری ہے اور جن سے نسل نو کو مزین ہونا چاہئے تا کہ وہ اپنا مستقبل سنوار سکیں اور ان میں محنت و دستکاری اور صفت وحرفت کی حس کار فرما ہو تو ساتھ ہی بات بھی چل پڑتی ہے کہ امت کے ستون اور اس کی ترقی کی بنیادیں اس بات پر قائم ہیں کہ امت کے کاروباری لوگ اپنے اموال کو مصالح

عامہ اورعوام کے مفادات بہم پہنچانے میں کما حقہ صرف کریں اور اس سلسلہ میں اپنے ذاتی مفادات پر اجتماعی مفادات کر ترجیح دیں اور تمام ترقیاتی یافتہ لوگوں والی گاڑی سے ملا جاسکے اور اس میں سب سے پہلے عزیز یہ بات کرتی ہے کہ غیرت مند مالدار کاروباری لوگ شریفانہ کام کاج اور ملازمتوں کے بکثرت مواقع مہا کریں، سمجھدار نسل نو کو کھپائے جو کہ امن و امان کے قلعے، امت میں عزت وقوت کے مراکز اور ملکوں کی تعمیر و ترقی کا باعث ہیں اور اس فکر کو پورے معاشرے میں پھیلائیں اور ایک دوسرے کو اس کی تاکید وصیت کریں کیونکہ اسی میں خیر و براور نیکی کے کاموں میں تعاون کی شکل بھی پائی جاتی ہے اور یہ بہت بڑا اور بھاری کام ہے تاہم ان لوگوں کے لئے نہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے نواز رکھا ہے اور یہ اسلئے بھی ضروری ہے تاکہ ایک طرف تو یہ ہماری نسل نو میں کام سے استفادہ کرنے کا داعیہ پیدا کرے گا اور دوسری طرف ان میں روح عزم وہمت وجنم دے گا جو کہ کسی قسم کی شکست قبول نہیں کرتی اور اسی طرح ہم ایسے غیور و خود مردان میدان کو سامنے لائیں اور تیار کریں گے ہمارے اوطان وممالک خوشی وسعادت پائیں گے اور ماں باپ عزت وفخر محسوس کرینگے اور ان کے قابل فخر کارنامے اور عظمتیں رہتی دنیا تک لوگ یاد رکھیں گے۔

فاروقی مشعل:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کیا ہی کہنے ہیں ان کی خوبی اللہ ہی کے لئے ہے، وہ کسی شخص کو دیکھتے جو انہیں بھلا لگتا تو پوچھتے کہ کیا وہ کوئی کام کاج کرتا ہے؟ اگر انہیں بتایا جاتا کہ نہیں وہ شخص ان کی نظروں سے گرجاتا اور ان کا کوڑا اس سے اوپر اٹھ جاتا وہ فرمایا کرتے تھے: "میں کسی آدمی کو دیکھتا ہوں تو مجھے اس پر غصہ آتا ہے کہ وہ نہ تو کسی دنیوی کام میں مشغول ہے اور نہ ہی آخرت سنوارنے والے کسی عمل میں مصروف ہے"

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ ﴾

"ایسے لوگ جنہیں اللہ کا ذکر کرنے اور نماز پڑھنے روزہ زکوۃ دینے سے نہ تجارت سوداگری غافل کرتی ہے نہ خرید وفروخت۔" (النور: ۳۷)

عمدہ مثال:

اللہ کے ان برگزیدہ و پسندیدہ بندوں کو اپنے لئے بہترین مثال بنالیں کہ وہ بڑے بڑے تاجر وکاروباری لوگ بھی تھے اور چھوٹی بڑی خرید و فروخت بھی کرتے تھے لیکن یہ سب کا انہیں اطاعت وفرمانبرداری کے اعمال سے نہیں روکتے تھے

نوجوان خطرناک موڑ پر:

خبردار! لائق صد مبارک ہیں وہ نوجوان جو مستقبل میں کچھ بن کر دکھانے کے عزائم اور کچھ کر گزرنے کا قصد لئے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو راہ حق وصواب کی طرف لوٹائے نسل نو کی تربیت کرکے انہیں اوسط و اعتدال پسند قوم بنانا ایک بہت ہی بڑی ذمہ داری ہے جبکہ ہمارے نوجوانوں پر ایسا دور بھی گزرا ہے کہ وہ خطرناک فکری موڑوں سے دوچار ہوئے ہیں جنہوں نے انہیں غلو ومبالغہ آمیزی سختی وتشدد و پسندی اور افراط وتفریط کے ہتھوڑے سے ٹیڑھا کرنا چاہئے، دوسری طرف مغربیین پسندی کمی بیشی اور انحاط وگراوٹ میں ڈال کر انہیں بگاڑے کی

کوششیں کی گئیں۔

نوجوانوں سے خطاب:

اے بابرکت نوجوان بھائی! اسلام کی طرف اپنی نسبت میں صدق دل سے کام لیں اور اس میں رسوخ وگہرائی پیدا کریں اور اسی راہ کو اختیار کریں جو آپ کو علماء آپ کے لئے منتخب کریں اور اپنی زندگی میں مثبت انداز سے اپنا حصہ ڈالیں اور اپنی امت کے مسائل کی فکر دل میں رکھیں اور اپنے معاشرے کی تعمیر وترقی میں دلچسپی لیں، ہر خیر وبھلائی کی چابی بنیں اور ہر شر و برائی کا دروازہ بند کرنے کی کنجی بن جائیں اپنے جسمانی وروحانی مطالبات کے مابین موازنہ کرتے رہیں ہر اچھے اخلاق وعمل کو اپنالیں اور ہر ذلیل گھٹیا عادت و کردار کو خیر باد کہہ دیں، اسی آپ ان شاء اللہ اپنے اچھے سلف امت کے اچھے خلف (خلف رشید) بنیں گے۔ جہاں تک سلبی ومنفی افکار و کردار نقد وجرح مقصد و نار وا آوارگی وبے کاری ضیاع اوقات وصلاحیات، ہر کام کو آجکل کرتے کرتے ٹالتے جانا اور معاشرے کا عضو معطل بنے رہنا ان بے کار لوگوں کا ہی خاصہ ہے جو کام کے نہ کاج کے بیری اناج کے ہوتے ہیں۔ اللہ کی توفیق وعنایت کے بعد امیدیں رنگ لائیں گی تو صرف ان نوجوانوں کے ہاتھوں جو کہ کردار ایجابی ومثبت عمل اوسط معتدل اور جدو جہد فعال ہے۔

باعث ناز وافتخار کام:

خبردار! وہ امور جن کی بدولت غیور لوگوں کے دل کو سکون ملتا اور جن پر وہ نازاں وفرحاں ہیں وہ امور ان چھٹیوں کے زمانہ میں سرانجام دییئے جانے والے وہ کام ہیں جو اہل توفیق لوگ کرتے ہیں اور بابرکت افراد جنہیں سرانجام دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت و نیکی اور توفیق سے مزید نوازے۔ وہ لوگ ہماری نوجوان ونیک نسل کے مسائل میں گہری دلچسپی لیتے ہیں، اور ان سالانہ چھٹیوں کے موسم سے بہترین استفادہ کرنے کے لئے ہر ممکنہ کوشش کرتے ہیں آپ دیکھ نہیں رہے کہ آپ کی آنکھوں کے سامنے قرآن وسنت کی تحفیظ وتعلیم کے حلقے قائم ہو چکے ہیں انہیں پڑھنے اور زبانی یاد کرنے میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور کوشش کی جارہی ہیں، علمی و دینی امور واشیاء سے متعلقہ ایگزیبیشنز لگے ہیں دعوت وتبلیغی کے کیمپس قائم ہیں اور ایسے میلوں پروگراموں کا انعقاد کیا جارہا ہے جنکے ذریعے نواجون نسل اور عام لوگوں کی مختلف تعلیمی و دینی امور میں بھرپور راہنمائی کی جاتی ہے اور خیراتی سرگرمیاں زوروں پر ہیں اور ایسے علمی کورسز اور تعلیمی مراکز قائم کئے جارہے ہیں جو کہ خاندانوں اور خصوصا نوجوانوں کے اوقات کے تحفظ کریں گے اور ان کی صلاحیتوں اور اہلیتوں میں ترقی واضافہ کریں گے اور یہ چیز اس بات کا یقینی پتہ دیتی ہے کہ یہ تمام مقامات اور سرگرمیاں نوجوان کو چھٹیوں کا یہ موسم اچھے طریقے س گزارنے میں مدد دینے والے پر امن مقامات ہیں اور یہ تمام دینی وعلمی سرگرمیاں ان لوگوں کا منہ بند کرنے بلکہ طمانچہ مارنے کے لئے بھی کافی ہے جو دینی وخیراتی کاموں کے خلاف الزام تراشیوں اور بہتان طرازیوں کے لئے تمام کیل کانٹوں سے لیس ہر کر تیر وتلوار سے مسلح ہو کر پیادہ سوار فوجوں کے ساتھ میدان میں اترے بیٹھے ہیں اور اس سب کچھ کے ساتھ ساتھ اس بات کی مزید امید ہے کہ نوجوانوں کے لئے نصیحت وخیر خواہی اور اصلاح وفلاح کی خاطر کسی بھی طرح کی خدمت سے دریغ نہیں کیا جائے گا اللہ تعالیٰ ان تمام کوششوں میں برکت فرمائے اور ہر قدم کو راہ راست پر چلائے اور سہو وخطا کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے معاف فرمائے اور اللہ یہ سے دعاء ہے کہ وہ ہم سب کو ہمارے ہاتھوں

سے پکڑ کر عزت و عظمت کے مقام تک پہنچائے ہمارے دین کو برتری و اقتدار سے نوازے اور ہمارے معاشرے وامت کو سرفراز کرے وہ بڑا ہی صاحب جود و کرم ہے۔

مزاج شریعت:

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرتے رہا کریں اور غفلتوں لرزشوں سے بچ کر رہیں اور اپنے قیمتی ومبارک اوقات کو اچھے اور نیک کاموں میں صرف کیا کریں، برادران ایمان سالانہ تعطیلات موسم گرماتے حوالت سے جب ہم ان فارغ اوقات کی قیمتہ بتانے اور ان لمحہ لمحہ ہر ممکن فادہ اٹھانے کی بات کر رہے ہیں تو اس سے کوئی ہمارا کوئی عقلمند دوست یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ یہ دنیا شاید صرف جدو جہد، محنت ومشقت اور کام ہی کام ہی کام کا نام ہے، ہر گز نہیں ہماری شریعت اسلامیہ میں پا کیزہ سیر وتفریح اور راحت و آرام کے وافر مواقع موجود ہیں بلکہ یہ چیز مقاصد شریعت میں سے ہے اور نفس انسانی کی فطرت سلیمہ کے تقاضوں میں سے ایک تقاضا بھی ہے لیکن اس کے کچھ معیار اور قواعد وضوابط ہیں جو کہ دین کا تحفظ کرتے ہیں مروت وعزت نفس کو یکجا کرتے ہیں نفس کو مربوط رکھتے ہیں اور بڑے ہی توازن ومتانت اور آہستگی وسنجیدگی سے آگے بڑھاتے ہیں۔

بچوں پر کڑی نگاہ:

پیارے مسلمانو! ان چھٹیوں کے دوران والدین پر ایک انتہائی اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان تعطیلات موسم گرما میں اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی نگرانی کے فریضہ کو فراموش نہ کریں اور نہ ذمہ داری چھٹیوں کے علاوہ عام تعلیمی سال کے دوران بھی نبھاتے رہیں اور انہیں اختلاط و بےحجاب میل جول کی جگہوں اور مقامات شکوک وشبہات سے بچا کر رکھیں اور گلی کوچوں یا سڑکوں بازاروں میں بیکار گھومنے پھرنے سے باز رکھیں تاکہ وہ بھی کہیں آوارہ گردی کرنے والوں کی طرح نہ ہو جائیں انہیں مغربی تہذیب و کردار کو اپنانے سے روکیں اور گلوبلائیزیشن کی چکی میں لینے سے بچائیں، اغیار کی تقلید اور کفار کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کریں اور بلانظم وضبط آزاد کے دلفریب جھانسے سے بچائیں جو کہ کتنے ہی لوگوں کو حق و باطل کے مابین متذبذب۔۔۔کرکے اور نیم مردہ پچھاڑ کر چھوڑ گیا ہے جبکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: إِنَّ اللَّهَ سَائِلٌ كُلَّ رَاعٍ عَمَّا اسْتَرْعَاهُ، أَحَفِظَ أَمْ ضَيَّعَ، حَتَّى يَسْأَلَ الرَّجُلَ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ۔

"اللہ تعالیٰ ہر ذمہ دار سے اس کے زیر نگرانی لوگوں کے بارے میں سوال کرے گا کہ اس نے ان کی حفاظت کی یا انہیں ضائع کر دیا حتی کہ آدمی کو اس کے اہل خانہ کے بارے میں پوچھا جائے گا۔"[1] (صحیح ابن حبان)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جو شخص اپنے بچے کو نفع آور تعلیم سے آراستہ کرنے میں غفلت و سستی اور لاپرواہی کرے گا اور اسے بیکار ہی چھوڑ دے گا تو وہ اس سے بہت ہی برا کرے گا، اور اکثر بچوں میں بگاڑ وفساد انکے والدین کی سستی اور لاپرواہی کے نتیجہ میں در آتا ہے۔

[1] صحیح ابن حبان: 271۔

حجاب وحیاء:

یہاں ایک نہایت ہی اہم مسئلہ کی طرف اشارہ کرنا انتہائی ضروری لگتا ہے جو ہماری بہنوں بیٹیوں اور نوجوانوں لڑکیوں سے تعلق رکھتا ہے اور وہ ہے حجاب ونقاب عزت وحشمت عفت وعصمت اور شرم وحیاء داری کے معاملہ میں ان کی صحیح تہذیب وتربیت کرنا اور نہیں عریانی و بے پردگی اور مرد وزن کے بے حجاب باہمی اختلاط ومیل جول کا دعویداروں اور پرچارکوں کے پروپیگنڈے سے انہیں بچانا خصوصا آج کے اس دور میں جس میں عورت کو بڑے بڑے رنگین خواب اور سبز باغ دکھلائے جارہے ہیں اور پرفریب و بھڑکیلے وعدوں کے غاروں میں دھکیلا جارہا ہے اور وہ خطرناک بگولوں اور طوفان میں پھنسائی جارہی ہیں، انکے اصل بڑے بڑے مسائل اور اعلیٰ ترجیحات کو جان بوجھ کو نظر انداکیا جارہا ہے اور یہ سعی نامشکور وہ لوگ سرانجام دے رہے ہیں جو شکست خوردہ فکر کے مالک ہیں اور مریض دلوں والے لوگ انہیں اس بخارزدہ دوڑ میں حصہ لینے پر اکسارہے ہیں جو کہ نہ توامت کے مفادات کی فکر کرتے ہیں اور نہ ہی اپنے معاشرے کی طرف منہ اٹھائے چلے آنے والے بگاڑ وفساد اور قبائح وبرائیوں کی راہ روکتے ہیں اور جاہل کو دشمن سے اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا وہ خود اپنے ہی ہاتھوں اپنا نقصان کربیٹھتا ہے۔

بیرونی مما لک جانے والوں سے:

اسی طرح ایک بات ان لوگوں کے گوش گزار بھی کرنی ہے جو موسم گرما کی چھٹیاں گزارنے اور سیر وسیاحت پر نکلنے کا عزم وارادہ کئے بیٹھے ہیں اور چھٹیوں میں نقل مکانی اور سفر وسیاحت کی توقع ہوتی ہی ہے ایسے میں ہم ان لوگوں کی خدمت میں عرض کریں گے جو بیرونی مما لک کے سفر کی تیاریاں کئے بیٹھے ہیں کہ جہاں بھی رہیں اللہ سے ڈرتے رہیں اپنے اوقات کا تحفظ کرنے میں اللہ کا تقویٰ دل میں رکھیں اپنے بچوں خاندانوں، مال اور اعضاء کے معاملہ میں اللہ کا خوف کھائیں، پ نے اطمینان وسکون اور خوشی ومسرت کی زندگی ترک کرکے بیرونی مما لک میں کھسک جانے اور بیماریوں اور ان کے برئے نتائج کے خطرات مول لینے کی ٹھان لی ہے، اپنے رب سے ڈرے رہیں ہمارے اپنے ملک میں لہکتے باغات مہکتے سبزہ زار اور خوبصورت سیاحتی مقامات کی کوئی کمی نہیں ہے اور ان میں مشکوک مقامات کے سفر اختیار کرنے سے کفایت ہے۔اصلیت ہے بلندی ہے اور پاکیزگی اور یہ کتنے ہی پر جمال و پر بہار مقامات ہیں اور ان کی خوبی وخوبصورتی اللہ کے لئے ہے۔

وقت کا شرعی مفہوم وحفظان وقت، تفریح طبع کا حق وحدود تعطیلات موسم گرما کے حوالے سے

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن محمد آل طالب حفظہ اللہ

۲۴/۵/۱۴۲۶ھ، ۱/۷/۲۰۰۵ء

لوگو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اپنے اس رب سے ڈرتے رہا کرو جو ظاہر و پوشیدہ کو جانتا ہے اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں کو خوب جاننے اور دیکھنے والا ہے، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

"اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو جتنا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں ہرگز موت نہ آئے سوائے اس حالت کے تم مسلمان ہو۔"

(آل عمران:۱۰۲)

دو خوفناک وقت:

بندہ اس دنیا میں دو خوفناک چیزوں کے مابین رہتا ہے ایک تو وہ وقت ہے جو کہ گزر گیا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ اس کے بارے میں اللہ کیا کرے گا اور دوسرا وہ وقت ہے جو کہ ابھی باقی ہے اور بندہ یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اس میں کیا فیصلہ کرنے والا ہے، عقلمند شخص کو چاہئے کہ وہ اپنے نفس سے خود اپنے لئے کچھ فائدہ اٹھالے اور آخرت سے قبل (اس کے لئے) اس دنیا سے کچھ کمالے اور مصروفیات میں پھنس جانے سے پہلے پہلے فارغ اوقات سے استفادہ کرلے، اللہ کی قسم! موت آجانے کے بعد کوئی حیلہ و چارہ سازی نہ رہے گی اور اس دنیا کے بعد دو میں سے صرف ایک ہی جگہ ہوگی جنت یا جہنم۔

تعطیلات موسم گرما کی وباء:

مسلمانو! انسان اس دنیا میں صحت و بیماری، مشغولیات وفراغت، تھکن وراحت اور جد و جہد وفتور جیسے مختلف حالات سے دو چار رہتا ہے اور آج کل سالانہ تعطیلات موسم گرما نے لوگوں کے یہاں فراغت و فرصت پیدا کردی ہے اکثر لوگ اپنی سالانہ چھٹیاں انہی تعطیلات موسم گرما میں ہی لیتے ہیں جبکہ عہد ماضی یہ بات معروف ومعمول بہ نہیں تھی بلکہ اس عادت کو نئی تہذیب وتمدن نے جنم دیا ہے جو کہ سال بھر انسان کو ایک کل پرزے کی طرح استعمال کرتی ہے، وہ سال بھر خوب محنت ومشقت اور جد و جہد کرتا، دنیا کی پونجی جمع کرنے کے پیچھے مارا مارا بھاگتا رہتا ہے اور ایمان کی روحانی غذا سے دور رہتا ہے حالانکہ یہ غذاء ہی جسموں، دلوں اور نفسوں کی اصل غذاء ہے جس سے راحت وسکون پاتے ہیں، چھٹیوں کی یہ وباء ایسی ہے کہ دنیا بھر میں پھیل چکی ہے اور سے ساری دنیا میں ہی موسم گرما کی ایک خالص علامت بنادیا گیا ہے۔

تفریح طبع کا حق اور اسلام:

اسلام انتہائی شامل وکامل دین ہے اسکی واقعیت، اس کے احکام کا توازن اور اس کی تشریعات وقوانین کا اعتدال اس بات کو بھی شامل ہے کہ اس نے نفس وجسم کے اس حق کو بھی تسلیم کیا اور برقرار رکھا ہے کہ وہ بھی راحت وسکون اور تفریح طبع میں سے اپنا جائز حصہ حاصل کرسکتے

ہیں چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: إِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا ، وَلِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا ، فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ

"تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے تمہارے اہل خانہ کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے لہٰذا ہر صاحب حق کو اس کا حق ادا کرو۔[1]" (صحیح بخاری و مسلم)

مباح تفریح:

مسلسل جد و جہد اور محنت و مشقت پیہم سے نفس بھی اکتا جاتا ہے اور جسموں کی طرح ہی دل بھی تھک جاتے ہیں اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"دلوں کو بھی موقع بموقع راحت وتفریح مہیا کیا کرو کیونکہ دل پر جب زبردستی اور جبر و اکراہ کی جائے تو وہ اندھا ہو جاتا ہے۔"

لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ راحت وتفریح کا انداز بھی ایسا ہونا چاہئے کہ جو مباح کی حدود کے اندر اندر ہے مباحات کے دائرہ وحدود کو پار نہ کر جائے، کتب حدیث میں یہ بات ثابت ہے ک نبی اکرم ﷺ خوش طبعی فرماتے اور ہنستے مزاح کرتے تھے لیکن ہر حال میں سچ کے سوا کچھ نہیں کہتے تھے آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ لگائی آپ ﷺ بچوں سے ہنسی کھیل کود کرنے کی ترغیب دلائی ہے اور حبشیوں کو اپنے نیزوں کے ساتھ (گتکا) کھیلنے کو برقرار رکھا اور نبی اکرم ﷺ کا ہی ارشاد ہے: ارْمُوا بَنِي إِسْمَاعِيلَ فَإِنَّ أَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا۔

"اے بنی اسماعیل تیر اندازی کیا کرو تمہارے باپ (اسماعیل علیہ السلام) بڑے ماہر تیر انداز تھے۔"[2] (بخاری، ابن ماجہ، مسند احمد، مستدرک حاکم، ابن حبان، صحیح الجامع:۹۱۱)

کھیل کود کی بعض جائز صورتوں میں سے یہ چند امور ہیں جو تفریح طبع کے لئے سر انجام دئے جا سکتے ہیں بشرطیکہ سارے کا وقت انہی کاموں میں ضائع نہ کر دیا جائے نہ ہی یہ انسان کا وطیرہ بن کر رہ جائیں اور نہ ہی مباح کے دائرہ سے خارج ہوں۔

دلوں میں خوشی وسرور کا داخل کرنا اور انہیں تنگیوں سے نکال کر راحت وسکون پہنچانا اور ان میں نشاط وسرگرمی پیدا کرنا شرعاً قابل اعتبار امور ہیں اور شریعت میں مباح کھیل کود صرف وہ ہے جو اس کے قواعد وقوانین کی خلاف ورزی پر مبنی نہ ہو وہ بذات خود حرام کام نہ ہو نہ ہی وہ کسی حرام کا تک پہنچانے کا ذریعہ وسبب بننے والا ہو اور نہ ہی وہ کسی واجب کی ادائیگی کی راہ میں رکاوٹ بنے۔

چھٹیاں اور دو کام:

اللہ کے بندو! یہ چھٹیاں جب ایک امیر واقع ہیں تو ہمیں کم از کم ان دو اہم امور سے بھی غفلت نہیں برتنی چاہئے اور نہ ہی انہیں نظر انداز کیا جائے اور نہ ہی یہ کسی عقلمند مسلمان کے لئے روا ہے۔

(ا) ان دو اہم امور میں سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ بات پیش نگاہ رہنی چاہئے کہ چھٹیوں کا یہ زمانہ وقت عمر کا ایک حصہ ہوتا ہے اور وقت ہی زندگی

[1] صحیح بخاری:1968۔
[2] صحیح بخاری:2899۔

ہے اور چھٹیوں کا معنیٰ فراغت و بے کاری بھی نہیں اور جو چیز اس حد تک پہنچاتی ہے۔

(۲) دو اہم امور میں سے دوسرا امر یہ ہے کہ چھٹیاں ہوں یا کچھ اور کسی سے شرعی تکالیف و فرائض ہرگز ساقط نہیں ہو جائے بلکہ انسان سے یہ مطالبہ ہے کہ وہ اپنے سارے وقت کو ہی عبادت و بندگی کے لئے فارغ کر دے اور انسان کی تخلیق کا فلسفہ و مقصد یہی ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾

"ہم نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے۔" (الذاریات: ۵۶)

ہر وقت اطاعت وفرمانبرداری:

اس کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں کہ اپنے تمام اوقات کو ہی نماز وروزہ اور جہاد سے پر کر دیا جائے، کوئی وقفہ نہ کیا جائے اور نہ ہی ان اعمال میں انقطاع آنے دیا جائے ہرگز نہیں بلکہ اصل غرض وغایت اور مقصود ومطلوب یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کی اطاعت وفرمانبرداری سے کسی حال میں بھی سرتابی ودستکشی نہ کرے اور نہ ہی کسی واجب کی ادائیگی سے پیچھے ہٹے کیونکہ وہ اس پر مامور ہے اور اس حکم سے اسکا خروج ممنوع ہے اور ایسا تو کوئی وقت پایا ہی نہیں جاتا کہ جس میں انسان فرائض وواجبات اور شرعی تکالیف سے باہر نکل سکے، جس میں جو چاہئے کرے بلکہ سارے کا سارا وقت ہی واجبات وسنن اور مباحات میں تقسیم ہے اور کم ازکم اسے اس بات کا حکم ہے کہ وہ حرام سے بہت دور رہے وہ چاہئے کسی دور افتادہ حکام پر ہو یا چاہئے وہ راحت وتفریح طبع میں مشغول ہو۔

چھٹیاں زندگی کا حصہ اور جوابدہی:

چھٹیاں کوئی زندگی کے کسی کنارے پر کاٹ رکھا گیا الگ وقت نہیں ہوتیں بلکہ یہ اس زندگی کا ایک جز ہوتی ہیں جسکا مالک خود انسان نہیں یہ اس ذات کی ملکیت ہے جس نے اسے پیدا کیا ہے تاکہ انسان اسے اپنے خالق ومالک کی اطاعت میں صرف کرے۔ اسی لئے اس پر یہ حرام کیا گیا ہے کہ وہ کسی بھی صورت میں اور کسی بھی سبب سے اپنی عمر اور اپنے وقت کو ہلاک کرنے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا (29) وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ عُدْوَانًا وَظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا ﴾

"اپنے آپ کو قتل مت کرو بے شک اللہ تم پر بڑا ہی مہربان ہے اور جس نے ظلم وسرکشی کے طور پر یہ حرکت (خودکشی) کی اسے ہم نارِ جہنم میں داخل کر دینگے۔" (النساء: ۲۹-۳۰)

خودکشی کرنے والے شخص کو اتنی سخت وعید سنائی گئی ہے حالانکہ اس نے اپنی ہی عمر اور وقت کے سوا کسی دوسرے کا قتل نہیں کیا یہ اس بات کی اہمیت کا پتہ دیتی ہے کہ انسان اپنے خالق ومالک کے سامنے اس زندگی کے بارے میں جوابدہ ہے جیسا کہ سنن ترمذی میں صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ عُمُرِهِ فِيمَ أَفْنَاهُ، وَعَنْ عِلْمِهِ فِيمَ فَعَلَ، وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَ أَنْفَقَهُ، وَعَنْ جِسْمِهِ فِيمَ أَبْلَاهُ"

"بندے کے قدم قیامت کے دن اپنی جگہ سے اس وقت تک نہ ہل پائیں گے جب تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں سوال نہ کر لیا جائے (۱) اس کی عمر کے بارے میں کہ اس نے اسے کہاں فنا کیا؟ (۲) اس کی جوانی کے بارے میں کہ اس نے اسے کہاں گنوایا

(۳) اس کے علم کے بارے میں کہ اس نے اس پر خود کس حد تک عمل کر کے دکھلایا (۴) اس کے مال کے بارے میں کہ اس نے اسے کہاں سے کمایا اور (۵) کہاں پر خرچ کیا۔ (بعض روایات میں یہ بھی ہے: اور اس کے جسم کے بارے میں کہ اسے اس نے کہاں کھپایا۔[1]"

(ترمذی ابویعلی، دارمی، الصحیحۃ: ۹۴۶، صحیح الجامع: ۳۰۰)

وقت کا شرعی مفہوم اور سفر و اہمیت:

مختلف قسم کے سفروں پر نکلنا بھی زندگی کا ایک حصہ ہی ہوتا ہے اور ہر شخص اپنی زندگی کی ہر ہر گھڑی کے بارے میں جوابدہ ہے کہ زمین نے اسے کہاں صرف کیا؟ اس بنیاد کو سامنے رکھیں تو ہمیں یہ پتہ چل جاتا ہے کہ وقت کا شرعی مفہوم انسان کو یہ حق ہرگز نہیں دیتا کہ وہ اسے ضائع کرے اور وقت کی قدر و قیمت اور اسکے ایک عظیم الشان چیز ہونے کا پتہ اس بات سے بھی چل جاتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے وقت کی قسمیں کھائی ہیں اور پھر وقت کے مختلف اجزاء کی قسمیں کھائی ہیں چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَالْعَصْرِ (1) إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ (2) إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾

"قسم ہے عصر کی، بے شک انسان خسارے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں اچھے عمل کئے اور ایک دوسرے کو حق پر جمے رہنے اور (اس راہ میں آنے والی تکالیف پر) صبر کرنے کی تلقین وتاکید کرتے رہے۔" (سورۃ العصر)

﴿ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى (1) وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى (2) وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَى (3) إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّى﴾

"اللہ تعالیٰ نے رات کی قسم کھائی جبکہ وہ چھا جائے (دن کو چھپالے) اور دن کی قسم کھائی جب وہ روشن ہو جائے اور قسم کھائی اس ذات کی جس نے نر اور مادہ دونوں انواع کو پیدا فرمایا اور ساتھ ہی فرمایا دیا تم لوگوں کی کوشش طرح طرح کی ہے۔" (اللیل: ۱-۴)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورج اور اس کی روشنی کی قسم کھائی چاند اور دن کی قسم کھائی، رات کی قسم کھائی اور نفس (انسان) کی قسم کھائی (دیکھئے سورۃ الشمس: ۱-۷) اور پھر فرمایا: ﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا (9) وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا﴾

"وہ فلاح و مراد کو پالیا جس نے اپنے نفس و روح کو پاک رکھا اور جس نے اس خاک آلود کر لیا وہ خسارے میں رہا۔" (الشمس: ۹-۱۰)

ان تمام آیات اور قسموں میں اس بات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ وقت زندگی کا ایک قیمتی مادہ ہے اور اس میں لوگوں کی سعی و کوشش مختلف قسم کی ہے ان میں سے بعض وہ ہیں جو اپنے نفس کو پاک کر کے اسے خیر و بھلائی کے کاموں میں ترقی دیتے ہیں اور ان میں ہی بعض وہ لوگ ہیں جو نافرمانیوں اور کوتاہیوں کے نتیجہ میں اپنے آپ تنزل اور انحطاط کی اتاہ گہرائیوں اور گہرے کھڈوں میں گرا لیتے ہیں۔

کوچ کی تیاری:

مسلمانو! عقلمند وہ ہے جو اپنے معاملے میں غور و فکر کرے اور اس بات کو سمجھ لے کہ اس نے کے دنوں کا گزرتے جانا اس کے اس دنیا سے کوچ کر جانے کی منادی ہے، کسی کی عمر لمبی ہو یا چھوٹی یہاں سے بہر حال اسے اپنی بساط لپیٹ کر چلے ہی جانا ہے لہٰذا وہ اپنے ہر معاملہ میں احتیاط کرے اور موجودہ دن میں نیکی کمانے کی سعی و جدوجہد کرے اور اپنے کل کے سفر کے لئے تیاری کرلے۔

---

[1]) ترمذی: 2417۔

وقت اور زندگی:

یہ وقت اس کے سوا کیا ہے کہ انسان کی زندگی ہے یا پھر اس کی وہ عمر ہے جو آتی جاتی سانسوں سے عبارت ہے یا پھر یہ وقت ان امیدوں سے عبارت ہے جنہیں اگر محدود نہ کیا گیا تو وہ ضائع ہو جاتی ہیں وقت بڑی ہی قیمتی اور نفیس چیز ہے اور اس میں سے جو گزر جائے وہ کبھی لوٹ کر نہیں آتا اور نہ ہی گزرا زمانہ ہاتھ آتا ہے، ہمیں اپنی امیدوں کے سلسلہ متنبہ رہنا چاہئے۔

اثرات حیات پر نظر:

کتنے ہی غافل وہ ہیں جو اپنی انتہائی قیمتی چیز (وقت) کو بہت سستے داموں بیچ دیتے ہیں، وقت خود بخود گزرتا چلا جاتا ہے اور خود ہی ختم ہوتا رہتا ہے جس نے اس کا تدارک کرنے میں غفلت کی اس کے دن اور اوقات رائیگاں گئے اور حسرتوں کے پلندے کے سوا اس کے ہاتھ کچھ نہ لگا، زندگی اپنے تمام تر منافع و مفاسد کے ساتھ گزر جاتی ہے اور صرف اس کا اثر ہی باقی رہ جاتا ہے لہذا اپنی زندگی کے لئے وہ چیز (منافع) کو اختیار کر لیں جو لوٹ کر آئیں اور تمہیں فائدہ پہنچائیں یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن اہل سعادت و خوش بخت لوگوں سے کہا جائے گا:﴿كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾

"جو (عمل) تم ایام گزشتہ میں آگے بھیج چکے ہو، اس کے صلے میں مزے سے کھاؤ پیو۔" (الحاقۃ:۲۴)

اس کے برعکس اہل شقاوت و عذاب سے کہا جائے گا: ﴿ذَٰلِكُم بِمَا كُنتُمْ تَفْرَحُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنتُمْ تَمْرَحُونَ (75) ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ﴾

"یہ اس کا بدلہ ہے کہ تم زمین میں حق کے بغیر ناحق خوش ہوا کرتے تھے اور اس کی (سزا ہے) کہ تم اترایا کرتے تھے (اب) جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ ہمیشہ اسی میں رہو گے متکبروں کا کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔" (المؤمن:۷۵-۷۶)

دو دن ندامت کے:

دو دن ایسے ہیں کہ جن میں انسان اپنے ضائع کئے ہوئے اوقات پر انتہائی نادم و شرمسار ہوگا اور مہلت مانگے گا ان میں پہلا دن وہ ہے جب اس پر جانکنی (نزع) کا علم ہوگا اور اس وقت حسب ارشاد الٰہی وہ کہے گا:﴿رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ الصَّالِحِينَ﴾

"اے میرے رب! تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت اور کیوں نہ دی تا کہ میں خیرات کر لیتا اور نیک لوگوں میں داخل ہو جاتا۔" (المنافقون:۱۰)

اور حسب ارشاد الٰہی اس کے لئے جواب یہ ہوگا:﴿ وَلَن يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾

"اور جب کسی کی موت آ جاتی ہے تو اللہ اسے ہرگز مہلت نہیں دیتا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔" (المنافقون:۱۱)

جبکہ دوسرا دن اور موقع آخرت میں اس وقت ہوگا جب اہل جہنم کو نار جہنم میں داخل کیا جائے گا، اس وقت ان کا حال و قال یہ ہوگا:﴿وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ﴾

”وہ اس (جہنم) میں چلائیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں (یہاں سے) نکال دے (اب) ہم نیک عمل کریں گے نہ وہ کہ جو (پہلے) کیا کرتے تھے۔“ (فاطر:۳۷)

اور انہیں جواب دیا جائے گا:﴿أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ﴾

”کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں جو سوچنا چاہتا سوچ لیتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا تو اب مزے چکھو، ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔“ (فاطر:۳۷)

حفظانِ وقت:

مسلمانوں اوقات کی حفاظت کرنا اور عمروں کو نفع آور کاموں میں صرف کرنا عزم وہمت، حزم واحتیاط اور قوت ارادہ کا متقاضی ہوتا ہے، رہا مسئلہ بیکاری اور سستی و کاہلی کا تو یہ ایک مہلک بیماری اور خطرناک مرض ہے جس کے برے اثرات افراد و معاشرہ پر مرتب ہوتے ہیں اور یہ مادی و معنوی پسماندگی، فقر و تنگدستی اور ضعف و کمزوری کا باعث بنتا ہے اور ذلیل ورذیل حرکات اور فحاشی و منکرات میں مبتلا کر دیتا ہے کام کاج اگر تھکانے والی چیز ہے تو بیکاری بگاڑ میں پھنسانے والی چیز ہے جو اکثر سویا ہی رہے وہ مراد نہیں پا سکتا، جو ہمیشہ سست رہے اس کی امیدوں پر پانی پھر جاتا ہے۔

وقت کی قدر وقیمت:

جو شخص اپنے اوقات کو ضائع کرنے کے لئے کھیل تماشے کے مقامات کی تلاش میں لگا رہتا ہے اس کے کہہ دیں کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم زندگی کو محض کھیل تماشہ ہی سمجھتے ہو تو کیا تم موت کو بھی کھیل کود ہی سمجھ رہے ہو؟ اور جو شخص اپنے دنوں کو خوابوں کے محل تعمیر کرتے اور وہم و گمان کی دنیا میں پڑے پڑے ہی برباد کرتا جارہا ہے اسے کہہ دیں کہ اگر آپ کو اس وقت کی قدر قیمت کا اندازہ نہیں کہ جسے تم ضائع کئے جارہے ہو تو کبھی قبرستان میں کھڑے ہو جائیں اور اسکے باسیوں سے وقت کے ایک لمحہ کی قدر پوچھ کر دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ یہ اتنی قیمتی چیز ہے کہ یہ کسی کو ملکیت میں نہیں دیا جاتا اور یہ وہ چیز ہے کہ اگر ہاتھ سے نکل گئی تو اسے دوبارہ پایا ہی نہیں جاسکتا، کتنے ہی لوگ ہیں اموات آجاتے ہی یہ کہتے ہیں:﴿قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ (99) لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ﴾

”اے میرے رب! مجھے پھر (دنیا میں) بھیج دے تاکہ میں اس میں جسے چھوڑ آیا ہوں نیک کام کیا کروں۔“ (المومنون:۹۹-۱۰۰)

تو اسے جواب دیا جائے گا:﴿كَلَّا﴾

”ہرگز نہیں“ (المومنون:۱۰۰)

یہ عمر ایسی چیز ہے کہ جو لوٹ کر نہیں آتی۔

دو نعمتیں:

فراغت وفرصت ہمیشہ خالی ہرگز نہیں رہتی بلکہ فرصت وفراغت ہاتھ لگتے ہی اسے خیر یا شر سے پر کر دیا جاتا ہے۔جس نے اپنے آپ کو خیر و بھلائی کے کاموں میں مشغول نہ کرلیا، نفس اسے شر و برائی کے کاموں میں لگا دیتا ہے، سلف صالحین امت اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ کوئی شخص بالکل فارغ و بیکار رہے نہ وہ اپنے دین کے کسی معاملہ میں مصروف ہو اور نہ ہی اپنی دنیا کا کوئی کام سنوار رہا ہو، جب فراغت و فرصت کے ساتھ مال و دولت اور صحت و عافیت بھی یکجا ہو جائیں تو اب اگر اس مجموعے کو نیکی و بھلائی کے کام میں نہ لگایا تو بہت خطرناک صورت اختیار کر جاتے ہیں چنانچہ صحیح بخاری میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ

"دو نعمتیں ایسی ہیں کہ بکثرت لوگ ان کے معاملے میں فریب میں مبتلا ہیں: (۱) صحت و عافیت (۲) فراغت وفرصت۔"[1] (صحیح بخاری)

سفر بلا ہدف باعث تھکاوٹ:

اللہ کے بندو! اگر کسی کے سامنے کوئی صحیح غرض و غایت نہ ہو کہ جس کے حصول کے لئے وہ کوشاں ہو اور نہ ہی اس کے سامنے کوئی صحیح ہدف و مقصد ہو کہ جسے پورا اور اس تک تک پہنچنے کے لئے وہ سعی اور جد و جہد کرے تو اس شخص کا وقت و زمانہ ضائع ہو جاتا ہے۔جو شخص بلا مقصد چل رہا ہو اسے اس کا وہ چلنا سخت تھکا دینے والا ہوتا ہے اور کسی ہدف ومقصد اور غرض ونصب العین کے بغیر انسان اس سفینے کی طرح ہوتا ہے جسکا کوئی کپتان نہ ہو اسے سمندری پانی کی سرکشی موجیں پے در پے تھپیڑے مارتی چلی جاتی ہیں یہاں تک کہ وہ غرق ہو جاتا ہے۔

یہ شب و روز کا نامہ اعمال:

یہ دن اعمال کے دفتر ہیں انہیں نیک اعمال یہ یہ کر کے ہمیشہ کے لئے محفوظ رکھنے کے لائق بنالیں، فرصتیں اور فراغت کے خالی اوقات اتنی تیزی سے گزر جاتے ہیں جیسے آسمان پر اڑتے ہوئے بادل، لہٰذا جو وقت کو آج کل میں ٹالتا رہا وہ عجز و درماندگی میں پھنس کر رہ جائے گا اور دیکھا جائے گا یا کل سہی والی روش اور سستی و کاہلی کا نتیجہ خسارہ ونقصان کے سوا کچھ بھی نہیں ہے سلف صالحین میں سے ایک شخص کی موت کے وقت رونے لگا، ان سے پوچھا گیا کہ آپ تو ایک نیک خصلت انسان ہیں آپ کو کس بات پر رونا آرہا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں اس دن پر رو رہا ہوں جس کا میں روزہ نہ رکھ سکا اور اس رات پر مجھے رونا آرہا ہے جس میں قیام نہ کر سکا۔

خیر القرون کے لوگ موت کے دروازے پر:

آدمی نیکی و احسان کرنے والا ہو یا تقصیر و کوتاہی میں زندگی گزارنے والا حقیقت یہ ہے جس کی موت بھی قریب آجائے اسے ہر اس لمحہ یہ ندامت ہوتی اور رونا آتا ہے جو کسی نیک عمل کے بغیر گزر گیا۔ہمیں اپنی زندگی اور ہاتھوں سے نکلتی عمر کا تدارک کر لینا چاہئے اور نیک اعمال میں سے کچھ کر گزرنا چاہئے۔خیر القرون کے لوگوں کو آپ دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے اوقات پر اتنی زیادہ توجہ دیتے تھے کہ بخیل آدمی اتنی توجہ اپنے درہم

---

[1] صحیح بخاری: 6412۔

و دینار پر بھی نہیں دے پاتا اور اسی کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے علم نافع حاصل کیں، عزت و عظمت کے جھنڈے گاڑ دیئے اور گہری و مضبوط جڑوں والی تہذیب و تمدن سے دنیا کو روشناس کروایا جس کی شاخیں خود پھیلی ہوئی ہیں۔

دورِ حاضر کے لوگ:

اس کے برعکس جب آپ آج کے بکثرت مسلمانوں کی حالت پہ نگاہ دوڑائیں گے تو آپ کی نگاہ تھکی ہوئی اور حسرت زدہ ہو کر پلٹ آئے گی کیونکہ اسے دیکھنے کو ضیاع اوقات ملے گا عمروں کا زیاں انہیں فضولیات میں بسر کرنا نظر آئے گا جو کہ نادانی کی حد سے تجاوز کرے دیوانگی کی حدود میں داخل ہو چکا ہے اور نوبت بایں جارسید کہ وہ لوگ جو کل تک دنیا کی زمام کار و زمام اقتدار اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے تھے وہ آج قافلے کا محض دم چھلہ بن کر رہ گئے ہیں۔

تھوڑے وقت میں حیرتناک کارنامے اور تاریخ کا دھارا موڑ دینے والی خدمات:

مسلمانو! جس کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے برکت فرمائی ہے وہ معمولی سے وقت میں بھی اللہ تعالیٰ کی اتنی نعمتیں حاصل کر لیتا ہے جنہیں حصر و شمار میں لانا بھی ناممکن ہے اور کتنے ہی ایسے اہل توفیق ہیں کہ وہ معمولی وقت میں بھی بکثرت اعمال خیر سرانجام دیے جاتے ہیں حتیٰ کہ آپ انکے کارناموں اور خدمات کو خلاف عادت امور (کرامات) سمجھیں گے جبکہ وہ دراصل توفیق الٰہی کا نتیجہ، ان کے اوقات و اعمار میں اللہ کی طرف سے برکت کا ثمرہ اور نفع آور امور میں ان کے اپنے وقت کو صرف کرنے کا پھل ہے۔

(ا) اور اس کی بہترین مثال رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ ہے جنہوں نے صرف تیئس سالوں کی تھوڑی سی مدت میں لوگوں کو ظلمات و اندھیروں سے نور و روشنی کی طرف نکال دیا اور محض کسی علاقے کا بہترین بلکہ پوری تاریخ کا دھارا موڑ دیا۔

خود کا عوام کا ضیاع:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زندگی بھی ایک بہترین مثال ہے انہوں نے اپنی حیات گرامی کے دن رات ایک کر دیئے، وہ کہا کرتے تھے: "اگر میں رات بھر سویا رہوں تو میں نے اپنے آپ کو گیا ضائع کر دیا اور اگر میں دن کو سو جاؤں تو میں نے گویا اپنی رعایا (عوام) کو ضائع کر دیا، اب ان دونوں کے مابین کیسے سویا جا سکتا ہے؟"

دنیا کی سب سے مبسوط و ضخیم کتاب:

ابن عقیل رحمہ اللہ کہتے ہیں: "میں اپنے لئے یہ حلال نہیں سمجھتا کہ اپنی عمر کی ایک گھڑی بھی ضائع کر دوحتی کہ جب میری زبان درس و مذکارہ یا مناظرہ سے رکتی ہے اور میری نگاہ مطالعہ سے ہٹتی ہے تو اس راحت و آرام کے وقت میں میں اپنی عقل و فکر و کام میں لگا دیتا اور لیٹے لیٹے غور و تامل کرنے لگتا ہوں اور میں اٹھنے تک وہ سارا کچھ سوچ لیتا ہوں جسے حوالۂ سطور کرنے کا ارادہ ہوتا ہے۔" ان کی اسی روش کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے اپنی وہ کتاب الفنون تالیف فرمائی جس کے بارے میں امام شمس الدین ذہبی نے لکھا ہے: "دنیا میں اس سے بڑی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔"

انتہائی زود رقم اور ۵۰۰ جلدوں کے مصنف:

اسی طرح علامہ ابن القیم نے اپنے استاد گرامی شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے:

"میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی عادت و اطوار، کلام و گفتگو، پیش رفت و اقدام اور تصنیف و تالیف میں عجیب کیفیت بلکہ عجائب قدرت دیکھے ہیں کہ وہ صرف ایک دن میں اتنا مواد تصنیف فرما دیتے تھے جسے محض نقل کرنے میں ناسخ کو ایک ہفتہ درکار ہوتا تھا اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

"امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تصانیف ۵۰۰ جلدوں تک پہنچی ہوئی ہیں۔"

یہ تو صرف تصانیف و تالیفات ہیں جبکہ آپ دوسروں کے درس و تعلیم اور دعوت و جہاد میں جو صرف فرمایا کرتے تھے وہ اس پر مستزاد ہے۔

سنن ترمذی میں حسن درجہ کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ خَافَ أَدْلَجَ، وَمَنْ أَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ، أَلَا إِنَّ سِلْعَةَ اللهِ غَالِيَةٌ أَلَا إِنَّ سِلْعَةَ اللهِ الْجَنَّةُ۔

"جو (دوری منزل سے) ڈرے وہ منہ اندھیرے رخت سفر باندھ کر چل پڑتا ہے اور جو اندھیرے میں سفر شروع کر دے وہ منزل کو پالیتا ہے۔ "خبردار ہو جاؤ! اللہ کا مال بہت ہی مہنگا ہے ہوشیار ہو جاؤ کہ اللہ کا مال جنت ہے۔"[1] (ترمذی بسند حسن)

بدکے ہوئے نوجوانوں:

مسلمانو! چونکہ وقت اور اس کی قدر و قیمت کے بارے میں گفتگو چل رہی ہے اور نفع آور امور میں زندگی کو صرف کرنے کا موضوع زیر بحث ہے چنانچہ ان لوگوں کے کانوں میں یہ بات ڈالنا چاہتے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی سیاہ اندھیروں میں بسر کرنا شروع کر رکھی ہے جس کے نتیجے میں وہ مسلمانوں کے مال و خون سے اپنے ہاتھ رنگ رہے ہیں ان سے گزارش ہے کہ اے نوجوانان اسلام! امت کے مصائب و مشکلات پے در پے اور متعدد ہیں اس کا زخم بھی تازہ ہے لیکن امت کا سب سے زیادہ خونریز زخم اور اس کی خطرناک بیماری یہ ہے کہ اس کے نوجوانوں کے افکار و نظریات میں انحراف آ جائے، ان کے عقائد و کردار میں فساد و بگاڑ پیدا ہو جائے اور ان کی جنگ و امن کا انداز بدل جائے، ان نوجوانوں کی وجہ سے امت پر مصیبت آ گئی ہے جو بدک گئے ہیں اور اسی جماعت سے نکل گئے ہیں جس میں علماء و شیوخ، حکام و امراء اور ایسے اہل رائے لوگ ہیں جو مفادات کرتے ہوئے خفیف کو اختیار کرتے ہیں اور جوانوں کی اس روش سرتابی کا نتیجہ گردن زنی و خونریزی کی شکل میں سامنے آ رہا ہے اور وہ بھی ایسے مواقع اور مقابلوں میں کہ دونوں طرف ہی مسلمان ہیں اور اس کا میدان حرمین شریفین والا ملک بن رہا ہے ملامت کرنے والوں نے ملامت کی نصیحت و خیر خواہی کرنے والوں نے اپنی ذمہ داری نبھائی اور علماء راسخین نے اپنا فریضہ ادا کرتے ہوئے اصل صورت حال واضح کی کیا تم اب بھی باز آئے ہو یا نہیں؟ خوں ریزیاں ہوئیں حالانکہ وہ خون ملک کی تعمیر و ترقی میں صرف ہونا چاہئے تھا اور اسی سلسلہ میں بھی علماء کی ہمرکابی درکار ہے اور خاتم الانبیاء و امام المرسلین ﷺ کی سنتوں کا پاس ہونا ضروری ہے۔

---

[1] ترمذی: 2450۔

ایک نداءوصدادعوت:

ایک شفیق وخیر خواہ کی طرف سے نداء ودعوت ہے ان لوگوں کے لئے کہ وہ واپس راہ صواب پر لوٹ آئیں اور جس نے خطا کا ارتکاب کیا ہے وہ توبہ تائب ہو جائے اور جس کے بارے میں کوئی ظن وگمان ایسا کرلیا گیا ہو جو کہ خلاف واقع ہے اسے چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو حکومت کے متعلقہ اداروں کے سپرد کردے تا کہ وہ محفوظ ہو جائے اور اس سے التباس وشبہات زائل ہو جائیں اور وہ امن وسلامتی میں آجائے۔

جرأتمندانہ اقدام:

شجاعت ودلیری کی کئی اقسام ہیں انہیں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اپنی غلطی کا اعتراف کر کے اس کے نتائج کر برداشت کیا جائے، ہمیں بھر پور امید ہے اور ہمارا گمان غالب یہ ہے کہ آپ لوگ مفاہمت وحکمت اور عذر ومعذرت سے کام لیں گے اور رحم وکرم کا سلوک پائیں گے ورنہ پکڑے جانے پر گناہوں کے کفارے اور خطاؤں کو مٹانے والی چیزیں ہیں اور درحم وکرم ہو جائے یا کفارہ دینا پڑے یہ دونوں ہی چیزیں ایک مسلمان کے لئے غلطی پر اصرار وسرکشی کرنے اور بغض وعناد میں مزید آگے بڑھنے سے بہتر ہیں۔ اللہ نے جو لکھ رکھا ہے وہ تو بہر صورت ہو کر ہی رہے گا اور پہلے بھی اور بعد میں بھی اللہ ہی کا حکم کارفرما ہے اور ہم گمراہ کن فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

شادی کی اہمیت وفضیلت

اس کے ضروری قواعد وآداب اور غلط فہمیاں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن محمد آل طالب حفظہ اللہ
۲/۶/۱۴۲۶ھ، ۸/۷/۲۰۰۵ء

لوگو! سب سے سچی بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ حضرت محمد ﷺ کی سنت وراستہ ہے اور بدترین امور وہ چیزیں ہیں جو دین میں نئی ایجاد کردہ ہیں اور دین میں ہر نئی ایجاد کردہ چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا انجام نارِ جہنم ہے۔

تخلیق مرد وزن:

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور اس بات کی اپنے دل ودماغ پر نقش کرلو کہ کل قیامت کے دن آپ سب کو اللہ کے حضور جواب دہی کے لئے کھڑے کیا جائے گا اور آپ کے تمام اعمال پر آپ کو بدلہ دیا جائے گا۔ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾

"اے لوگو! اپنے اس رب سے ڈرتے رہا کرو جس نے تمہیں ایک ہی جان (آدم) سے پیدا کیا ہے اور پھر انہیں سے ان کی بیوی پیدا کی اور پھر ان دونوں سے بکثرت مرد اور عورتیں (زمین میں) پھیلا دیں، اور اس اللہ سے ڈرتے رہا کرو جس کے نام کو تم اپنی حاجت برآری کا ذریعہ بناتے ہو اور قطع رحمی سے (بھی بچو) اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا (نگراں) ہے۔" (النساء:۱)

کسی بھی کام کو آجکل کرکے ٹالتے جانے کی عادت سے بچ جائیں لمبی امیدیں لگا کر بیٹھ جانا آخرت کو بھلا دیتا ہے اور خواہشات نفس کی غلامی و پیروی حق سے روک دیتی ہے۔

فطرت سلیمہ:

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو فطرت سلیمہ پر پیدا فرمایا ہے اور ان میں یہ صفت رکھی ہے کہ وہ اسی کی طرف کھچے چلے جاتے ہیں اور اس کی رحمت وحکمت میں سے ہی یہ بھی ہے کہ اس شریعت اسلامیہ کو بھی فطرت سلیمہ کی طرف دعوت دینے والی ہی بنایا ہے۔ سعادت وخوشی اور اجر وثواب الٰہی کا مقدر ہے جو کہ اس پر چلتے ہیں اور اسی پر چلنے کی ہی ایک شکل شادی کی صورت میں مرد وزن کا باہمی ربط وتعلق بھی ہے۔

شادی کی اہمیت کی وفضیلت:

اللہ کے بندو! کوئی صاحب عقل شخص اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ شادی کی بہت ہی زیادہ اہمیت ومقام ومرتبہ فضائل و برکات اور فوائد و ثمرات ہیں اور یہی نفوس کے سکون واطمینان دلوں کے ثبات واستقرار اور معاشرے کی ترقی و پائیداری کا ایک فطری وطبعی راستہ ہے یہ ایک ایسا عمل ہے ک جس کے ذریعے زندگی میں نظم وضبط پیدا ہوتا ہے اور اسی کے سمندر میں جذبات کی نہریں ٹھاٹھیں مارتی ہیں اور اسی کے زیر

سایہ نوجوان وصالح نسل پروان چڑھتی ہے۔ارشادِالٰہی ہے:﴿ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴾

"اوراللہ کی نشانیوں میں ہی سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہیں میں تمہاری بیویاں بنائیں تاکہ تم ان سے سکون پاؤ اوراس نے تمہارے مابین مودت ومحبت اوررحمت ومہربانی پیدا فرمادی،اس چیز میں تفکر وتدبر کرنے والی قوم کے لئے نشانیاں ہیں۔" (الروم:۲۱)

جسمانی وروحانی طہارت وطاقت:

شادی کے ذریعہ طہارت وپاکیزگی اپنی ضیاء ونور کو پھیلاتی ہے اورعفت وپاکدامنی اپنی چادریں (پردے) ڈالتی ہے جسمانی ومادی وقت رکھنے والوں کواس شادی کی بدولت ہی شرمگاہوں کا تحفظ وپاکدامنی حاصل ہوتی ہے شادی کرلینے سے گناہوں کی نسبت کم ہوکر رہ جاتی ہے اور خیرات وبرکات کاظہور ہونے لگتا ہے اوراسی کے نتیجے میں معاشرہ اخلاق امن وامان کاظہور ہونے لگتا ہے اوراسی کے نتیجے مں معاشرہ اخلاق امن وامان کے مزے لوٹتا ہے اوراسی کی بدولت وہ اجتماعی ومعاشرتی خوشحالی وفاداری پاتا ہے۔

تمام انبیاء کی سنت:

اللہ تعالیٰ نے شادی کو ایک باعث شرف وفضیلت کام بنایا اوراسے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت قرار دیا ہے،چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل علیہ السلام سے خطاب کرتے ہے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:﴿ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً ﴾

"ہم نے آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیجے ہیں اوران کی بیویاں اوراولاد بنائی تھی۔" (الرعد:۳۸)

اسی بناء پراوراسمیں پائی جانی والی دوسری منفعتوں اورعظیم مفادات ہی کے پیش نظر شریعت اسلامیہ نے شادی کی بہت رغبت دلائی ہے اوراس کی راہوں کوآسان کرنے اوراسے سہل بنانے کی تاکید کی ہے اورہراس فعل سے منع کردیا ہے جواس کی راہ میں رکاوٹ بنے یااس کے تکمیل پانے کی راہ کا روڑا بنے یاس اس امر کی صاف وشفاف فضاؤں کومکدر کرنے کے درپے ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے شادی ونکاح کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:﴿ فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً ﴾

"عورت میں جوتمہیں اچھی لگیں ان میں سے دودواورتین تین اورچار چار سے نکاح کرلو اوراگرتمہیں اسی بات کا خدشہ ہوکہ(ان کے مابین) عدل وانصاف نہ کرپاؤ گے توپھرصرف ایک ایک (پرہی اکتفاءکرو)۔" (النساء:۳)

جبکہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کا ارشاد ہے: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ۔

"اے نوجوانو!تم میں سے جوشخص جسمانی قوت (ومادی استطاعت) پائے اسے چاہئے کہ وہ شادی کرے،یہ اس کے لئے نگاہوں کے

جھکائے رکھنے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے کا باعث ہوگی۔"[1] (بخاری ومسلم)

فلاحی معاشرہ:

اللہ تعالیٰ نے برابر جوڑ والوں سے بچیوں کی شادی کردینے کا حکم فرمایا ہے اور عورتوں کو نکاح سے روکے رکھنے کی سختی سے ممانعت فرمائی ہے اور کتاب وسنت میں میاں بیوی کے حقوق وفرائض کی تفصیلات ذکر فرمادی ہیں تاکہ ایک مسلمان خاندان کی تشکیل ہو اور وہ فلاح وصلاح والا بھی ہو اور یہ خاندان کی اکائی ہی معاشرے کی وہ بنیاد واساس ہے کہ جتنی یہ قوی ومضبوط ہوگی اور اس کے افراد کا باہم جتنا گہرا ربط وتعلق ہوگا اور خاندانوں کے آپس میں جتنے مضبوط وقریبی تعلقات ورشتے ہونگے وہ معاشرہ بھی اتنا ہی قوی ومضبوط اور فلاحی ہوگا۔

ہر عقلمند کی خواہش:

مسلمانو! جس شخص کو بھی اپنے معاشرے اور قوم وامت کی بھلائی عزیز ہے اور وہ اس کے افراد کے لئے خیر خواہی کا جذبہ رکھتا ہے وہ اسی جانب کی اصلاح وترقی کے لئے مفید وسائل وذرائع کی تلاش میں لگا دیتا ہے اور ہر مسلمان کی ازدواجی زندگی کی کامیابی کے لئے کوشاں رہتا ہے اور ہر اس فعل وحرکت سے لوگوں کو خبردار و باز کرتا رہتا ہے کہ جو اس راہ کی رکاوٹ بن سکتی ہے اسی طرح غیور لوگوں کے لئے یہ بات بھی باعث قلق واضطراب اور پریشانی کا سبب ہے کہ وہ آئے دن بعض شادیوں کو ناکامیوں کا گھونٹ پیتے دیکھتے ہیں اور بعض گھروں میں گئی خاندانی مسائل کو پنپتے اور کانٹے نکالتے مشاہدہ کرتے ہیں اسی بناء پر ہر عقلمند شخص کے لئے ضروری ہے کہ اللہ کے فضل سے خوشحالی وسعادت ازدواجی زندگی کے مفید وسائل اور کارآمد گر اپنائے۔

شادی سے قبل:

اللہ کے بندو! شادی کے بارے میں گفتگو کے کئی پہلو ہیں اور آج ہمارے لئے یہی کافی ہے کہ ہم صرف ان چند امور پر گفتگو کریں جو قبل از شادی سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے برے اثرات زندگی پر مرتب ہوتے ہیں اور یہ ہم صرف مسلمانوں کی خیر خواہی اور غافل لوگوں کو متنبہ کرنے کے لئے کہنے جارہے ہیں:

شادی میں تاخیر کے بہانے اور اس کے نقصانات:

اللہ تعالیٰ آپ کی حمایت ونگرانی فرمائے! ان امور میں سے سب سے پہلی چیز تو لڑکوں اور لڑکیوں میں شادی کو بہت لیٹ کردینے کا رجحان ہے اور اس کے لئے کٹ حجتی یہ کی جاتی ہے کہ پہلے اپنی تعلیم مکمل کرلیا۔ اچھی ملازمت مل جائے، مالی طور پر ذرہ مضبوط ہوجائیں، ابھی اتنی جلدی شادی بیاہ کے بندھنوں میں بندھ جانے کو جی نہیں چاہتا اور اسی طرح کے بعض دوسرے اسباب کو تاخیر نکاح وزواج کی حجت ودلیل بنایا جاتا ہے حالانکہ یہ سبھی شیطان کا پھیلایا ہوا جال اور اس کی فسوں کاری ومکارانہ چالیں ہیں اور اس جلتی پر تیل کا کام یہ مخرب اخلاق فلمیں، ڈرامے، جرائد ومجلات رسالے اور سیٹلائیٹ کر رہے ہیں جنہوں نے لوگوں اور خصوصاً نوجوانوں کی برین واشنگ کردی اور ان کے دل ودماغ

---

[1] صحیح بخاری:5065۔

میں شادی شدہ (ازدواجی) زندگی کے بارے میں بکثرت غلط سلط نظریات کی تخم ریزی کر دی ہے۔لوگوں کے اخلاق کو تہ کر کے رکھ دیا ہے اور ناظرین کے دلوں میں غلط نظریات بٹھا دیتے ہیں مفاہیم کو الٹ دیا ہے اور لوگوں کے سامنے عظیم شر کے دروازے کھول دیتے ہیں۔

شریعت وفطرت کی خلاف ورزی:

شادی میں تاخیر کرنا جہاں شرعی سنت کے خلاف ہے وہیں یہ فطری سنت کے بھی منافی ہے،علم اجتماع کے ماہرین نے طے کیا ہے کہ جلدی کی گئی شادی انتہائی کامیاب شادی ثابت ہوتی ہے اگر مادی حالات زیادہ سازگار نہ بھی رہیں یہی نفسیاتی وجسمانی صحت کے استقرار و پائیداری کا باعث بھی ہے بچوں میں لیاقت و ذہانت،صحت وتندرستی اور جسمانی اعضاء میں معذوریوں کا انعدام وفقدان بھی چھوٹی عمر کی شادیوں کا نتیجہ ہوتا ہے اس کے علاوہ دین کی تکمیل،عفت و پاکدامنی اور تحفظ عصمت بھی آغاز عمر وجوانی میں ہی حاصل ہو جاتے ہیں اور اسی بروقت شادی ہی بکثرت لوگوں کی کامیاب زندگی کا بنیادی عامل ثابت ہوئی۔

پیسے پر نہیں اللہ پر بھروسہ:

جب اس فطرتی سنت کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی ہو جائیں تو اس کا نتیجہ وبال کی شکل میں پورے معاشرہ پر رونما ہوتا ہے،حقیقتاً شادی اور ازدواجی زندگی کے مطالبات کے مابین کسی قسم کا کوئی تعارض وتناقض ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ تو طبعی زندگی کا ایک حصہ ہے اور یہ کسی بھی طرح روا نہیں کہ اسے احمق قسم کے لوگوں کے خود ساختہ موہوم اسباب اور رکاوٹوں کے ساتھ مربوط کر دیا جائے،اسی طرح اس فطری وشرعی سنت کے معاملہ میں تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اللہ کی ذات گرامی پر بھروسہ کریں وہ اس پر یقین رکھیں نہ کہ مادی اسباب پر جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾

"اور اپنی قوم کی بیوہ عورتوں کے نکاح کر دیا کرو،اور اپنے علاقوں لونڈیوں کے بھی جو نیک ہوں (نکاح کر دیا کرو) اگر وہ مفلس وفقیر ہونگے تو اللہ انہیں اپنے فضل سے خوشحال کر دے گا،اور اللہ (بہت) وسعت والا اور (سب کچھ) جاننے والا ہے۔"(النور:۳۲)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ثَلَاثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللهِ عَوْنُهُمْ : الْمُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَالْمُكَاتَبُ الَّذِي يُرِيدُ الْأَدَاءَ، وَالنَّاكِحُ الَّذِي يُرِيدُ الْعَفَافَ.

"تین لوگ ایسے ہیں کہ ان کی مدد کرنا اللہ پر ان کا حق ہے: (۱) اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا (۲) جس غلام وکنیز نے اپنے آقا و مالک کو ایک طے شدہ رقم کی ادائیگی کرنے پر آزادی کے حاصل کر لینے کا معاہدہ کیا ہو (۳) اور وہ شخص جو اپنی عفت وعصمت کے تحفظ کی خاطر نکاح کرے۔"[1] (ترمذی،نسائی،ابن ماجہ)

[1] ترمذی:1655۔

بیٹی مال تجارت نہیں:

جب بعض ایسے نادان لوگ شرائط میں سختی اور حق مہر میں بہت مہنگائی کر دیں جنہوں نے اپنی بیٹیوں کا سامان تجارت بنا رکھا ہے اور وہ کا کاروبار کرتے اور کھل کھلا کر سودے کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کو نظر انداز کر دیں کیونکہ ان کی بیٹیوں کے علاوہ دوسرے لوگوں کی بیٹیوں میں ہی کفایت ہے اور کتنے ایسے گھر موجود ہیں جو اپنے دامادوں سے اس کے سوا کوئی مطالبہ نہیں کرتے کہ ان کی بیٹیوں کو خوش رکھیں، ان کے لئے دینداری کے ساتھ محافظ ثابت ہوں اور حسن معاشرت سے پیش آئیں اور وہ معمولی حق مہر کے عوض بھی اپنی بچیوں کی شادی کر دینے پر راضی ہوجاتے ہیں اور اسی سلسلہ میں وہ اپنے سامنے نبی اکرم ﷺ کا وہ ارشاد رکھتے ہیں جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے: إنَّ من يُمنِ المرأةِ تيسيرُ خِطبتِها وتيسيرُ صداقِها۔

"عورت کی برکت میں سے ہی یہ بھی ہے کہ اس کی منگنی و پیغام نکاح دینا آسان ہو اور کا حق مہر بہت تھوڑا ہو۔"[1] (مسند احمد، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، بسند حسن)

مسند احمد کی ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: أعظمُ النساءِ بركةً أيسرُهن مؤنةً۔

"عورتوں میں سے سب سے زیادہ بابرکت عورت وہ ہے جس (کی شادی) پر بہت کم اخراجات ہوں۔"[2] (مسند احمد)

فکری انحطاط و عقلی بحران:

حق مہر کو بہت بڑھا چڑھا دینا اور اس پر فخر و مباح کرنا اور پیغام دینے والے کی شخصیت کو حق مہر کی میزان میں تولنا نفس کینگی فکر کے انحطاط و بحران اور عقل کی کمی کا نتیجہ ہے، اسی طرح پیغام نکاح دینے والے پر بہت بڑے حق مہر کا بوجھ لا دینا اور بیوی کے قریبی و دور کے رشتہ داروں کے لئے بکثرت ہدیے تحفے لانے کی شرائط عائد کرنا سراسر طمع و لالچ اور سامنے والی کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانے والی بات ہے جو کہ دلوں میں بغض و نفرت پیدا کرتی، دولہا کو قروض کے نیچے دبا کر پریشان کر دیتی، معاشرے میں شادہ بیان کے معاملہ کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرتی اور لڑکی کو لمبی مدت تک کے لئے گھروں میں بلا نکاح پڑے رہنے پر مجبور کر دیتی ہے حتیٰ کہ گھروں کے گھر غیر شادی شدہ لڑکیوں سے بھرے پڑے ہیں جبکہ بچیوں کو شادی کرنے سے روکنے کی صورتوں میں سے ہی ایک یہ بھی ہے جسے کہ اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔

شادی سے روکنے کی بدترین صورت:

اسی طرح ہی لڑکیوں کو غیر شادی شدہ حالت میں پڑے رہنے ارشاد نہ کرنے دینے بلکہ اس سے روکنے کی بدترین صورتوں میں سے ہی ایک شکل یہ بھی ہے کہ لڑکی کو اس کے کسی قرابت دار کی طرف منسوب کرے اس کا ولی و سرپرست رہے سختی کے ساتھ منع کر دے کہ اس کے سوا کسی سے شادی نہیں کروگی اگرچہ اسے عمر بھر کنوارے ہی کیوں نہ رہنا پڑے جبکہ یہ ایک بہت ہی بڑا جرم ہے، حد سے بڑھی ہوئی خود غرض ہے

---

[1] مسند احمد: 24478۔

[2] مسند احمد:

جس میں پرانی عادات ورسوم اور قدیم اواجوں کا پاس کیا گیا ہے حالانکہ یہ سدا بہار شریعت اسلامیہ کے سراسر منافی ہے کسی عورت کو ایسے کسی شخص کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور کرنا ہرگز جائز نہیں جس سے وہ نکاح نہ کرنا چاہتی ہو، والد کے سرپرستی بیٹی کی مصلحت ومفاد، اس کی نگرانی و تحفظ کے لئے ایک امانت کو سنبھال کر رکھنے کی شکل میں ہوتی ہے اس کا معنیٰ یہ ہرگز نہیں کہ وہ اس پر اپنی ہر خواہش کو مسلط کرے اور جو چاہئے اسے قبول کرنے پر مجبور کر دے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ، وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَكَيْفَ إِذْنُهَا؟ قَالَ: أَنْ تَسْكُتَ.

"شوہر دیدہ عورت کا نکاح اسکی واضح اجازت کے بغیر نہیں کیا جاسکتا اور کنواری لڑکی کا نکاح بھی اس کی رضامندی اور مشورہ کے بغیر جائز نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے استفسار کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کنواری لڑکی سے اذن رائے کیسے لی جائیگی؟ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اس کی رائے واجازت اس کی خاموشی ہے۔"[1] (بخاری ومسلم)

یہ عاق ونافرمان نہیں:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "ماں باپ میں سے کسی کو اس بات کا حق حاصل نہیں کہ وہ اپنے بچے کسی ایسی لڑکی سے نکاح کرنے پر مجبور کریں جس سے وہ نکاح نہ کرنا چاہئے اور اگر کوئی اپنی خلاف مرضی شادی سے انکار کر دے تو وہ ماں باپ کا نافرمان (عاق) شمار نہیں ہوگا۔ اور جب کسی کو اس بات کا حق نہیں کہ وہ کسی کو وہ چیز کھانے پر مجبور کرے جسے کھانے کو اس کا جی نہ چاہ رہا ہو جبکہ وہ اپنی من پسند چیز کھانے کی قدرت بھی رکھتا ہے تو نکاح کا معاملہ بھی کھانے کی طرح ہی ہے بلکہ یہ تو کھانے سے اولیٰ ہے کہ اس پر ہرکسی کی مجبوری کیا جائے۔ ناپسندیدہ چیز کا کھانا تو گھڑی بھر کی تلخی ہے جبکہ مجبوری کی شادی تو عمر بھر کے لئے میاں بیوی دونوں کے لئے باعث اذیت ہے کہ نہ خوشی سے گزر بسر کرسکتا ہے اور نہ ہی اپنی مرضی سے اسے چھوڑ سکتا ہے۔"

ظلم وحرام کرتوت:

عورت کو کسی ایسے شخص سے شادی کرنے پر مجبور کر دینا جسے وہ نہیں چاہتی اور یہ نکاح محض اس شخص کے مال کے طمع ولالچ کی بناء پر ہو یا اس کے عہدہ ومنصب یا جاہ ومنزلت سے مرعوب ہو کر ہو یا چاہئے اس کے رشتہ وقرابتداروں کی بناء پر ہو یہ بہرحال ظلم وحرام ہے۔ بچیوں کے سرپرستوں کو اس کا ادراک حاصل کرنا چاہئے، اور دوشیزہ کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے سرپرست کے مشورہ پر خوب غور وفکر کرکے قبول یا رد کا فیصلہ کرے اور اختیار کا معیار صرف مصلحت ہونی چاہئے۔

سرپرستوں سے بچیوں کے بارے میں جوابدہی:

مسلمانوں! والدین اور سرپرستوں پر پیغام نکاح دینے والے کی نسبت بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ، وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.

[1] صحیح بخاری:5136۔

تم میں سے ہر شخص اپنے اہل وعیال کا نگران و ذمہ دار ہے اور ہر شخص اپنی زیر نگرانی لوگوں کے بارے میں جوابدہ ہے۔"[1] (بخاری ومسلم)

یہ چونکہ ایک امانت ہے اور قیامت کے پر دن اس کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ اس کی حفاظت کیا جانچ پڑتال اور اس کے مشورے پر اعتماد کرتی ہے لہٰذا سرپرست کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور پیغام نکاح دینے والے کی حالت اور اس کے "جوڑ کا بر" ہونے کی حقیقت ومعرفت حاصل کرنے کے لئے ہر ممکن طریقہ اختیار کرنا چاہئے کیونکہ کتنی ہی نیک وعفت مآب عورتیں ایسی بھی ہیں کہ وہ ایسے فاسق وفاجر شوہروں کے پلے باندھ دی گئی ہیں جو نماز نہیں پڑھتے یا منشیات کے عادی اور حرام کاریوں کے رسیا ہیں یا حسن معاشرت کو جانتے تک نہیں انتہائی بدمعاشرت و بداخلاق ہیں اس میں انہیں بیچاری عورت کا کوئی گناہ نہیں صرف اس کے ولی وسرپرست کی کوتاہی کا نتیجہ ہے، اسی طرح یہ اس پیغام کا نکاح دینے والی دینی حالت کے بارے میں جانچ ٹھیک کرنے میں لاپرواہی کا پھل ہے کہ سرپرست نے پیغام دینے والے کی ظاہری حالت کو دیکھ کر ہی ہاں کر دی یا پھر اس لڑکے کے اہل خانہ اور خاندان وقبیلہ پر اعتماد کرتے ہوئے کسی قسم کی کوئی کھوج نہ لگائی۔

دین اخلاق نہ کہ مال و جمال:

معیاری اور جوڑ کا (رشتہ) صرف وہ ہوتا ہے جو دینداری اور حسن واخلاق میں معیاری ہو نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: إِذَا أَتَاكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ خُلُقَهُ وَدِينَهُ فَزَوِّجُوهُ، إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيضٌ۔

"جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص (پیغام نکاح لیکر) آئے جس کے دین واخلاق سے تم خوش ہو تو اس سے بچی بیاہ دو، اگر تم ایسا نہ کروگے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا بگاڑ رونما ہو جائے گا۔"[2] (سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ)

جو شخص صرف لڑکے کا مال ومنصب پوچھے اور اس کی جاہ ومنزلت کے سوا اس کی آنکھ میں کچھ سماتا ہی نہ ہو اور دینی اعتبار سے اس کے بدتر ہونے سے وہ چشم پوشی کر جائے تو اسے یہ بات بھی معلوم ہونی چاہئے کہ جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خیانت کی ہے وہ اس لائق نہیں کہ اسے اپنی بیٹی کا امانتدار بنا دیا جائے اور یہی بات پیغام نکاح دینے والے سے بھی کہی جائے گی کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ وہ اپنی منگیتر میں دنیا بھر کی دنیوی شرائط کا ہونا ضروری قرار دیتے ہیں اور دین کا معاملہ ان کے لئے کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دین کو حساب کتاب میں شمار نہیں کیا جاتا لیکن بعد میں جا کر اس بات کا انکشاف ہوتا ہے کہ وہ لڑکی دینی واخلاقی نقطۂ نگاہ سے بیوی بننے کے لائق ہی نہیں ہے، صحیح بخاری ومسلم میں نبی اکرم کا ارشاد ہے: تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَجَمَالِهَا، وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ۔

"عورت سے چار چیزوں کی بنا پر نکاح کیا جاتا ہے: (۱) اس کے جمال، (۲) اس کے حسب ونسب، (۳) اس کے حسن و جمال (۴) اور

---

[1] صحیح بخاری: 893۔

[2] ابن ماجہ: 1967۔

اس کے دین کی بنیاد پر، تیرا بھلا ہو! دیندار عورت حاصل کرو۔"[1]

پیغام نکاح دینے والے کو یہ بات بھی معلوم ہونی چاہیئے کہ جو منگیتر حقوق اللہ کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے والی ہے وہ اپنے شوہر اور بچوں کے حقوق بھی مکمل طور پر ہر گز ادا نہ کرے گی۔

رشتہ کرنے والوں کی ذمہ داریاں:

پیغام نکاح دینے والے اور لڑکی کے سرپرست کے لئے ان راہنما خطوط کے ساتھ ہی پیغام نکاح دینے والے کے نمائندہ اور اس مشیر کو بھی خبردار کر دینا ضروری ہے کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے اس میں اسے اللہ سے ڈرنا چاہیئے اور وہ سامنے والوں کو جس رشتے کا مشورہ دے رہا ہے اس کے معاملہ میں تقویٰ کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے۔ بعض لوگوں کی رگ حمیت پھڑک اٹھتی ہے اور جلد بازی میں آ کر لڑکے کی تعریفوں میں زمین و آسمان کی قلابے ملائے چلے جاتے ہیں یا پھر اس کی عیب چینی و مذمت کے لئے اس کے عیوب و نقائص کا ڈھیر لگا دیتے ہیں حالانکہ اس سے جس شخص کے بارے میں مشورہ طلب کیا جا رہا ہے وہ اس کے بارے میں کچھ جانتا ہی نہیں محض ظن و گمان سے کام لیتا ہے یقینی خبر کوئی نہیں ہوتی جبکہ یہ سراسر دھوکہ دہی اور امانت میں خیانت ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ۔
"جس سے مشورہ کیا جائے وہ امانتداری سے کام لے۔"[2] (ابوداؤد: بسند صحیح)

تقریبات میں فضولیات و منکرات:

مسلمانو! شادیوں کی بعض تقریبات میں بڑے تکلفات سے کام لیا جاتا ہے مبالغہ آرائی کی جاتی ہے شرعی خلاف ورزیوں کا ارتکاب ہوتا اور فواحش و منکرات سے ہاتھ رنگے جاتے ہیں اور یہ دکھلاوے و ریاکاریاں ایسی حیثیت اختیار کر گئی ہیں کہ شادی بیاہ کے۔۔۔۔ پذیر ہونے کی راہ میں رکاوٹ بننے لگی ہیں بلکہ حق مہر کی رقم سے بھی کئی گنا زیادہ خرچہ ان تقریبات پر کر دیا جاتا ہے۔ غور کریں اور نادانوں پر اتنا پیسے پانی کی طرح بہایا جاتا ہے کہ جسکا کوئی پیمانہ ہی نہیں رہا۔

توفیق خیر اور برکت کیسے؟

اس سے بڑھ کر مصیبت یہ ہوتی ہے کہ مال و دولت کے بے جا ضیاع کے ساتھ ایسی شادیوں میں اللہ کے نافرمانیوں اور منکرات و فواحش کا ایک طوفان بدتمیزی بپا ہوتا ہے، جب کسی ازدواجی زندگی کی پہلی رات کا آغاز ہی ان منکرات و گناہوں کے ساتھ ہو گا اللہ کی نافرمانی سے ہو گا جو کہ آسمانوں اور زمین کا خالق و مالک ہے اور ہر طرح کی توفیق خیر بخشا اس کی کے ہاتھ میں ساری مخلوق کے دل بھی اسی کے ہاتھ میں ہیں اور وہ انہیں جیسے چاہتا ہے پھیرتا ہے، جب اسکی نافرمانیوں کے ازدواجی زندگی کا آغاز ہو گا تو وہاں اس توفیق کی توقع کی جا سکتی ہے اور اس میں خیر و برکت کی کیا امیدیں ہو سکتی ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری: 5090۔
[2] ترمذی: 2823۔

اختلاط وعریانی اور موسیقی وتصویر سازی:

غیر محرم مردوزن کا کھلا اختلاط ومیل جول گانے والی لیڈی سنگرز اور گانے والے سنگرز کو ان تقریبات میں بلانا، ساز وموسیقی اور آلات طرب استعمال کرنا، نماز یوں کو ضایع کرنا، بے پردگی کا طوفان بپا کرنا خصوصاً شادی بیاہ کے لباسوں میں عورتوں کی عریانی وبے حجابی، کھلی ویڈیو فلمیں بنانا اور در پردہ تصویر کشی کرنا یہ تمام امور شکرانِ نعمت نہیں بلکہ کفرانِ نعمت کے کھاتے میں جاتے ہیں یہ خوشی کا اظہار نہیں بلکہ یہ تو سرکشی اور انکارِ حق کے مترادف ہے، اور اس سب کچھ پر مستزاد تیاریوں اور تقریبات پر اسراف اور اس پر فخر ومباحات ہے، یہ سب کیوں ہے؟ کیا شریعت کی خلاف ورزیاں کیئے بغیر شادی بیاہ اتمام پذیر نہیں ہوسکتے؟ اگر کسی نامراد کی شادی کامیاب نہ ہوسکی تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ اسے کسی جرم کی پاداش میں یہ سزا ملی ہے؟

تباہ کن امور:

نافرمانیاں اور گناہ ملکوں کا تباہ کر دیتے ہیں۔ حکومتوں اور بادشاہوں کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیتے ہیں، یہ ہمارے چھوٹے چھوٹے گھران کے سامنے کیا حیثیت رکھتے ہیں؟ ارشاد الٰہی ہے: ﴿أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَى تَقْوَى مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَمْ مَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾

"بھلا جس شخص نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے خوف اور اس کی رضامندی پر رکھی وہ اچھا ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد گر جانے والی کھائی کے کنارے پر رکھی کہ وہ اسے جہنم کی آگ میں لے گرے گی اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔" (التوبہ:۱۰۹)

بچیوں کو تہذیب وتربیت:

حسن تربیت اور امانت کی صحیح ادائیگی کا ہی ایک رنگ یہ بھی ہے کہ بچی کی تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ ہی اسے ازدواجی زندگی کے لئے بھی تیار کیا جائے، اسے ذمہ داریاں سنبھالنے کی تربیت دی جائے اور زندگی کے تقاضوں میں حسن تدبیر کا سلیقہ سکھلایا جائے، آپ کو اس لڑکی کے حال پر یقیناً افسوس ہوگا کہ جسے اس کے نئے گھر کے لئے رخصت کیا جارہا ہے جس میں اس نے اپنی ساری بقیہ زندگی گزارنی ہے اور اس کی حالت یہ ہے کہ اس بیماری کو حقوق، وفرائض کا کچھ بھی علم نہیں ہے اور نہ اس بات کا پتہ ہے کہ شوہر، اس کے اہل خانہ اور قرابت داروں کے ساتھ کیسے پیش آنا ہے؟ بچوں کی تربیت کیسے کرنا ہے؟ ان کے ساتھ کس انداز سے پیش آنا ہے؟ اور نہ ہی اسے گھرداری کے معاملات اور تدبیر منزل کا سلیقہ سکھلایا گیا ہے، یہی وہ اسباب ہیں جن کے نتیجہ میں بکثرت گھروں میں لڑائی جھگڑے، میاں بیوی میں ناچاقی اور شرح طلاق میں ہوا اضافہ ہورہا ہے۔

اس تعلیم سے کیا حاصل؟

والدین، ماہرین تعلیم وتربیت، مدرسین اور تعلیمی کورسز مرتب کرنے والوں پر واجب ہے کہ وہ اپنی تمام تر مخلصانہ کوششیں بروئے کار لائیں اور لوگوں کی راہنمائی کریں لڑکوں اور لڑکیوں کو یہ تمام آداب سکھلائیں، اس تعلیم کا کیا فائدہ کہ جس پر سالہا سال لگائے جائیں اور اسے فراغت

پانے والے کو زندگی کے مبادیات واصول اور قواعد وضوابط بھی نہ آتے ہوں۔

ہر شخص کو اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ شادی سے قبل وہ اس بات کی تربیت حاصل کرے کہ نکاح کے معاملہ میں اللہ کی حدود کا پاس و التزام کرنا ہے اللہ کی عبادت سمجھتے ہوئے حسن معاشرت وخوش اخلاقی کو اپنانا ہے نیکی وتقویٰ کے کاموں میں باہمی تعاون کرنا ہے اور انانیت سے دور رہنا ہے (اناولاغیری یا۔۔۔۔۔) دیگر بے نیست کی روش کو ترک کرنا ہے۔

شرعی مفہوم،قوامیت کا صحیح ادراک:

ایسے ہی مرد کی قوامیت کو حاکمیت کا شرعی مفہوم سمجھنا، اس کا ادراک حاصل کرنا اور اسکا اقرار کرنا بھی ضروری ہے کہ یہ ایک تحفظ، نظم وضبط، تہذیب وتربیت، حسن انتظام وتدبیر منزل اور ایک ذمہ داری ہے جس کے بارے میں قیامت کے دن باز پرس ہوگی جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ، وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا

"تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور ہر شخص اپنی زیر نگرانی (رعایا) کی طرف سے جوابدہ ہے۔ مرد نگران ہے اور وہ اپنی رعایا (اہل خانہ) کے بارے میں جوابدہ ہے، عورت اپنے شوہر کے گھر میں نگران ہے اور اپنی زیر نگرانی (اشیاء و اشخاص) کے بارے میں جوابدہ ہے۔"[1]

(بخاری ومسلم)

سعادت وخوشحالی اور توفیق وفارغ البالی:

جب نیتیں صاف ودرست ہوگئیں اور واجبات وذمہ داریوں کو نبھایا جانے لگا تو سعادت وخوشحالی سکون اور فارغ البالی کا پھریرا لہرانے لگا اور ہر طرف توفیق ارزاں ہوجائے گی، جس نے دعا کرنے کو لازم پکڑ لیا، صدق دل کے ساتھ دعا کی اور خلوص کا مظاہرہ کرنے کے ساتھ ساتھ ہی صرف اللہ سے ہی امید ورجاء وابستہ کردی تو اس کی امیدوں پر کبھی پانی نہیں پھرے گا اور نہ ہی اس کا کوئی عمل رائیگاں جائے گا۔

---

[1] صحیح بخاری:893۔

پردہ وشرافت کے جنگ: انداز نتائج، خطرات

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن السدیس حفظہ اللہ
۹/۶/۱۴۲۶ھ، ۱۵/۷/۲۰۰۵ء

روز آخرت کے لئے تیاری:

اللہ کے بندو! اللہ کا تقویٰ وخوف اختیار کریں اور اس کا یقین کرلیں کہ تقویٰ ہی دنیا میں عزت وکامیابی کا ذریعہ ہے اور اللہ کی قسم! یہ وہ بہترین عمل ہے جسے آخرت کے لئے بطور توشہ محفوظ کرلیا جائے، اور یہی وہ چیز ہے جس سے نصیحت حاصل کی جائے اور جس کی بدولت برائیوں سے بچا جاسکے اور اس دن کے لئے تیار رہیں اور خوب تیاری کرلیں جس دن کہا جائے گا: ﴿كَلَّا لَا وَزَرَ (11) إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ﴾

"ہرگز نہیں: پناہ کہیں نہیں، اس دن صرف آپ کے ہی رب کے پاس ٹھکانا ہے۔" (القیامۃ: ۱۱-۱۲)

عمارت اقوام کی بنیاد:

مسلمانو! وہ حقیقت جس کی گواہی واقع دے رہا ہے جس کے بارے میں تاریخ ناطق ہے اور سنن وقوانین قدرت اس سے پیچھے نہیں رہتے وہ حقیقت یہ ہے کہ قوموں اور تہذیبوں کے ارکان اس وقت تک قائم نہیں ہوتے اور نہ ہی ان کی عمارت کھڑی ہوسکتی ہے جب تک کہ انہیں فضیلت وشرف اور عزت وآبرو پر تعمیر نہ کیا جائے اس وقت تک بدعملی وکجروی کے اندھیرے نہیں چھاتے جب تک کہ امتیں ذلیل حرکات اور رذیل افعال کے درپے نہ ہوجائیں۔

قبائے امت چاک:

خبردار! آج غیرتمند لوگوں کے لئے جو بات حسرت کا باعث بنی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ہماری لہولہو اور زخم زخم امت مسلمہ سے مصائب ومشکلات میں گھری ہوئی ہے دور ونزدیک اور تنگ وتاریک ہر راہ سے آنے والے مسائل نے اس امت کی راہ دیکھ لی ہے اور انتہائی افسوس کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ جس نے بعض اجتماعی ومعاشرتی مسائل پر گہری نظر ڈالی اور ان کی گہرائی دور رس نگاہوں اور ناقدانہ نظروں سے ان پر غور فکر کیا اور عقل ودانش سے کام لیتے ہوئے دقت نظر سے ان پر توجہ دی اسے اس بات کو سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی کہ امت کی قبا میں جگہ جگہ شگاف ہوچکے ہیں جنکی رفوگری کرنا واجب ہے اور انتہائی خطرناک و بدترین سوراخوں نے جسد امت کو نڈھال کررکھا ہے جنکا مداوا فوری طور پر کرنا ضروری ہے، اگر امت نے اس معاملہ میں تاخیر وسستی کی تو بہت بڑے ٹھکانے اور بدترین مقام تک گرجائے گا۔

دہشت گردی کی مذمت اور شرف وپردے کے خلاف جنگ:

آج دنیا جن حادثات سے دوچار ہے اسے جس تشدد اور دھماکوں کا سامنا ہے جنہوں نے لوگوں کی راتوں کی نیندیں حرام کررکھی ہیں اور جن تباہیوں اور دہشت گردیوں نے عوام کا سکون وچین چھین رکھا ہے ان تمام افعال کو اہل عقل ودانش اور شریف لوگ مجرمانہ فعل قرار دے

رہے ہیں اور تمام معتبر علماء امت ان ی ان کاروائیوں کرحرام قرار دے چکے ہیں اور امت مسلمہ ان کے برے اثرات اور منفی نتائج کے زہریلے گھونٹ پی رہی ہے۔آج دنیا کی تمام قوموں اور تہذیبوں کی جس جنگ کا سامنا ہے اور خصوصا مسلم امہ کو جس جنگ سے دو چار کر دیا گیا ہے وہ خطرناک جنگ جبکہ دلالت ورذالت کا جھنڈا بلند کرنے کی بھرپور کوشش جاری ہیں۔

اسلام کا اہتمام:

روشن شریعت اسلامیہ نے تمام مسائل کے حل پر بھرپور توجہ دی ہے اور ان مسائل میں سے ہی ایک اہم ترین مسئلہ عزت وآبرو کے تحفظ کا مسئلہ بھی ہے بلکہ یہ تو خاندانوں کے تحفظ معاشروں کے بچاؤ اور نسلوں کی حفاظت کا مسئلہ ہے کہ انہیں رذالت وعریانی اور بے حجابی و بے پردگی کے شعلوں، فسق وفجور کے آتش فشانوں، شر وفساد کے طوفانوں اور فحاشی وزناکاری کے لشکروں، شہوت ولذت کی آگ اور اباحیت وبہمیت (حیوانیت) کے غولوں سے بچایا جائے۔

اخلاقی دہشت گردی:

دشمن ہمارے سینوں پر جو اسلحہ تان لیا ہے اس میں سے سب سے زیادہ تکلیف دہ اور کاٹے دار اسلحہ وہ ہے جس نے ہمارے سینے چیر کر رکھ دیئے ہیں ہمارے امور کو بدنظمی میں مبتلا کر دیا ہے اور ہماری روحانی زندگی کو مکدر وگدلا کر کے رکھ دیا ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ہمارے اجتماعی ومعاشرتی حالات کی صفائی کو میلا کر دیا ہے وہ اسلحہ خوفناک طوفان ہے جوکہ ذلالت ورذالت کی اقسام میں سے ہے اور اس کا شمار بھی امت کے اخلاق وکردار، اسکی عمدہ عادات واطوار اور اقداء کے خلاف "اخلاقی دہشت گردی" کے رنگوں میں سے ہی ایک رنگ و قسم ہے اور یہ اخلاقی دہشت گردی اباحیت اور مکاری پھیلانے والے سیٹلائیٹ چینلز انٹرنیٹ کی گھٹیا اور ہر کسی کے لئے کھلی سائیٹس کے ذریعے کی جارہی ہے جن کی بدبو سے فضائیں اٹی ہوئی ہیں اور ان کے سرخ وسیاہ غبار سے آسمان ڈھکا ہوا ہے اور ہر چہار سو انہی سے بھری ہوئی ہیں۔اسی طرح کمپیوٹر پر چلنے والی سی ڈیز ہیں جوکہ صحیح معنوں میں گناہوں کی پڑیا بنی ہوئی ہیں اور ہر چھوٹا بڑا ہر وہ نوجوان جس کی بھیگ گئی ہوں عاقل وناداں اور فریب خوردہ وناتجربہ کار ہو نو عمر اور جان بوجھ کر غفلت ولاپرواہی کا مظاہرہ کرنے والا اسے حاصل کرنے میں لوٹ کھسوٹ کی کیفیت سے دوچار ہے اور ماں باپ کے ساتھ ساتھ تعلیم وتربیت کے ذمہ دار اس سلسلہ میں غفلت برت رہے ہیں یا پھر وہ واقعی غافل ہیں۔

اللہ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾

"بر وبحر (خشکی وسمندر) میں لوگوں کے ہاتھوں کی کمائی (کرتوتوں) کے نتیجہ میں ہی فساد و بگاڑ رونما ہوا ہے تاکہ انہیں ان کے افعال میں سے بعض (کے انجام) کا مزہ چکھائے تاکہ شاید وہ لوٹ جائیں۔" (الروم:۴۱)

اور جس چیز سے دل پگھل رہا اور پتہ پانی ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ ان گندگیوں اور پلیدیوں کی مارکیٹنگ کرنے والے انہیں ہماری طرف کھینچے لا رہے ہیں اور ان کے ذریعہ کھلا دشمن ہمیں رحم کر رہے اور خود گھات لگائے کمینہ گاہ میں بیٹھا ہے اور یہ کاروبار ذلالت ورذالت کے دلالوں، فکر

وفضیلت کے ڈاکوؤں اور شرافت و پردہ کے لٹیروں کے ذریعے کیا جارہا ہے جو کہ اس غلاظت کی صنعت کے مالک و پروڈیوسرز اور مارکیٹنگ مینیجرز ہیں اور وہ اس کے ذریعے ملت اسلامیہ اور سرورکائنات کی لائی ہوئی شریعت کا حلیہ بگاڑ رہے ہیں ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا ﴾
شیطان صفت انسان اور جن دھوکہ دینے کے لئے وہ ایک دوسرے کے دل میں دھوکہ وملمع کی باتیں ڈالتے رہتے ہیں۔" (الانعام:۱۱۲)

خوش امیدیں:

برادران ایمان! آنکھوں والوں کے لئے اب سپیدۂ صبح کی طرح یہ نمود ہو چکا ہے اور اس میں اب کسی قسم کا کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہا کہ یہ شرف وفضیلت کے دشمن اباحیت وفحاشی کے موجد، فاجرانہ جنس پرستی وشہوت رانی کے ٹھیکدار یہ چاہتے ہیں اور یہ منحوس امید ہی لگائے بیٹھے ہیں کہ شرف و کرامت اور عزت و پردے کے کھا جانے والی یہ وبائیں اور بیماریاں ایک مہلک طاعون کی شکل میں مسلمانوں کو برآمد کی جائیں جن سے انکے قلعوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے ان کے عزت وشرف اور پردے کے محلات مسمار کردیئے جائیں تاکہ ان کی عفت و پاکدامنی کی فلک بوس عمارتیں زمین بوس ہوجائیں اور لیاقت ومروت کی دیواریں گرجائیں انہیں زمانے نے چاٹ لیا ہے اور یہ قصہ ہائے پارینہ بن کر رہ گئی ہیں، یہ عریاں ونیم عریاں یہ بزدلی وحماقت یہ لیپا پوتی اور یہ نسوانیت سے عاری اور ناز وعشوہ طرازی سے محروم انداز، یہ لٹک مٹک کر اپنے مفاتن جسم کا اظہار یہ سب ایک بدترین چال ہے جس کے ذریعے یہ لوگ فحاشی کو مزین کرکے پیش کرتے ہیں بدکاری کی ترویج کرتے ہیں اور یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ یہ زندگی بس خواہشات کی تسکین کا ہی نام ہے لہٰذا اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خوب شہوت پرستی کرنی چاہیئے۔ عیاذ باللہ

شہوت پرستی کا انجام:

امام طبرانی وغیرہ نے ایک حدیث بیان فرمائی ہے جس کی سند بھی صحیح ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سيَكونُ في آخِرِ أُمَّتِي ونساءٌ كاسياتٌ عارياتٌ مائلاتٌ مُميلاتٌ رؤوسُهنَّ مِثْلُ أسنِمَةِ البُخْتِ المائلةِ لا يدخُلونَ الجنَّةَ ولا يجِدونَ ريحَها وإنَّ ريحَها لَتُوجَدُ مِن مسيرةِ كذا و كذا۔
"میری امت کے آخر میں کچھ ایسی عورتیں ظہور پذیر ہوں گی جو بظاہر لباس پہنے ہوئے ہونگی مگر درحقیقت وہ ننگی ہونگی وہ لوگوں کی طرف جھکیں گی اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کریں گی، انکے سروں پر بختی اونٹوں کی کوہانوں جیسی (وگیں جوڑے) ہونگے وہ جنت میں داخل نہ ہوں گی بلکہ وہ جنت کی خوشبو تک نہ سونگھ پائیں گی۔'[1] (ابن حبان، معجم طبرانی کبیر)

یہ سیٹیلائیٹ چینلز:

اے فضیلت وطہارت والی امت یہ تمام گندے سیٹلائیٹ چینلز، اسی طرح فحش ومخرب اخلاق رسالے، عریانی بردوش اور بدکاری کے مناظر،

---

[1] ابن حبان:7461۔

ننگی تصویروں والی گندی فلمیں اور شوشغب والے ڈسکو گانے جوکہ کھلے عام فحاشی کی طرف دعوت دیتے ہیں اور ان کے ساتھ ہی اپنے کندھوں اور کولہوں کو لٹکاتے مٹکاتے رقص جوکہ جنسی جذبات کو بھڑکانے والا ہوتا ہے یہ سب غیر فطری کاموں پر اکساتا ہے اور شہوت کر بھڑکاتا ہے اور نوجوانوں لڑکوں اور نوخیز لڑکیوں کے دل و دماغ میں کینہ ہیجانی کیفیت پیدا کرتے انہیں کسی بھی طرح سے شہوت رانی کرنے پر اکساتا ہے بلکہ یہ ایک زہر ہلاہل ہے جوکہ ہر شوہر اور غیر شادی شدہ نوجوانوں کی زندگی میں زہر قاتل بھر دیتا ہے کیونکہ شہوت پرستی بھڑکتی ہوئی آگ کو سینوں میں ہیں وہ عریانی و بے حیائی کے مناظر سے مزید بھڑک اٹھتی ہے اور وہ اس سے پہلے منظر سے بھی زیادہ بھڑکیلا منظر دیکھنے کی مشتاق ہوجاتی ہے، جوکہ شادی کے مقدس بندھن پر مشتمل تعلقات سے آگے بڑھا دیتی اور جنسی زندگی کے ایسے حالات سے دو چار کر دیتی ہے جنکی راہ میں کوئی رکاوٹ ولگام نہ ہو، ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا﴾

"اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم پر مہربانی کرے اور جولوگ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھے راستے سے بھٹکلر دور جا پڑو۔" (النساء:۲۷)

اللہ کی قسم! عریانی وفحاشی ایک بھڑکتی ہوئی آگ ہے تائم بم ہیں زہریلے خنجر ہیں جوکہ معاشرے کا ستیاناس کر دیتے ہیں خاندان کی جڑیں کھوکھلی کرکے رکھ دیتے ہیں اور فضیلت وشر (فت کی عمارت مسمار کر دیتے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾

"بے شک جولوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں فحاشی ے بے حیائی پھیلے، انہیں دنیا وآخرت میں دردناک عذاب ہوگا۔" (النور: ۱۹)

اے لوگو کیا آپ اب بھی باز نہ آؤ گے اگر اب بھی نہ سمجھے تو پھر تف ہے ہر اس ہاتھ پر جو رذالت و بے حیائی کی ترویج میں کوشاں ہے اللہ کے کہ ایسے لوگوں کی آنکھیں کبھی ٹھنڈی نہ ہوں اور نہ ہی وہ اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کرسکیں۔

انجام بد:

اور نہ ہی وہ اپنے مقصاد میں کامیابی حاصل کرسکیں ان فحاشیوں اور بدکاریوں کے انجام کا پتہ دیتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ، حَتَّى يُعْلِنُوا بِهَا، إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الطَّاعُونُ وَالْأَوْجَاعُ الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي أَسْلَافِهِمُ الَّذِينَ مَضَوْا

"جس قوم میں فحاشی و بدکاری عام ہو جائے اور وہ علانیہ اس کا ارتکاب کرنے لگیں تو اس قوم میں طاعون کا مرض اور مختلف قسم ایسے امراض درس پیدا ہو جائیں گے جوکہ تمہارے اسلاف میں کبھی نہیں تھے۔"[1] (ابن ماجہ، بیہقی ومستدرک حاکم بسند صحیح)

ان بیماریوں والا زمانہ کو پردے کی بات نہیں بلکہ ایسی آندھی کی طرح ہوگا جس میں آگ برس رہی ہو۔

---

[1] ابن ماجہ: 4019۔

اللہ کے عدل وانصاف کا نتیجہ اوراس کی حکمتوں کا تقاضا ہے کہ فضیلت وشرف اور پردہ وپاکدامنی کا پھل صحت وتندرستی اور نشاط وسرگرمی ہے جبکہ فساد وبگاڑ اور فحاشی رذالت کا انجام امراض وانحطاط ہے۔اور جس کا دین کمزور پڑ جائے ،یقین میں خلل واضطراب پیدا ہوجائے اور وہ شخص یہ سمجھ بیٹھے کہ مادر پدر آزاد ونگا ہوجانا تہذیب وتمدن اور ترقی کی نشانی ہے ایسے لوگوں کو اس بات کا یقین رکھنا چاہئے خصوصاً شکست خوردہ دل ودماغ کے مالک کم عقل لوگ یہ بات خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ نیک خصال وصالح اعمال اور شرافت وعزت سراسر خیر وبرکت کا ذریعہ ہیں یہی عزم وہمیت کا سبب اور باعث فتوحات ونصرت الٰہی ہیں اور بری عادات ورذائل سراسر مصائب ومشکلات کا پیش خیمہ اور زخم دینے والے افعال ہیں ،انہی نتیجہ پسماندگیاں اور شکستیں ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ أَهْلِهَا أَنْ لَوْ نَشَاءُ أَصَبْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَنَطْبَعُ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ﴾

”کیا ان لوگوں کے لئے جو اہل زمین کے (مرجانے کے) بعد زمین کے مالک ہوتے ہیں یہ امر موجب ہدایت نہیں ہوا؟ کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے گناہوں کے سبب ان پر مصیبت ڈال دیں اور ان کے دلوں پر مہر لگائیں کہ وہ کچھ سن ہی نہ سکیں۔(الاعراف:۱۰۰)

بھیانک اعداد وشمار:

مسلمانو! درد والم کی سیاہی سے بھرا ہوا ،ظلم وستم کے ہاتھوں لہولہو اور دلوں کا خون کر دینے والے واقعات غم سے لبریز قلم اس دردناک حالت اور خطرناک انجام کے احاطہ سے قاصر ہے، وہ دل دہلا دینے والے اعداد وشمار اور خوفزدہ وہراساں کر دینے والے حقائق کچھ اس طرح ہیں کہ: ہر روز انٹرنیٹ ۲۶۰ ایسی سائیٹس کا اضافہ ہو رہا ہے جو سراسر اباحیت وحرامکاری کی نشر واشاعت کر رہی ہیں فحاشی دکھلانے والی سائٹس دیکھتی ہیں اور اس نے والدین اس بات سے بے خبر ہیں کہ ان کے جگر گوشے کیا کر رہے ہیں؟

اخباری مجموعوں میں ہاتھوں ہاتھ لی جانے والی تصاویر میں سے ۸۳ تصاویر پسندی وعریانی کا مظہر ہوتی ہیں اللہ خیر کرے یہ کس قدر ہولناک معلومات ہیں اور کتنی تیرہ تار بلائیں نازل ہو رہی ہیں جنہیں بیان کرنا بس سے باہر ہے کیا یہ اولیٰ بلکہ ضروری وطے نہیں کہ ان بے شمار امور دل کو ایسے مقامات ومصارف میں خرچ کیا جائے جن میں معاشروں کی ترقی متوقع ہے؟ اور قوموں کا معیار زندگی بلند ہونے کی امید کی جاسکتی ہے؟

ماہرین کی رائے؟

اباحیت پسندی وفحاشی کے عادی بنانے والے اسباب پر گہری نظر رکھے والے بعض اہل بحث وتحقیق ماہرین نے علمی رپورٹس تیار کی ہیں اور اس میں لکھا ہے:”بڑی قسم کی فضولیات کا رسیا وعادی بن جانا ہی ان گہری جڑوں والی عادات کا نقطہ آغاز بنتا ہے جن کے نتائج وعواقب انتہائی خطرناک ہوتے ہیں اور ان کے دینی اخلاقی ،اجتماعی ومعاشرتی ،معاشی واقتصادی اور امن وامان پر اثر انداز ہونے والے انجام تک پہنچاتے ہیں اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ (30) وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ﴾

"(اے نبی!) مومن مردوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہوں کو جھکا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزگی وطہارت کا باعث ہے اور اللہ تمہارے تمام افعال کی خوب خبر رکھنے والا ہے۔ اور مومن عورتوں سے (بھی) کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہوں کو جھکا کر رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کا تحفظ کریں۔" (النور:۳۰-۳۱)

جنس کا کاروبار کرنے والے:

برادران عقیدہ! جنسی انحرافات و بے راہ رویاں اور اباحیت کا کاروبار کرنے والے جنہوں نے انسان کی قدر و قیمت کو گھٹا دیا ہے، مرد و زن کے حقوق پامال کئے ہیں آبروؤں کو غلاظتوں میں لتھیڑ رہے، انہوں نے شرم وحیاداری کا تو جنازہ ہی نکال دیا ہے اور وہ کسی چیز پر کوئی خجالت و ندامت محسوس نہیں کرتے اور نہ ہی وہ کسی بات کو قابل اعتراض گردانتے ہیں وہ ذلالت وگندگی میں اس حد تک آگے بڑھ چکے ہیں کہ اب تو انہوں نے تمام پاک صاف معاشروں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور جنس کا ذلیل کاروبار کرنے والے انسانی بھیڑیئے پاک ماحول والے ان معاشروں کا بھی۔۔۔۔ کئے چلے جارہے ہیں۔ جبکہ زبان پر نعرے یہ ہیں کہ ہم ہی دنیا میں انسانی حقوق کے پاسبان ہیں تہذیب و ترقی ہمیں کے دم قدم سے ہے۔ یہ غارتگر حیاء وعفت خود غارت ہوں ایسے ہی لوگوں کے سرغنہ کے بارے میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَاءِ وَاللَّهُ يَعِدُكُم مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾

"شیطان تمہیں فقر وفاقہ سے ڈراتا ہے اور فحاشی و بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تم سے اپنی مغفرت و بخشش اور اپنے فضل و کرم کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ بہت ہی وسعتوں والا اور بہت ہی علم والا ہے۔" (البقرۃ:۲۶۸)

وہ ماحول کہاں ہے؟

اے امت اسلامیہ! شہوت رانی و ہوسناکی پھیلانے والے سیٹلائیٹ چینلز اور منحرخانہ زندگی کا سبق دینے والے ذرائع ابلاغ ومیڈیا کی موجودگی میں پاکباز نسل نو اور پاکدامن لڑکے لڑکیوں کو وہ صاف ستھرا ماحول کہاں مہیا کیا جائے جو ان کی فکری قوتوں کی تہذیب وتربیت کرتے، ان کی عقل و ذہن کو تیار کرے اور دلی جذبات پر قابو پانا سکھلائے جس کے نتیجے میں بلند پرواز و بلند نگاہ ہوں ان کی نگاہیں اعلیٰ نظریات کی طرف اٹھیں وہ منحرفانہ افکار کے سامنے گھٹنے نہ ٹیکیں اور نہ ساحل امن وسلامتی سے انہیں تباہ کن بہ رہی ہوئی لہریں اپنا نوالہ بناسکیں۔

اخلاقی اقدار کی تباہی:

خبردار! دنیا گواہ رہے اور ہم اس بات کا بلا لاگ ولپیٹ سر عام اعلان کرتے ہیں کہ جب بھی حیاء و پردہ داری اور ایمان واخلاق قدریں تباہ ہوگئیں ذلالت وگندگی نے ڈیرے ڈال لئے تو اخلاق واقدار تباہ ہوجائیں گی اور امت ذلت ورسوائی سے دوچار ہوجائے گی۔ اس تمام فسق و فجور کی ترویج کی پیچھے ایک ہی غرض کارفرما ہے کہ عزت وآبرو کا جنازہ نکال کر اباحیت و بے حیائی کا جال بچھا دیا جائے زمین وملک ہتھیا لئے جائیں، دین میں فساد و بگاڑ پیدا کردیا جائے، امن وامان کو تہہ و بالا کردیا جائے امیدوں پر پانی پھیر دیا جائے، تمام نتائج وتوقعات تباہ کردی جائیں، تاریخ کو مسخ بلکہ مٹا دیا جائے، نسلوں کو نشر بشر کردیا جائے اور در پردہ وقتی شہوت والی شادیوں کو رواج دیا جائے جنکی بنیاد ہی

صرف لذت اندوزی وشہوت پرستی ہے اور انجام طلاق وفراق،ان سے شادی بیاہ کے اصل مقاصد قطعاغائب ومفقود ہوتے ہیں۔
اس کھلے منسوق وگناہ کے پس پردہ اس کے سوا کیا ہے کہ فاسق وفاجر کم عقل لوگ عورت کے ساتھ کمینگی کریں اور وہ بھی شہوت پرستی وحرامکاری کے ان اڈوں میں اور اپنے مزعومہ،معاونین کی نظروں کے سامنے۔

مگرمچھ کے آنسو:

اے عورتوں کے مسائل پر چلانے مگرمچھ کے آنسو اور مصنوعی ٹسوے بہانے والو!اے عورت کے حقوق کی پاسبانی کے دعویدارو!عورت کا سب سے بڑا مسئلہ تو تمہارے آنکھوں سے ہی اوجھل ہے،عورت کو عریاں رقص گاہوں اور زنا کاری کی کھلی دعوت دینے والے چینلز کے گڑھوں سے باہر نکالو اسے گراپڑا اور سستا سودا نہ بنا رہنے دو بلکہ بازار جنس وحسن سے نکال کر اسے شفقت وممامتا کا سرچشمہ بنادو،آئندہ کی نیک وپاک نسلوں کے لئے مدرسہ بنادو اسے مردوں کے لئے ایک سلیقہ شعار وزیرک ماجگاہ بنادو اسے راستے کی اینٹ وروڈ بنے رہنے سے بالا کردو اور ان جذباتی وپرکشش دعووں کو سچا کر دکھلاؤ جنہیں تم بڑے چٹخارے لے لے کر موقع بموقع بانگ کرتے رہتے ہو اگر تم واقعی سچے ہو اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی دھوکے بازوں ومکارٹولوں کے بارے میں فرمایا ہے:﴿وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ﴾
"وہ چالیں(مکاری کی)چلتے ہیں اور اللہ بھی چال چلتا ہے اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے۔"(الانفال:۳۰)

حرام کا ذریعہ بھی حرام:

ہوسکتا ہے کہ بعض لوگ چند ایسے امور کا سہارا لینے کی کوشش کریں جو کہ دراصل تو شروع وجائز ہیں لیکن ان کے نتائج ممنوع امور تک لیجانے کا سبب بنتے ہیں جبکہ شریعت اسلامیہ کے طے شدہ قواعد وضوابط میں سے ہی یہ بھی ایک قاعدہ وقانون ہے کہ وہ مشروع وجائز امر جو کہ ممنوع تک پہنچانے کا سبب بنے وہ امر بھی ممنوع ہے جیسا کہ نتائج کے قابل اعتبار ہونے کے قواعد میں سے ایک قاعدہ ہے جن پر امام شافعی اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہم اللہ جیسے کبار اہل علم ومحققین کی ایک جماعت نے صادر کیا ہے۔

فضاء بدر پیدا کر:

اے برادران ایمان!اے امیدوں کو برلانے میں کوشاں ذمہ دارو!ایسے مصلحین کرام!جو کہ قابل نگہداشت چیزوں کے تحفظ کی حمایت کے سامنے پڑی رہے گی اور شہوانی انگیخت دینے والے ان چینلز کی دلدادہ بنی رہے گی؟ہرگز نہیں یاد رکھو!کس قدر مقام خجالت وندامت ہے کہ ہم غیرت کے معاملے میں کتنے کمزور تہی دست ہو چکے ہیں خبردار ہو جاؤ سنبھل جاؤ!اللہ آپ کی رعایت ونگرانی فرمائے اپنے اندر پھر سے فاتحانہ وہ بدری ہمت وشان پیدا کریں اور وہ اسلامی غیرت وحمیت عریانی وفحاشی اور کمینگی وگندگی پھیلانے والوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں تاکہ ان ہلاکتوں کا رخ موڑا جاسکے اور عریانی وبدکاری کے طوفان کا راستہ روکا جاسکے۔

بقول شاعر:

”وہ ہمتیں پیدا کرو جو روشن جبین ہوئی اور میل کچیل سے نفرت کرنے والی ہوں اور طہارت و پاکیزگی کے ذمہ دار بنو اور نجاست و پلیدی سے دور رہو۔“

دل ونگاہ پر پہرے:

یہ بات آپ کے ذہن میں رہنی چاہیئے کہ اس وقت تک اہل ایمان کے جھنڈے بلند نہیں ہو سکتے اور نہ ہی نیک و مصلح لوگ سرخرو ہو سکتے ہیں جب تک کہ شہوتوں پر غلبہ نہ پایا جائے اور اپنی خواہشات نفس کی لگامیں مضبوطی سے نہ تھام لی جائیں اب جتنا جتنا ان پر قابو ہو گا اتنا اتنا ہی علم ایمان بلند اور روئے صالحین و مصلحین روشن ہو گا، مسلمان اپنی نگاہوں اور گناہ و ندامت کی وجہ سے فرومایہ بنیں جبکہ رذائل و ذلالتوں کے کیچڑ میں لت پت ہونے کا تو یہی انجام ہے۔ اے صاحب! بقول شاعر:

”کیا تم گناہ کرنے خوش ہو رہے ہو اور اس دن کو بھلا بیٹھے ہو جس دن پیشانیوں سے پکڑا جائے گا، معیوب کاموں پر کبھی بھی رضامند نہ ہوں کیونکہ یہ تو باعث ننگ و عار ہوتے ہیں اور وہ بدترین کبیرہ گناہ ہیں جن کی وجہ سے انسان اللہ ناراضگی کا مستحق بن جاتا ہے اور یہ بدکاریاں ہی انسان اوج ثریا کی بلندیوں کے بل گراتی ہیں اور تحت کی گہرائیوں تک پہنچا دیتی ہیں۔

مشترکہ وشانہ بشانہ کوششیں:

ماؤں، باپوں، ارباب فکر ونظر ذرائع ابلاغ و میڈیا والوں اور تعلیم وتربیت کے مسائل پر توجہ دینے والوں کو ہم کھلی و آزانہ دعوت دیتے ہیں کہ وہ سب مل کرامت کو اس ذلالت وغلاظت دیتے ہیں کہ وہ سب مل کرامت کو اس ذلالت وغلاظت کی دلدل اور فحاشی و بدکاری کی تباہی کے گڑھے سے باہر نکالیں، ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر گراد شانے سے شانے ملا کر یہ ذمہ داری ادا کریں اور ایسے متبادل و فوری حل تلاش و ایجاد کریں جو اس اباحیت و بدکاری کے ناخن کاٹیں انکی راہ روکیں اور دلالت وحرامکاری کے سوتوں کو خشک کریں، اسی طرح ہی امید برآئیں گی اور دیرینہ خوابوں کو تعبیر ملے گی اور معاشرہ توازن واعتدال کی طرف رواں دواں ہو جائے گا، اور اس سب کی بنیاد میں جذبہ ومقصد کارفرما ہو کہ ہم نے خیرات ومفادات بہم آسانی کرنی ہے اور مفاسد و برائیوں کا راستہ روکنا ہے اللہ تعالیٰ اپنے دین وامت اور قوم ومعاشرے کے ساتھ مخلص کا کارکنوں کی مدد فرمائے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَنْ يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾

”اے ایمان والو! شیطان کی پیروی نہ کرنا اور جو شخص شیطان کی پیروی کرے گا تو شیطان اسے بے حیائی وفحاشی اور برے کاموں کا ہی حکم دے گا۔“ (النور:۲۱)

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ سب کو تمام ظاہر و پوشیدہ فتنوں کی گمراہیوں سے بچائے رکھے اور ہم سب کو تمام ذلیل وحقیر گھٹیا گمراہیوں سے بچائے رکھے اور ہم سب کو تمام ذلیل وحقیر اور گھٹیا وکمینہ حرکات سے محفوظ رکھے اور تمام بلاؤں مصیبتوں سے ہمارا تحفظ فرمائے وہ بڑا ہی صاحب جود وکرم ہے۔

مسلمانو! اللہ سے ہمیشہ ڈرتے رہا کرو اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں لگے رہا کرو اور خلوت و جلوت (اعلانیہ و پوشیدہ) ہر حالت میں اسے اپنے تمام اقوال و افعال کا نگران و دیکھنے والا تسلیم کرو اور اسکی معصیت و نافرمانی نہ کیا کرو۔

عریانی و تقلید فرنگ:

مسلمان بھائیو! تعطیلات موسم گرما میں عموماً فرصت و فراغت ہی ہوتی ہے اور اسی دوران ہی شادی بیاہ کی اکثر تقریبات بھی منعقد ہوتی ہیں ایسے میں تمام اہل ایمان اور بالخصوص مومن بہنوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ حیاء داری پردہ اور شرافت و فضیلت کا بول بالا کریں اور یہ اس طرح کہ وہ شرعی حجاب و پردہ، عفت و پاکدامنی اور شرافت و حشمت کو اختیار کریں اور غیر مسلم عورتوں کے ملابس سے مشابہت پیدا نہ کریں اور نہ ہی ان کی مذموم تقلید و پیروی کریں، فیشن اور درآمدہ مغربی ڈیزائنوں کے پیچھے ماری ماری نہ پھریں، بے پردگی اور عریانی سے باز رہیں اور غیر محرم مرد و زن کے حرام اختلاط و میل جول سے بچیں۔

ساز و موسیقی:

ان خوشی کے مواقع پر جو ساز و موسیقی استعمال ہوتی ہے اس سے بھی اپنا دامن بچائیں کیونکہ ان چیزوں کا نتیجہ ہلاکتوں اور بھیانک و تاریک شرو برائیوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا اور جب ایسے گھٹیا افعال و سفلی حرکات ہوں تو اللہ کی رحمتیں اور اسکی برکات کہاں نازل ہوں گی؟ اللہ کی حرمتوں کی پامالی اور اس کی حدود سے تجاوز کرنے پر نزول رحمت و برکت کیسے ہوگا؟ ان خوشی کی تقریبات میں کوئی خیر نہیں جو اخروی حسرتوں کا موجب بنیں آبروؤں اور حرمتوں پر غیرت کیا ہوئی؟ شرافت و مکارم اخلاق کا تحفظ کہاں گیا؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إِنَّ اللهَ يَغَارُ، وَغَيْرَةُ اللهِ أَنْ يَأْتِيَ الْمُؤْمِنُ مَا حَرَّمَ اللهُ۔
"اللہ تعالیٰ غیرت کھاتا ہے اور اللہ کو غیرت اس وقت آتی ہے جب کوئی اس کے حرام کردہ کاموں کا ارتکاب کرے۔"[1] (صحیح بخاری)

حرام لباس:

پیارے اسلامی بھائیو! رذالت و کمینگی کے مظاہر میں سے ہی یہ چیز بھی ہے جس نے شریف انسانوں کی آنکھوں کو چندھیا رکھا ہے اور طہارت و پاکیزگی کے ساتھ ساتھ خجالت و شرم سے سر جھکا رکھے ہیں اور وہ چیز ہے آج کل کے ملبوسات جنہیں بڑی جسارت و بے باکی سے بازاروں میں رکھا گیا ہے سیٹلائیٹ چینلوں اور دوسرے ذرائع ابلاغ و میڈیا ان کی تشہیر کر رہے ہیں جبکہ ان ملبوسات کا عورتوں کے لئے پہننا ہی حرام ہے جو کہ جسم کی رنگت کو نہیں چھپا سکتے بلکہ وہ چھپائے جانے والے مقامات کو بھی ظاہر و ننگا کر رہے ہوتے ہیں وہ کونسی بیماری اور کیا بلاء ہے جس نے حیاء و شرم کو ہی موت نے گھاٹ اتار دیا ہوا ہے؟ کیا شرافت و حیاداری آبروؤں و بے حیائی کے ان ڈھیروں پر تعزیت کرتی رہیں گی؟

موبائل کیمرہ کی بلاء:

عریانی بردوش ان ملبوسات نسائیہ کی بلاء پر مستزاد یہ مصیبت، ایک بدترین رواج اور تباہ کن و قبیح جرم ہی ہے جو کہ حیاء و طہارت اور شرافت و

---

[1] صحیح بخاری: 5223۔

حشمت والے مسلم معاشرہ میں درآیا ہے اور وہ ہے مومن بھولی بھالی عورتوں اور پاکدامن وشریف لڑکیوں کی مختلف تقریبات شادی بیاہ میں موبائل ٹیلیفون والے کیمرے سے تصویرکشی کرنا اور پھر ان تصویروں کو اپنے گھٹیا مقاصد کے لئے استعمال میں لانا اور اہل غیرت و باحیاء لوگوں کو اس سے بہت بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے یہ موبائل کیمرے اور ان کی تصویرکشی کتنے ہی گھروں کی تباہی، خاندانوں کی بربادی، آبروں کے فقدان، حقدو بغض اور نفرتوں کے پھیلانے کا سبب بن چکے ہیں۔

مقام شکر:

اہل عفت وطہارت، اہل غیرت وشرف اور باحیاء و باپردہ لوگ اس بات کا کلی انکار کرتے ہیں کہ ان کی آبروؤں پرحرف نہ ائے ان کی حرمتیں پامال نہ ہوں اور یہ کرتوت بھی ان لوگوں کے ہیں جن میں بچپنہ پایا جاتا ہے بدذوق ہے اور بے مروت اور مردانہ صفات سے محروم لوگ ہیں جوکہ مسلمانوں کی مروت اور مردانہ صفات سے محروم لوگ ہیں جوکہ مسلمانوں کی حرمتوں کے تحفظ دردانکی آبروؤں کی حفاظت کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کرتے لیکن اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے ہم اسی کی حمدوثناء بیان کرتے ہیں کہ اس کے فضل وکرم سے اہل غیرت اور ارباب حکومت نے ان تمام مکاریوں کے لئے گھات لگا رکھی ہے اور ان میں سرفہرست وہ بابرکت لوگ ہیں جوکہ محکمہ احتساب (امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) میں کام کررہے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ نے اس شر کی راہ میں بند باندھنے کی توفیق ارزاں فرمارکھی ہے اسے شادی بیاہ کی تقریبات معتقد کرنے کا عزم رکھنے والو! ان غم دینے والی چیزوں کے بارے میں خبردار رہیں، ان منکرات وفواحش اور برائیوں سے بچیں، اورسب مل کر وہ کام کریں جس میں الملک العلام کی رضاء وخوشنودی شامل ہو۔

تحفظ شرف:

اے طہارت و پاکیزگی اور صفائی پسند امت کے لوگو! ان لوگوں کا کیا کریں جوکہ عریانی اور رذالت کا سرعام بکثرت مظاہر کرتے ہیں؟ ہم اپنے رب کے حضور ہی شکایت کرتے ہیں کیونکہ ظاہر و پوشیدہ تمام حالات کو جاننے والا صرف وہی ہے، ایک باغیرت شخص ہر شفیق دل وکو پکار رہا ہے اور یہ دعوت دے رہا ہے کہ اپنے شرف و کرامت کے تحفظ کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا خوف کھائیں اس پر غیرت کھائیں اور اس کی حفاظت کریں اور آپس میں ایک دوسرے کی آبروؤں سے کھیلنے کی کوشش کوئی نہ کرے اور تقلید فرنگ کے دلدادہ ومغرب زدہ لوگ آپ کو حقیر نہ جانیں اور آپ کہیں انکے گلوبلائیزیش اور ترقی کے نعروں کے پیچھے نہ لگ جائیں جوکہ دراصل ترقی نہیں بلکہ تباہی ہے۔

اللہ والو! خبردار ہو جاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو، شرف وفضیلت کی راہ پر چلتے رہو اور اسے اس سے بچا کر رکھیں کہ کوئی آوارہ شخص اسے مس بھی کرسکے یا کوئی فحش فطرت انسان اسے داغدار کرپائے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو گناہوں اور رذالت و ذلالت کے افعال سے محفوظ رکھے ہمیں ایمان و اعمال صالحہ کے زیور سے مزین کرے وہی ایسی بہترین ذات ہے جس سے سوال کیا جاسکے اور وہی صاحب جودوکرم ہے کہ جس سے امیدیں وابستہ کی جاسکیں۔

اندھی تقلید اور بھیڑ چال: تعارف ونقصانات اور صحیح طریق

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ سعود الشریم حفظہ اللہ
۱۶/۶/۱۴۲۶ھ ۲۲/۷/۲۰۰۵ء

خود اعتمادی کا مقام:

لوگو! وہ چیز جو مسلمان کے مقام ومرتبہ میں اضافہ کرتی ہے اپنے دین کے ساتھ اس کی نسبت وتعلق کی سچائی صداقت کا پتہ دیتی ہے اور منہاج وطریق نبوت پر اس کے استقلال وثابت قدمی کا ثبوت مہیا کرتی ہے وہ ہے اس کے اپنے رب اور دین پر وثوق سے حاصل شدہ اپنی ذات پر وثوق واعتماد، وہ مسلمان جسے ذاتی وثوق اور اعتماد نفس (خود اعتمادی) حاصل ہو، وہ ایسے ہوتا ہے جیسے طوفانوں کے سامنے بہت بڑی سنگلاخ چٹان کہ اسے نہ تو آندھی ہلا سکتی ہے اور نہ ہی موت اسے شکست وریخت سے دوچار کرسکتی ہے فتنوں اور انقلابات کے زمانے میں ایک حقیقی وسچا مسلمان ایسے ہی ہوتا ہے۔ وہ ثبات واستقلال میں ترقی کے درجات پر درجات چڑھتا ہی چلا جاتا ہے اور جیسے جیسے مصائب ومشکلات بڑھتی اور فتنوں میں اضافہ ہوتا ہے اس کا اپنا رب اور دین سے ربط وتعلق مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے اور ثابت قدم رہتا ہے اللہ کی ذات پر اسکا اعتماد ویقین غیر متزلزل رہتا ہے اور شیطان اسے بہکا نہیں سکتا اور نہ ہی کس وناکس کی آواز پر اٹھ دوڑتا ہے۔

اسے یہ ثابت اس کا راہ ہدایت پر چلنا عطا کرتا ہے اگر اس پر چلنے والوں کی تعداد کتنی ہی کم کیوں نہ ہو اور یہ استقلال اسے اس کا راہ ضلالت و گمراہی سے دور رہنا بخشتا ہے اگر چہ اس پر چل کر ہلاک ہونے والے کتنے ہیں زیادہ کیوں نہ ہوں۔ یہ منہج وانداز اختیار کرنے سے غیور مسلمان ان لوگوں میں سے ہوجاتا ہے جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کی اسی حدیث کو سمجھ لیا ہوا جس میں اپنی امت کو خبردار کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: لَا تَكُونُوا إِمَّعَةً ، تَقُولُونَ إِنْ أَحْسَنَ النَّاسُ أَحْسَنَّا وَإِنْ ظَلَمُوا ظَلَمْنَا ، وَلَكِنْ وَطِّنُوا أَنْفُسَكُمْ، إِنْ أَحْسَنَ النَّاسُ أَنْ تُحْسِنُوا وَإِنْ أَسَاءُوا فَلَا تَظْلِمُوا

"ہرکس وناکس کے پیچھے چل دینے والے نہ بن جاؤ اور یہ نہ کہو کہ اگر لوگ اچھا سلوک کریں گے تو ہم بھی اچھا کریں گے اور اگر وہ ظلم کریں گے تو ہم بھی ظلم کریں گے، نہیں بلکہ اپنے دلوں کو اس بات پر آمادہ کریں کہ اگر لوگوں کے اچھا کیا تو ہم اچھا ہی کریں گے اور اگر وہ ظلم وبرائی کریں تو تم ان کے ساتھ ظلم وزیادتی نہ کرو۔"[1] (ترمذی وحسنہ)

اندھا مقلد:

اللہ والو! کچے کانوں والا اور ہر ایرے غیرے کے پیچھے لگ جانے والا وہ شخص ہے جس کی اپنی کوئی رائے ہی نہ ہو بلکہ وہ ہر کسی کی رائے کو اختیار کرلے اور خود وہ کسی معاملے پر ثابت قدم نہ رہے کمزور عزم وارادے کا مالک ہو اور بکثرت وہم وتردد میں مبتلا رہے، اس کا دل شکوک و شبہات کا گھوارہ ہو، آپ اسے اس وقت یمانی پائیں گے جب اسے کوئی یمن والے ملے گا اور جب وہ بنو معد میں سے کسی کو ملے گا تو اپنے آپ کو

[1] ترمذی: 2007۔

عدنانی بتائے گا، یہی وہ ناپسندیدہ بھیڑ چال اور کچے کانوں والا شخص اور یہی وہ شخص ہے جو مذکورہ حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے بتایا ہے۔
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب فتنوں نے سر اٹھایا تو انہوں نے بھی اس قسم کے لوگوں کی طرف ہی اشارہ فرمایا تھا چنانچہ ان کا ارشاد ہے: كنا في الجاهلية نعد الإمعة الذي يتبع الناس إلى الطعام من غير أن يُدعى، وإن الإمعة فيكم اليوم المحقب الناس دينه.

"عہد جاہلیت میں ہم اس شخص کو (امعۃ) (بھیڑ چال والا اندھا مقلد) شمار کیا کرتے تھے جو دعوت دیئے بغیر ہی لوگوں کے پیچھے لگ کر کھانا کھانے جا نکلے اور آج تمہارے مابین "امعۃ" وہ شخص ہے جو اپنے دین کے معالے میں ہر کسی کی تقلید کرتا ہے۔"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہی قول ہے: أَلَا لا يقلِّدنَّ أحدكم دينه رجلًا، إن آمن: آمن، وإن كفر: كفر ؛ وإن كنتم لا بدَّ مقتدين، فاقتدوا بالميِّت؛ فإنَّ الحيَّ لا يُؤمن عليه الفتنة

"خبردار تم میں سے کوئی شخص دین کے معاملے میں کسی دوسرے کی تقلید ہرگز نہ کرے کہ اگر ایمان لائے تو یہ بھی ایمان لے آئے اور اگر وہ کفر تو یہ بھی کفر کرے گزرے شریعت کے معاملہ میں (نبی ﷺ کے سوا) کوئی نمونہ کامل نہیں ہے۔"[1] (طبرانی)

اس وصف امعہ کی اصلاح کرنے کا سب سے بڑا طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ پر وثوق و بھروسہ کرے عزم وارادے کا مالک بنے اسے شکو تردد اور حیاء وشرم فکری انتشار مبتلا نہ کردے۔ جو شخص صاحب رائے ہو اسے چاہئے کہ وہ صاحب عزیمت بھی ہو معاملہ تب بگڑتا ہے جب بندہ متردد ہو جائے، نصوص شریعت اور سلف امت کے حالات پر گہری نظر ڈالی تو پتہ چلتا ہے کہ جب بھی عزیمت اور صحیح رائے جمع ہو جائیں اور وہ دین وشریعت کے موافق بھی ہوں تو پھر کوئی بگاڑ پیدا نہیں ہوسکتا۔ اور نبی اکرم ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر جو موقف اختیار فرمایا تھا وہ ہم سے پوشیدہ نہیں جبکہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھا کہ بظاہر یہ صلح مسلمانوں کو حق میں نہیں ہے لیکن نبی اکرم ﷺ کا اپنے رب پر وثوق واعتماد اور اس کے وعدوں پر یقین اتنا مضبوط تھا کہ آپ تردد میں مبتلا نہیں ہوئے اور بکثرت آراء آپ ﷺ کے عزم پر اثر انداز نہیں ہوسکیں۔
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی آپ کے سامنے ہے کہ جب انہوں نے فتنۂ ارتداد میں مرتدوں کے ساتھ جنگ کرنے کا پختہ ارادہ فرمالیا تو اپنے عزم پر مصر ہو گئے آپ کی طرف بعض صحابہ نے رجوع کیا اور مرتدوں سے جنگ کرنے کے معاملہ میں نظر ثانی کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ پر اپنے وثوق واعتماد اور دین پر رضامندی کی بدولت وہ اپنی رائے پر ڈٹے رہے۔

حوصلہ افزاء:

یہ چیز انہیں اپنے عزم کو نافذ کرنے اور آگے قدم بڑھائے چلے جانے کا حوصلہ عطا کرنے والی ثابت ہوئی اور اس نے انہیں اس بات کا حوصلہ بخشا کہ وہ دوسروں کی آراء کی طرف التفات وتوجہ نہ دیں بلکہ دین کی مدد اور حق کا نفاذ کردیں اور اسی موقع پر انہوں نے اپنا وہ مشہور مقالہ کیا تھا جس میں ارشاد فرمایا تھا: واللہ لأقاتلن من فرق بين الصلاة والزكاة

[1] طبرانی: 8764۔

"اللہ کی قسم! جس نے نماز اور زکاۃ میں تفریق کی میں اس کے خلاف جنگ کروں گا۔"[1]

قوموں کی بکثرت آراء اور رنگارنگ آوازیں ان کی راہ نہ روک سکیں اور جس حق پر وہ قائم تھے اس سے انکے اطمینان واعتماد کو۔۔۔سکیں۔

توکل علی اللہ:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

"جب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ نے خوارج سے جنگ کرنے کا ارادہ فرمالیا تو ایک نجومی نے ان کی راہ روک لی اور کہنے لگا: اے امیر المومنین! آپ یہ سفر اختیار نہ کریں، چاند عقرب میں ہے اگر چاند کے عقرب میں ہونے کی حالت میں آپ نے جنگ کا یہ سفر اختیار کرلیا تو آپ کے ساتھی شکست سے دوچار ہوجائیں گے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اللہ پر توکل اور اسی پر بھروسہ کرتے ہوئے اور تجھے جھٹلاتے ہوئے ضرور سفر کریں گے اور واقعی سفر پر چل پڑے اور دس سفر میں اللہ نے انہیں برکتوں سے نوازیہاں تک کہ ان کے ہاتھوں اکثر خوارج قتل ہوئے اور اس پر انہیں سب سے زیادہ مسرت وخوش محسوس ہوئی۔

ضرورت موضوع:

اللہ کے بندو! کوئی شخص یہ سوال کرسکتا ہے کہ اقوام اور معاشروں کے موجودہ حالات کیا اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ اس اندھی تقلید ابن الوقتی اور ہرایرے غیرے کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس کے پیچھے چل پڑنے کے موضوع پر گفتگو کی جائے؟ اور ایسے لوگ کیا بہت کثرت سے موجود ہیں کہ ان سے بچا جائے؟

جواب:

اس سوال کا جواب اثبات میں ہے کہ ہاں آج کے دور میں تو خصوصا اس موضوع کو زیر بحث لانا بہت ضروری ہے جبکہ علماء کی بکثرت اموات واقع ہورہی ہیں اور لوگوں نے جاہل و بے علم لوگوں کے اپنا رئیس وقائد بنالیا ہے یہ دور جس میں کہ جہالت ولاعلمی بکثرت پھیلی ہوئی ہے علم بہت کم رہ گیا ہے اور پاجی و کمینے اور ادنی و گھٹیا لوگ بھی مفادات عامہ کے بارے میں دخل درمعقولات کرنے لگے ہیں آج کا دور جبکہ ایک معمولی صحافی ورضانویس بھی فقیہ بن بیٹھا ہے ذرائع ابلاغ میں کام کرنے والے شریعت قانون ساز بنے بیٹھے ہیں دینی مراجع اور راسخین علم وفضل کم ہورہے ہیں اور شکوک وشبہات سے محفوظ صحیح وسالم فتویٰ پر بابصیرت لوگوں کی گرفت ڈھیلی پڑتی جارہی ہے بلکہ اج کے درو میں تو پاجی لوگوں کا کام ہی بڑے بڑے معاملات میں دخل اندازی کرنا ہوگیا ہے اور الرویبضہ اس پاجی وادنی شخص کو کہتے ہیں جو مفاد عام کے اور اپنے عوامی قد سے بڑے مسائل پر گفتگو کرے۔

وقت کی ضرورت:

اس میں کوئی حرج اور شک وشبہ نہیں کہ موجودہ حالات میں اس قسم کی بات کو موضوع گفتگو بنایا جائے بلکہ آج اس بات کی ضرورت ہے کہ اس

---

[1] مسند احمد: 1/128۔

موضوع پر بات کی جائے اور ہماری بات کے صحیح ہونے کی دلیل امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ نے بیان کی ہے، وہ لوگوں کے حالات بیان کرتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ ان کے دل تبدیلی ومتاثر ہونے اور اندھی تقلید پر تیار ہوجانے کی قابلیت وپ صلاحیت رکھتے ہیں اور ویسے ہی لوگوں کو ہرکس وناکس کی اواز پر لبیک کہنے والے کہتے ہیں چنانچہ انہوں نے لکھا ہے: وَالنَّاسُ أَسْرَابُ طَيْرٍ يَتْبَعُ بَعْضُهَا بَعْضًا، وَلَوْ ظَهَرَ لَهُمْ مَنْ يَدَّعِي النُّبُوَّةَ مَعَ مَعْرِفَتِهِمْ بِأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- خَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ أَوْ مَنْ يَدَّعِي الرُّبُوبِيَّةَ لَوَجَدَ عَلَى ذَلِكَ أَتْبَاعًا وَأَشْيَاعًا۔

"لوگ پرندوں کے جھنڈ کی طرح ہوتے ہیں کہ بلا سوچے سمجھے ایک دوسرے کے پیچھے اڑتے چلے جائیں حتی کہ ان کے سامنے کوئی ایسا شخص آجائے جو کہ نبی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کر رہا تو وہ اس بات کا علم ہونے کے باوجود کہ رسول ﷺ آخری نبی ہیں اس کے باجود اسے اپنے ماننے اور پیروی کرنے والے لوگ مل جائیں گے، اسی طرح اگر کوئی شخص نبوت تو کیا ربوبیت کا دعویٰ لے اٹھے تو اسے بھی مریدان باصفا پروکاران باوفا اور شیعان بے ہویٰ مل ہی جائیں گے۔"[1]

اندھی تقلید و بھیڑ چال:

مسلمانو! اندھی تقلید اور یہ ہر کسی کے پیچھے چل پڑنا دراصل ایک ہی اس کے دوزخ ہیں اور ساتھ ہی یہ بیماریاں صرف سادہ لوگ عوام اور چرواہوں کے ساتھ ہیں خاص نہیں بلکہ یہ "بھیڑ چال" تو اس سے بھی بہت آگے بڑھی ہوئی ہے اسی طرح یہ بیماری جہاں انفرادی شکل میں پائی جاتی ہے وہیں یہ اجتماعی شکل میں بھی موجود ہے کہ پورے معاشرے کے افکار ونظریات، عادات واطوار اور رسوم ورواج میں بھی پائی جاتی ہے کبھی کوئی فرد بھیڑ چال والا ہوگا کہیں کوئی معاشرہ بھیڑ چال اختیار کئے ہوگا اور کبھی تمام لوگ ہی اس بھیڑ چال میں مبتلا ہونگے اور یہی معاملہ منسوب کئے جانے والے کا بھی ہے۔

ناپختہ کار لوگ: جدھر کی ہوا ہو۔

کسی کا علم کی طرف صرف منسوب کیا جانا ہی اسے اس سے نہیں بچا سکتا کہ وہ اندھی تقلید کا شکار نہ ہو اور بھیڑ چال والی یہ عادت اگر کسی میں بکثرت التفات والی نہ بھی ہو تب بھی یہ صحیح وصواب پر اعتماد کو ٹھیس پہنچانے اور خود اعتمادی کو کمزور کر دیتی ہے ہم جو موقع بموقع دیکھتے ہیں کہ علم کی طرف منسوب کئے جانے والے بعض لوگ اپنے منہج وفتویٰ میں بڑے بے تباہی واضطراب کا شکار ہوتے ہیں اور آراء ومذاہب میں بکثرت نقل مکانی کرتے رہتے ہیں اور یہ اثر اندا ہونے والی خارجی اشیاء کے نتیجہ میں ہوتا ہے جیسا کہ نت نئے مسائل اور انکشافات وخرافات رونما ہوتی رہتی ہیں جو کہ قانون سازی کے جسم کو نوچتی رہتی ہیں اور علم کی طرف منسوب ایسے ناپختہ کار لوگ بھی اسی طرف کا رخ کر لیتے ہیں جدھر کی ہوا وعوام ہوں اور فقہ وفتاویٰ کو لوگوں کے تابع کر دیتے ہیں مگر لوگوں کو فقہ وشریعت کے تابع نہیں کرتے، حضرت ابن مسعود نے ایسے ہی لوگوں کا تعارف ہوئے فرمایا تھا: اغدُ عالمًا أو متعلِّمًا ولا تغدُ بين ذلك

"عالم بنو یا طالب علم اور دونوں کے درمیان (بھیڑ چال اپنانے) والا نہ ہو۔"

---

[1] مقدمہ ابن قتیبہ: 61۔

نہ عالم نہ طالب علم:

علامہ ابن قیم ان کے اس ارشاد پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"دیکھئے کہ انہوں نے مقلد کو کس طرح علماء وطلبہ کے زمرے سے نکال باہر کیا ہے اور بات وہی ہے جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمائی ہے کہ ایسا بھیڑ چال چلنے والا اندھا مقلد نہ تو علماء کے ساتھ ہوتا ہے اور نہ ہی علم ومحبت سیکھنے والا طلباء کے ساتھ رہتا ہے جیسا کہ غور وفکر کرنے والے کے لئے بالکل واضح وظاہر ہے۔"

ایجاد بدعت اور رفع سنت:

امام احمد بن حنبل نے غضیف بن حارث سے ایک روایت بیان کی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ خلیفہ عبد الملک بن مروان نے انہیں بلا بھیجا اور بوقت ملاقات کہا: اے ابو سلیمان! ہم نے لوگوں کو دو باتوں پر یکجا و متفق کیا ہے، میں نے عرض کیا کہ وہ کون کونسی ہیں؟ انہوں نے کہا :

(۱) ایک تو یہ ہے کہ خطباء حضرات خطبات جمعہ میں منبر پر ہاتھ اٹھایا (اور ہمارے لئے دعا) کریں گے۔

(۲) اور دوسری بات یہ کہ نماز فجر وعصر کے بعد وہ قصص وواقعات بیان کریں گے۔

میں نے کہا کہ یہ دونوں کام میرے نزدیک آپ کی ایجا کردہ واضح ترین بدعات ہیں اور میں ان دونوں میں سے کسی ایک پر بھی آپ کی ہاں میں ہاں نہیں ملاؤں گا۔ خلیفہ نے کہا: کیوں؟ اس پر انہوں نے فرمایا: کیونکہ جب بھی کوئی قوم کسی بدعت کو ایجاد کرتی ہے تو اس کے بقدر ہی سنت اٹھالی جاتی ہے اور سنت پر کاربند رہنا بدعت ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔"

دین وفلسفہ کا ملغوبہ:

اللہ تعالیٰ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں انہوں نے اپنے زمانے کے ان لوگوں کی شکایت کرتے ہوئے لکھا ہے جو کہ علم کی طرف منسوب کئے جانے والے لوگوں کی صف میں شمار کئے جاتے ہیں مگر ان میں یہ اندھی تقلید و بھیڑ چال پائی جاتی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"وہ امور جن پر قرون خیر وفضیلت کے لوگوں نے نکیر فرمائی ہے اور جن کا تابعین اور تبع تابعین کے آئمہ نے انکار کیا ہے اور نہیں قبول نہیں کیا ان امور کو متاخرین نے بڑی وسعت ظرفی سے اپنانے میں حد ہی کردی ہے حتیٰ کہ انہوں کہ دینی مسائل کو فلسفہ یونان میں گڈ مڈ کر دیا ہے اور فلاسفہ کے کلام کو اصل تسلیم کرتے ہوئے جو احادیث وآثار اس کے خلاف جاتے ہیں ان کی تاویل کر کے انہیں اس فلسفے کے تابع کر دیتے ہیں۔"

اگر چہ وہ دل سے اس بات کو ناپسند ہی کرتے ہیں ہوں اور پھر انہوں نے صرف اسی پر بھی اکتفا نہیں کیا بلکہ یہ زعم اختیار کیا کہ انہوں نے جو علم (شریعت وفلسفے کا ملغوبہ) مرتب کیا ہے یہ اشرف العلوم ہے اور اسی کا حاصل کرنا اولیٰ ہے اور جو شخص انکی اصطلاحات کو استعمال نہیں کرتا وہ عام قسم کا جاہل انسان ہے عالم نہیں ہے، غرض سعادتمند وہ ہے جو اس منہج وطریقہ کو تھامے رکھے جس پر سلف صالحین امت تھے اور خلف و

متاخرین کے ایجاد کردہ امور سے اجتناب کرے۔"

اللہ تعالیٰ خیر فرمائے آج کی رات شب گزشتہ کے کس قدر مشابہ ہے اور آج کا دن روز ماضی کے کتنا قریب اور ملتا جلتا ہے، ارشاد الٰہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾

"اے ایمان والو! تم اپنے آپ کی حفاظت کرو (اپنا خیال رکھو) جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تم سب کو اللہ کی طرف لوٹ کر جاتا ہے۔ اس وقت وہ تمہیں تمہارے سب کاموں سے جو (دنیا میں) کیئے تھے آگاہ کر دیگا (اور ان کا بدلہ دے گا)۔" (المائدہ:۱۰۵)

اندھی تقلید و بھیڑ چال کے نقصانات:

مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور اس بات کو خوب مضبوطی سے اپنے پلے باندھ لو کہ یہ ہر کسی کے پیچھے چل دینے والی بھیڑ چال جس بھی معاشرے میں در آئے یہ اسی کی عمارت توڑ دیتی اس کی بنیادیں ہلا دیتی اور نہ صرف یہ کہ اس کی شخصیت کو کمزور کر دیتی ہے بلکہ اسے دوسرے تمام معاشروں کے مابین ذلیل وخوار کر دیتی اور اس کے ان کی نظروں سے گرا دیتی ہے اس کے سبب اس معاشرے میں تقلید وتبعیت (تابع مہمل بنے رہنے) کی عادت پڑ جاتی ہے اور وہ عادات واطوار طبیعت اور افکار ونظریات میں دوسروں کا مرہون منت ہو کر رہ جاتا ہے اور ان کے لئے بوجھ کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔

امتیازات کا خاتمہ:

مسلم معاشرے کا غیروں کی اندھی تقلید کی بھٹی میں گر جانا ہی اس کی نفسیاتی شکست وہزیمت کا اصل سبب ہے اور یہی زمین میں چھپایا ہوا وہ اسلحہ ہے جو کہ اندھی تقلید کے ذریعے اور اس پر مستزاد یہ کہ اس اندھی تقلید زنگ پر اترانے کی وجہ سے یہ مروت ومردانگی کو قتل کر دیا ہے حتیٰ کہ مسلم معاشرے کے بعض وہ امتیازات بھی اس سے مٹ جاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت اور رنگ دین کے ذریعے ان کے لئے خاص کئے ہیں چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿صِبْغَةَ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ﴾

"اللہ کا رنگ (دین اختیار کیا) اور اللہ سے بہتر رنگ (دین) کس کا ہو سکتا ہے؟ اور ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔" (البقرہ:۱۳۸)

تقلید فرنگ کے دیگر بگاڑ:

اگر مسلم معاشرہ بھیڑ چال اپنا لے اور آنکھیں بند کر کے سراب فرنگ کے پیچھے چلتا رہے تو وہ اپنے آپ کو ایک نئی تخلیق کی شکل میں پائے گا اور یہ نئی شکل اس سے اس کی اصل تہذیب وتمدن چھین کر اسے اس کے دین حق اور اصل اقدار وروایات سے بیگانہ کر دے گی اسے یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ تہذیب واخلاق بد کسی میں اخلاق راسخہ کو اتنا مضبوط نہیں کرتے جتنا کہ وہ انہیں بگاڑتے ہیں حتیٰ کہ وہ بعض لوگوں کر مردانگی تک چھین انہیں نسوانی رنگ میں ڈھال دیتے ہیں اور بعض عورتوں سے ان کی نسوانیت وناز کی چھین کر ان میں مردانہ مشابہت کا بیج بو دیتے ہیں اور یہ سب اندھی تقلید کے میدان میں داخل ہو کر دوسرے غیر معروف لوگوں کے پیچھے آنکھیں کئے چلے جانے کی وجہ سے ہے

پہلی فجر فجر کاذب:

اسی اندھی تقلید کا جواز ثابت کرنے کے لئے کوئی چاہئے کتنے بھی جعلی اسباب گھڑلے اور اسے چاہے جتنا بھی رزق برق اور چمک دھمک دے کر مزین کر دیا جائے جس پہلی نظر میں آنکھیں حیرہ ہوجاتی ہوں مگر پھر بھی اس کے پاؤں زیادہ دیر تک نہیں جمتے بلکہ وہ مگر پھر بھی اس کے پاؤں زیادہ دیر تک نہیں جمتے بلکہ وہ جلد ہی خاتمے کو پہنچ جاتی ہے۔ پرانی کہاوت ہے:

"کسی چیز کو پہلی نظر دیکھتے ہی اس کا یقین نہ کرلیں بلکہ طلوع ہونے والی پہلی تو فجر بھی جھوٹی (فجر کاذب) ہوتی ہے۔"

اسلامی انقلابات:

اگر معاشرے دل و دماغ میں یہ بات خود جاگزیں ہوجائے کہ امت کے عروج وترقی کے لئے ضروری ہے کہ اس میں تغیر و انقلابات آئے تو پھر ہمیں نفاذ شریعت کا انقلاب لانا چاہئے کیونکہ شریعت مصطفویﷺ کی طرف ہمارا رجوع کرلینا ہی اس تغیر و اصلاح کا سب سے بہترین سبب ہے اور یہی وہ طریقہ ہے جس سے ہمارے حالات میں سدھار آسکتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ﴾

"کسی قوم کی حالت (اس وقت تک) اللہ نہیں بدلتا ہے جب تک کہ وہ خود اسے نہ بدلیں جو انکے دلوں میں ہے۔" (الرعد:١١)

ایسا تغیر و انقلاب حقیقی اخلاق اسلامیہ کو اپنانے کے سوا بھی کچھ ہے؟ اور کیا دنیا میں ایسی کوئی ترقی ہے جو اس تغیر و انقلاب کے بغیر دیرپاو ثابت اور قائم رہ سکے؟

ارشاد الٰہی ہے:﴿أَفَغَيْرَ اللَّهِ أَبْتَغِي حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا ۚ وَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِّن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ ۖ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ﴾

"(اے نبی! کہہ دیں) کیا میں اللہ کے سوا کوئی دوسرا منصف تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہاری طرف مفصل کتاب اتاری ہے (اور فرمایا ہے) اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب (تورات) دی ہے وہ جانتے ہیں کہ وہ تمہارے رب کی طرف سے برحق ہے نازل ہوئی ہے تو آپ شک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہونا۔" (الانعام:١١٤)

مایوس و ناامید نہ ہوں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ اسامہ الخیاط حفظہ اللہ
۲۳/۶/۱۴۲۶ھ، ۲۹/۷/۲۰۰۵ء

مایوسی کی قباحتیں:

مایوسی و ناامید ایک ایسا شر ہے کہ جس سے دلوں میں قلق و اضطراب پیدا ہو جاتا ہے یہ شعور کی موت کا سبب بنتی ہے، اسکے نتیجہ میں دنیا اندھیر ہو جاتی ہے امیدوں پر پانی پھر جاتا اور وہ لوگ ٹوٹ کر رہ جاتی ہیں اور تمناؤں کا چراغ بجھ کر رہ جاتا ہے، اس مایوسی و ناامیدی کی وجہ سے تمام راستے بند ہو جاتے ہیں، کتاب اللہ قرآن کریم دو آیتوں میں مایوسی و ناامیدی کی مذمت وارد ہوئی ہے اور ان سے نفرت دلائی گئی ہے کیونکہ یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہیں چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ﴾

”یقیناً اللہ کی رحمت سے ناامید وہی ہوتے ہیں جو کافر ہوتے ہیں۔“ (یوسف: ۸۷)

اللہ کے بندو! قرآن کی آیت میں یہاں ”روح اللہ“ سے مراد اللہ کی رحمت اور اس سے کشائش کی امید ہے، دوسری جگہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ﴾

”اور اللہ کی رحمت سے گمراہ لوگوں کے سوا کوئی ناامید نہیں ہوتا۔“ (الحجر: ۵۶)

یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ بات واضح فرما دی ہے کہ مومن کی یہ شان ہی نہیں کہ وہ مایوس و ناامید کا شکار ہو وہ بس ہمیشہ صرف اللہ تعالیٰ سے خوفزدہ رہتا ہے اور امیدیں وابستہ کیئے رکھتا ہے وہ اپنے گناہوں کی پاداش اور نافرمانی کی سزا سے ڈرتا رہتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ اپنے رب کی رحمتوں، اسکے عفو و کرم اور اس کی مغفرت و بخشش کا بھی امیدوار رہتا ہے اور ساتھ ہی اطاعت و فرمانبرداری والے اعمال۔

عفو و کرم کے وعدے:

اللہ تعالیٰ نے انے بندوں کو اپنی رحمت کی لالچ اور اپنے عفو و کرم کا طمع دلایا ہے اور ان کی امیدوں کو اپنی مغفرتوں کے ساتھ معلق کر دیا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا ہے: ﴿قُلْ يَاعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾

”(اے نبی!) کہہ دیجئے! اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنے آپ پر ظلم (گناہ) کر لیا ہے! اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ اللہ تمام گناہ بخش دیتا ہے بے شک وہ بہت بخشنے اور بہت رحم کرنے والا ہے۔ (الزمر: ۵۳)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ﴾

”میری رحمت تمام چیزوں پر وسیع ہے اور میں اسے ان لوگوں کے لئے ضرور لکھوں گا جو اللہ سے ڈرتے ہیں زکوۃ ادا کرتے ہیں اور ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔“ (الاعراف: ۱۵۶)

حدیث قدسی اور اعلان بخشش:

ایک حدیث قدسی میں جوکہ مسند امام احمد میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہے اس میں حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: يَا ابْنَ آدَمَ، إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ عَلَى مَا كَانَ فِيكَ وَلَا أُبَالِي، يَا ابْنَ آدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ، ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ وَلَا أُبَالِي، يَا ابْنَ آدَمَ، إِنَّكَ لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً۔

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:" اے ابن آدم! تو جب تک مجھے پکارتا رہے اور مجھ سے امیدیں وابستہ کئے رکھے میں تجھے تیرے تمام گناہ بخشتا رہوں گا چاہئے وہ کوئی بھی ہوں اور مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں، اے بنی آدم! تیرے گناہ اگر چہ آسمان کی بلندیوں کو چھورہے ہوں، پھر تو تو مجھ سے بخشش کا سوال کرے تو میں پھر بھی تجھے بخش دونگا اے بنی آدم! اگر تو میرے پاس اتنے گناہ کرکے آئے کہ ان سے ساری زمین کی وسعتیں بھری ہوئی ہوں لیکن تو اس حال میں آئے کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک کرنے والا نہ ہو تو میں تجھے اتنی مغفرت عطا کروں گا کہ جس سے ساری زمین بھر جائے۔" یعنی اتنی مغفرت و بخشش اور عفو کرم سے نوازتا ہوں ہو کہ جن سے ساری زمین بھر جائے۔"[1] (ترمذی، مسند احمد)

اللہ سے حسن ظن: حضرت جابر عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی وفات سے صرف تین دن قبل آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ بِاللهِ الظَّنَّ۔

"تم میں سے کسی کو ہرگز موت نہ آئے سوائے اس کے کہ وہ اپنے رب کے ساتھ حسن ظن رکھنے والا ہو۔"[2] (صحیح مسلم)

اے اللہ کے بندو! یہ اور اسی معنیٰ کی کوئی دوسری آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ ہیں جو کہ بندے کے سامنے امید و رجا کے دروازے کھولتی ہیں اس سے مایوسی و ناامیدی کو دور بھگاتی ہیں اسے بہت اچھی جانب متوجہ کرتی ہیں اور اسے بہت ہی اچھی راہوں پر چلاتی ہیں اور اسے یہ جذبہ عطا کرتی ہیں کہ وہ اپنے آئندہ ایام کو بڑے خوش آئند انداز پر امید نگاہ سے اس شخص کی طرح دیکھتا ہے جو اپنے رب کے ساتھ حسن ظن رکھنے والا ہو اس کی رحمتوں کا امیدوار ہو اور اس سے اچھے انجام کی توقعات وابستہ کرنے والا ہو۔

ہر حال میں حسن ظن:

واجب یہ ہے کہ بندے کا اپنے رب پر حسن ظن صرف مخصوص حالات یا خاص کسی حادثہ تک ہی محدود نہ وہ اور کسی وقت و زمانہ سے تعلق رکھنے والا نہ ہو اسی طرح یہ بھی واجب ہے کہ بندہ اپنے رب کے ساتھ حسن ظن رکھنے والا ہو اور وہ اپنے کے عفو و کرم اور مغفرت و بخشش کی بھر پور امید رکھے۔ اسی طرح ہی یہ بھی واجب ہے کہ بندے کا اپنے رب سے ظن ایسا ہو کہ وہ اس دنیوی زندگی میں پیش آمد تمام نرم و گرم اور سخت و سست حالات میں بھی بحال رہے اسی پر جتنی بلائیں اور مصائب و مشکلات نازل ہوتی ہیں ان میں بھی وہ اس حسن ظن میں ڈولنے نہ پائے ، اسے جو کرب و دکھ پہنچتا ہے کوئی بیماری لاحق ہوتی ہے تازخم آتا ہے قرضے کے پنچے دب جاتا ہے یا کوئی ایسا محبوب شخص داغ مفارقت

[1] ترمذی: 3540۔
[2] صحیح مسلم: 2877۔

دے جاتا ہے جو کہ اس کے کانوں میں اس گھولتا اور آنکھوں میں ٹھنڈک بھرتا تھا ان تمام حالات میں بھی اس پر واجب ہے کہ وہ اللہ کی رحمتوں سے کبھی ناامید نہ ہو اور نہ اس کے فضل و کرم سے امید ہو بلکہ اس پر واجب ہے کہ اس پر جو بلاء و مصیبت نازل ہوئی ہے اس کے بارے میں یہ یقین رکھے کہ یہ مصیبت اس کے لئے امتحان اور خیر بھلائی پر مشتمل ہے، اس کے ذریعے اللہ اس کے درجات بلند کرے گا اور اس سے کوئی ایسا شر و مصیبت دور کر دے گا جو اس موجودہ بلاء سے بہت ہی بڑا ہے یا پھر اسے فوراً یا بدیر کوئی ایسا معاوضہ ادا کرے گا اور عوض دے گا جو کہ ہاتھ نکلنے والی اس چیز سے کہیں قیمتی ہوگا جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُصِبْ مِنْهُ۔

"اللہ جسے کوئی بھلائی دینا چاہتا ہے تو اسے کسی مصیبت و آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے۔"[1] (صحیح بخاری)

یعنی اسے مصائب و مشکلات میں مبتلا کر دیتا ہے تاکہ اسے اجر و ثواب عطا کرے۔

جزاء حسب ابتلاء:

اسی طرح سنن ترمذی و ابن ماجہ میں جید سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ، وَإِنَّ اللهَ إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ، فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السُّخْطُ.

"اجر و جزاء اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے جتنی آزمائش بڑی ہو اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو اسے آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے اور جو کوئی اللہ کی قضائی پر راضی رہے اسے اللہ کی رضا ملتی ہے اور جو اس کے فیصلے پر ناراضگی کا اظہار کرے تو اللہ بھی اس پر ناراض ہی ہوتا ہے۔"[2]

(ترمذی، ابن ماجہ بسند جید)

غلط انداز فکر:

وہ لوگ جو زندگی کو کالے چشمے والی نگاہوں سے دیکھتے ہیں وہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ جو مصیبت آئی ہے یا کوئی بلا نازل ہوئی ہے یہ تادیر قائم رہنے والی ہے اور عنقریب ہلاکت کے منہ میں جا گریں گے اور یہ مصائب و مشکلات انکا پیچھا کرتی ہی رہیں گی اور ان آزمائشوں کا نزول ہونا کبھی منقطع نہ ہوگا، اے اللہ کے بندو! یہ انداز فکر اللہ تعالیٰ سے سراسر بدظنی ہے اور یہ اہل ایمان کی صفات میں سے نہیں ہے اور نہ اللہ سے لگانے والے لوگوں کی عادات و اطوار میں سے ہے، اللہ نے اپنے کتنے ہی بندوں کے خوف و امن امان سے بدل دیا ہے ان کے فقر و ناداری کو تونگری و مالداری سے تبدیل کر دیا ہے اور ان کی محرومیوں کو بدل کر نعمتیں بنا دیا ہے اور دنوں کی سختیوں کو رفعتوں، رحمتوں اور بخششوں سے بدل دیتا ہے، حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے اپنے خطبے میں فرمایا تھا: وَلَقَدْ رَأَيْتُنِي سَابِعَ سَبْعَةٍ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَنَا طَعَامٌ إِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ، حَتَّى قَرِحَتْ أَشْدَاقُنَا، فَالْتَقَطْتُ بُرْدَةً فَشَقَقْتُهَا بَيْنِي وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ، فَاتَّزَرْتُ بِنِصْفِهَا وَاتَّزَرَ سَعْدٌ بِنِصْفِهَا، فَمَا أَصْبَحَ الْيَوْمَ مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا أَصْبَحَ أَمِيرًا عَلَى مِصْرٍ

---

[1] صحیح بخاری: 5645۔

[2] ترمذی: 2396۔

مِنَ الْأَمْصَارِ

" میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اپنے آپ کو ان پر سات آدمیوں میں سے ساتواں پایا کہ جن کے پاس کھانے کو کچھ نہیں تھا سوائے درخت کے پتوں کے حتی کہ پتے کھانے کے نتیجہ میں ہماری باچھیں چھل گئیں میں نے ایک بردہ (چادر) کو پکڑا اور اس کے دو ٹکڑے کر دیئے ایک میں نے لے لیا اور دوسرا میں حضرت سعد بن مالک کو دے دیا، اس آدھے حصے کو میں نے بطور تہبند بنالیا اور حضرت سعد نے اپنے حصے کو بطور تہبند زیر استعمال لے لیا اور آج ہم میں سے ہر کوئی کسی نہ کسی شہر و علاقے کا امیر و گورنر ہے۔"[1]

اے اللہ والو اس سلسلہ کی کتنی ہی مثالیں اور اشباہ و نظائر ہیں جنہیں نہ ایام ماضی میں کوئی شمار کر سکا تھا اور نہ ہی موجودہ دور میں انہیں کوئی گن سکتا ہے۔

مومن صادق کی شان:

اللہ کے بندو! یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ ہر حال میں اللہ کے بارے میں حسن ظن رکھنا اسی سے امیدیں وابستہ کرنا اور اسی کی نعمتوں کا طلبگار رہنا اور اس کی معصیت و نافرمانی سے ڈرتے رہنا ہی مومن صادق کی شان ہے اور اللہ تعالیٰ نے سچ ہی فرمایا ہے: ﴿ وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَى بِجَانِبِهِ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوسًا (83) قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَى شَاكِلَتِهِ فَرَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ أَهْدَى سَبِيلًا ﴾

"اور جب ہم انسان کو نعمت بخشتے ہیں تو وہ اعراض و روگردانی کرتا اور پہلو پھیر لیتا ہے اور جب اسے سختی پہنچتی ہے تو ناامید ہو جاتا ہے۔ (اے نبی!) کہہ دیں کہ ہر شخص اپنے طریق کے مطابق عمل کرتا ہے سو تمہارا رب اس شخص سے خوب واقف ہے جو سب سے زیادہ سیدھے راستے پر ہے۔" (بنی اسرائیل: ۸۳-۸۴)

کفارہ ذنوب کی بشارتیں:

اللہ والو! صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حَزَنٍ وَلَا أَذًى وَلَا غَمٍّ ، حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا إِلَّا كَفَّرَ اللهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ۔

"مسلمان کو جب کوئی بیماری و درد، مشقت و تکلیف، پریشانی و غم، حزن و ملال اذیت و دکھ رنج پہنچتا ہے حتی کہ جب اسے کوئی کانٹا بھی چبھتا ہے تو اس کے بدلے میں اللہ اس کے گناہ مٹا دیتا ہے۔"[2] (بخاری و مسلم)

اہل نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں ہر مومن کے لئے تکفیر ذنوب کی بشارت و خوشخبری پائی جاتی ہے، کیونکہ کوئی شخص ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ اسے کوئی تکلیف ہی نہ پہنچتی ہو بلکہ بیماری یا کسی دوسری پریشانی کی وجہ سے ہر کسی کو کوئی نہ کوئی درد و دکھ تو پہنچتا ہی رہتا ہے اور یہ امراض و

---

[1] صحیح مسلم: 2967۔
[2] صحیح بخاری: 5641۔

بیماریاں، یہ درد والم اور دکھ تکلیف بندے کے دل سے تعلق رکھتے ہوں یا اس کے بدن سے یہ بہر حال اس کے گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں اگر چہ جمہور اہل علم کے نزدیک یہ تکفیر ذنوب صغیرہ گناہوں سے ہی تعلق رکھتی ہے کیونکہ کبیرہ گناہ تو صرف توبہ نصوح سے ہی معاف ہوتے ہیں جیسا کہ صحیح مسلم میں حدیث ہے: الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ، وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ، مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ۔

"پانچ نمازیں، جمعہ سے لیکر جمعہ تک، اور رمضان سے لیکر رمضان تک یہ سب اپنے مابین کے تمام گناہوں کا کفارہ ہیں جب تک کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا گیا ہو۔"[1] (مسلم)

بہر حال اس بشارت میں اللہ کے فضل و کرم، عفوو درگزر اور اس کی مغفرت و بخشش کے دروازوں کے کھلنے کی امید و رجاء پائی جاتی اور یہ اس بات کا ریک قوی سبب ہے کہ ہر مومن اللہ کی ذات گرامی کے بارے میں حسن ظن رکھے اپنے دلوں سے مایوسی و ناامیدی کی جڑیں کاٹ پھینکو اور اپنے آپ رب کے بارے میں حسن ظن رکھا کرو تو آپ فلاح و کامیابی پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

---

[1] صحیح مسلم:233۔